کنز الخطیب

۳

علامہ محمد دین چشتی

مکتبہ نوریہ رضویہ
گلبرگ اے، فیصل آباد، فون: ۶۲۶۰۴۶

کنز الخطیب
علامہ محمد دین چشتی
مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
3

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کنز الخطیب

ماہِ ربیع الاوّل

حصہ سوم

تصنیف لطیف

علامہ محمد دین چشتی

ناشر

مکتبہ حامدیہ مہریہ صدیق آباد گوبند پورہ

گلی نمبر ۱، فیصل آباد فون نمبر ۶۱۵۸۶۴

Scanned with CamScanner

جملہ حقوق بحقِ مصنف محفوظ

نام کتاب ———— کنز الخطیب

مؤلف ———— مولانا محمد دین چشتی

طابع ———— سید حمایت رسول قادری

اشاعت ————

ایڈیشن ————

کتابت ———— محمد عاشق حسین ہاشمی، چینوٹ

پروف ریڈنگ ———— قاری محمد عمر باسط ایم۔اے (عربی)

تزئین و آرائش ———— حکیم حافظ عبدالحفیظ قادری

تعداد ———— ایک ہزار

ناشر ———— مکتبہ حامدیہ مہریہ جامع مسجد غوثیہ حامدیہ
گوبند پورہ گلی نمبر ۱، فیصل آباد

قیمت ———— ۸۰/ روپے

ملنے کے پتے

۱۔ مکتبہ نوریہ رضویہ، گلبرگ اے۔ فیصل آباد

۲۔ نوری بک ڈپو۔ امین پور بازار۔ فیصل آباد

۴۔ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لوہاری دروازہ، لاہور

۵۔ مکتبہ نوریہ رضویہ۔ گنج بخش روڈ، لاہور

۶۔ نیو القمر بک کارپوریشن۔ گنج بخش روڈ، لاہور

فہرست موضوعات

انتساب ۹
تقریظ: مفتی محمد امین صاحب ۱۰
مقدمہ: حکیم محمد سلیم چشتی صاحب ۱۱
تعارف مصنف //
مولد و منشاء //
حصول تعلیم //
بیعت ۱۳
آغاز تبلیغ و وعظ ۱۴
سفر حجاز //
تعارف کتاب //
پہلا خطبہ ۱۵
دوسرا خطبہ ۱۶
تیسرا خطبہ //
چوتھا خطبہ //
پانچواں خطبہ ۱۷
چھٹا خطبہ //
ساتواں خطبہ //
آٹھواں خطبہ ۱۸
نواں خطبہ ۱۸
دسواں خطبہ //
گیارہواں خطبہ ۱۹
بارھواں خطبہ //
خصوصیات تالیف ۲۰
ادبی محاسن ۲۱
اظہار تشکر ۲۴
کتب حوالہ جات ۲۵
ماہ ربیع الاول ۲۹
ربیع الاول کی وجہ تسمیہ ۳۰
ربیع الاول کے خصوصی نوافل ۳۱
کثرت درود پاک ۳۳
محفل میلاد کا اہتمام
ربیع الاول شریف کے اہم واقعات ۳۴
واقعہ ظہور نور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم //
عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کا قول ۳۶
واقعہ ہجرت ۳۷
اسلام کی پہلی مسجد //

Scanned with CamScanner

اسلام کی پہلی نماز جمعہ ۳۷
مسجد نبوی کی تعمیر 〃
نماز کے لیے اذان کا آغاز 〃
شراب حرام قرار دی گئی 〃
تبلیغی دعوت ناموس کا آغاز ۳۸
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ 〃
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال پاک 〃
خلیفہ اوّل کا انتخاب 〃
میلادِ مصطفیٰ کا فائدہ ۴۰
علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ۴۱
عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ ۴۵
نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۴۷
نور کی لغوی تحقیق 〃
نور کی اصطلاحی تحقیق ۴۸
نور کی اقسام 〃
نورِ بصیرت 〃
نورِ بصارت ۴۹
اصطلاحِ شریعت میں نور کی کیفیت ۵۰
نورِ حقیقی 〃
نورِ عطائی یا شعاعی ۵۱
نور کی مثال ۵۲
مثال ۵۶
مسئلہ میں غور 〃
کیا نور بشر ہو سکتا ہے؟ ۵۷
نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرقانِ حمید میں ۶۰
نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں ۶۲
نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق ۶۷
نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عبادت ۶۸
نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی عمر ۶۹
اشرف علی تھانوی کی تصدیق ۷۲
نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) اربوں سال قبل 〃
اوّلیتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۷۵
اوّل المسلمین ۷۷
منبع انوارِ انبیاء (علیہم السلام) ۸۰
معلم الانبیاء (علیہم السلام) ۸۱
میثاقِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۸۳
میثاق الانبیاء (علیہم السلام) ۸۴
دینِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) بحیثیتِ ادیانِ سابقہ ۱۰۰
آفتابِ نبوت ۱۰۲

انبیاءِ سابقین علیہم السلام کی نبوت ۱۰۳
نبوتِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) ۱۰۴
نکتہ ۱۰۵
میثاق النبیین (علیہم السلام) ۱۰۸
باعثِ کائنات ۱۱۲
منبعِ انوار ۱۲۰
باعثِ شرفِ آدم و بنی آدم ۱۲۵
شاہکارِ دستِ قدرت ۱۲۶
احسن الخالقین 〃
باعثِ احسنِ تقویم ۱۲۷
احسنِ تقویم پر ملائکہ کی رائے 〃
پیدائش آدم علیہ السلام اور روحِ خداوندی ۱۲۸
پیشانیٔ آدم علیہ السلام اور نور کے جلوے ۱۳۰
عظمتِ آدم علیہ السلام اور نورانی فرشتے 〃
سجدۂ ملائکہ کے اسباب ۱۳۳
تعظیمِ آدم علیہ السلام ۱۳۵
آدم علیہ السلام نے نورِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چوم لیا 〃
انگوٹھے چومنے کا جواز ۱۳۶
حضرت حوا علیہا السلام کی تعظیم ۱۴۰
خمیرِ مصطفیٰ پاکیزہ اصلاب میں ۱۴۲
پاکیزہ اصلاب کا ثبوت ۱۴۳
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور اس کی طہارت ۱۴۵
آباؤ اجداد کا میثاقِ طہارت ۱۴۶
نکاحِ جاہلیت ۱۴۷
نکاحِ جاہلیت کی اقسام 〃
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفاحِ جاہلیت سے طہارت ۱۴۸
خمیرِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تیاری ۱۴۹
خمیرِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیر ۱۵۰
خمیرِ نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پشتِ آدم علیہ السلام میں 〃
خمیرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تسبیح اور میثاقِ آدم علیہ السلام ۱۵۱
حضرت حوا علیہا السلام کی پیدائش 〃
حضرت آدم علیہ السلام کی شادی ۱۵۲
نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت حوا علیہا السلام کے پاس 〃
نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت شیث علیہ السلام کے پاس ۱۵۳
انتقالِ نورِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) 〃

Scanned with CamScanner

- حضرت ادریس علیہ السلام ۱۵۴
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت شیث علیہ السلام کے پاس 〃
- حضرتِ نوح علیہ السلام ۱۵۵
- طوفانِ نوح (علیہ السلام) ۱۵۶
- کشتیٔ نوح (علیہ السلام) کی نجات ۱۵۸
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت ہود علیہ السلام کے پاس ۱۵۹
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے پاس 〃
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس ۱۶۲
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) جناب ہاشم کے پاس 〃
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت عبد المطلب کی پُشت میں ۱۶۴
- عبد المطلب نام کی وجہ تسمیہ ۱۶۵
- مکہ کی سرداری 〃
- واقعہ فیل اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۶۶
- ہاتھی کا سجدہ ۱۶۷
- حضرت عبد المطلب کی پہلی شادی ۱۶۸
- نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ نمائیاں ۱۶۸
- چاہِ زمزم کا ظہور ۱۶۹
- سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان ۱۷۲
- اہلِ سنت وجماعت کا عقیدہ ۱۷۳
- سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین صالحین تھے ۱۷۵
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین خیر القرون ہیں ۱۷۸
- وضاحت ۱۷۹
- وضاحت ۱۸۰
- خیر القرون مؤمن لوگ تھے 〃
- وضاحت ۱۸۱
- والدینِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مشرف باسلام ہونا ۱۸۳
- احیاء موتیٰ خلافِ عقل وشرع نہیں ۱۸۷
- متردد کو غیبی تنبیہ ۱۸۸
- حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ایمانی کلمات ۱۹۰
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کا کلام ۱۹۲
- شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا عقیدہ
- حضرت آمنہ کے کفر پر مخالفین کی دلیل ۱۹۳
- دلیلِ مخالف کا رد اور اثباتِ ایمان ۱۹۴

- پہلا ثبوت ۱۹۴
- دوسرا ثبوت ۱۹۶
- تیسرا ثبوت 〃
- قاضی ابن العربی مالکی علیہ الرحمہ کا فتویٰ ۱۹۸
- تر و تازہ جسدِ اطہر 〃
- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے ۲۰۰
- نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ کے پاس ۲۰۱
- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی قربانی 〃
- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا حسن و جمال ۲۰۵
- اہلِ کتاب دشمن بن گئے 〃
- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ پر دشمن کی یلغار 〃
- حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی شادی ۲۰۶
- نورِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طلبگار 〃
- آمدِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی منادی ۲۰۸
- بُت تھرا کر گر گئے 〃
- شبِ انوارِ قدس 〃
- صدقہ نور کا ۲۰۹
- مبارک بادیاں ۲۱۰
- نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہانِ آب وگِل میں ظہور ۲۱۴
- ولادت سے قبل نوازشات ۲۱۵
- ولادت کی شب ۲۱۷
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دائیاں 〃
- نورانی مخلوق کی آمد ۲۱۹
- شرق و غرب کی سیر ۲۲۰
- کعبہ مجرے کو جھکا 〃
- بُت ٹوٹ گئے ۲۲۱
- مہرِ نبوت 〃
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف بُریدہ اور مختون آمد ۲۲۲
- رضاعتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲۴
- رضاعت کے لغوی معنی 〃
- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی مائیں ۲۲۵
- رضاعتِ اوّل 〃
- حضرتِ ثویبہ کا ایمان ۲۲۶
- رضاعی بھائی ۲۲۷
- دستورِ رضاعت 〃
- کاروانِ حلیمہ ۲۲۸
- قافلے کی کیفیت 〃
- قافلے کی کہانی، حضرت حلیمہ کی زبانی ۲۲۹
- درِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر حاضری ۲۳۱
- دُرِ یتیم کے خراٹے 〃
- حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حلیمہ کی گود میں 〃

Scanned with CamScanner

عالمِ شیرخوارگی میں انصاف	۲۳۲	محلّاتِ کسریٰ پر لرزہ	۲۴۷
کاروانِ حلیمہ کی خوشحالی	۲۳۳	نقطۂ عجیبہ	//
عجائبات کا ظہور	//	دریائے ساوٰی خشک ہوگیا	۲۴۸
قافلے کی واپسی	۲۳۴	آتشکدۂ فارس بجھ گیا	//
سواری کی برق رفتاری	۲۳۵	مُوبدان نے خواب دیکھا	۲۴۹
سواری کا شکرانہ	۲۳۵	سطیح	۲۵۰
ہاتفِ غیبی	۲۳۶	سطیح کی عمر	//
بستی کا مقدر جاگ اُٹھا	۲۳۷	سطیح کی کہانت	//
شیرخوارگی میں تسبیح	۲۳۸	کہانت کا خاتمہ	۲۵۴
خوش نصیب قافلہ	//	مُہرِ سکوت ثبت تھی شاہانِ وقت پر	۲۵۵
حضرت حلیمہ کی لوریاں	۲۳۹	اختتامِ رضاعت	//
کھلونا نُور کا	۲۴۰	سنِ انفطام	//
عالمِ شیرخوارگی میں طہارت	۲۴۱	عیسائیوں نے پہچان لیا	۲۵۷
جبلّی حیاداری	//	بکریوں کی رعیّت	۲۵۸
لڑکپن میں حیاداری	۲۴۲	شقّ الصدر	۲۵۹
نشوونما کی کیفیت	۲۴۳	دشمن کاہن	۲۶۲
علامہ کاشفی کا بیان	//	امانت سیّدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے سپرد	۲۶۴
لب کشائی	۲۴۴	دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کھو گیا	//
نُورِ خدا کی کرنیں	//	دُرِّ یتیم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش	۲۶۶
سایۂ ابر	//	بنو سعد میں گزرا ہوا عرصہ	۲۷۰
ظہور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ کفر پر اثرات	۲۴۶	واقعاتِ شقّ الصدر	۲۷۱
		مکہ مکرمہ میں پرورش	۲۷۲

اِنتساب

بحضور سیّد المرسلین، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین، سیّد الاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین وبارک وسلّم

بتوسّط

آفتابِ شریعت، ماہتابِ طریقت، حضرت محدّثِ اعظم پاکستان سیّدی ومولائی حضور قبلہ علّامہ محمّد سردار احمد صاحب چشتی قادری عَلَیۡہِ رَحۡمَۃُ الرَّحۡمٰن۔

ع شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدارا

حاجی محمّد دین چشتی گولڑوی

تقریظ

از حضرت علامہ مفتی محمد امین صاحب دامت برکاتہم العالیہ، فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَحْدَہٗ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ لَّا نَبِیَّ بَعْدَہٗ اَمَّا بَعْدُ

منعم علیہم کی جماعت یعنی صحیح العقیدہ سُنّیوں کی جماعت تصنیفی و تالیفی میدان میں بہت پیچھے تھی۔ لیکن الحمد للہ رب العالمین چند سالوں سے صحیح العقیدہ سُنّی علماء بھی اس تصنیفی و تالیفی میدان میں کود پڑے ہیں اور کافی حد تک یہ خلا پُر ہوتا نظر آرہا ہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔

اُن علمائے حق میں سے مولانا المکرم الفاضل المحترم حضرت مولانا **محمد دین چشتی** زیدشرفہٗ بھی ہیں، جنہوں نے میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے موضوع پر اچھوتے انداز میں کتاب بنام "کنز الخطیب" لکھی ہے۔ اس کتاب کو فقیر نے بعض مقامات میں سے دیکھا ہے۔ اس میں بعض نئی چیزیں پیش کی گئی ہیں، جو کہ عوام کے لیے نہایت مفید ثابت ہوں گی۔

دُعا ہے کہ اللہ کریم جلّ شانہٗ مولانا موصوف کو تصنیف و تالیف کی خدمات انجام دینے کی توفیق عطا فرمائے اور مسلمان بھائیوں کو ایسی کتابیں پڑھنے اور استفادہ کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین! بجاہِ حبیبہٖ رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلّم۔

فقیر ابو سعید محمد امین غفرلہٗ ولوالدیہ

محمد پورہ، فیصل آباد

از عالم باعمل، محبوب اہل سُنّت، جناب حکیم محمد سلیم چشتی صاحب مدظلہ

مُقدّمہ

تعارفِ مُصنّف

کتاب ہٰذا "کنز الخطیب" کی تصنیف عصرِ حاضر کی ایک عظیم علمی شخصیت حضرت مولانا محمد دین چشتی گولڑوی صاحب مدظلہ نے فرمائی ہے۔ آپ کے والدِ گرامی میاں محمد عبد اللہ صاحب اپنے علاقے کے متموّل زمینداروں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ کے دادا جان میاں محمد عمر ولی صاحب نیک سیرت اور خاموش طبع بزرگ تھے، اُن کی بیعت دربارِ عالیہ چورہ شریف سے تھی۔ مولانا موصوف اپنے تین بھائیوں میں منجھلے ہیں۔ آپ کے بڑے بھائی محمد امین صاحب صرف و نحو کی ابتدائی کتب پڑھنے کے بعد کھیتی باڑی کے کام میں مشغول ہو گئے اور زراعت کے پیشے کو مستقل طور پر اپنا لیا۔ مولانا کے چھوٹے بھائی ڈاکٹر محمد رفیق صاحب نے ایم بی بی ایس کیا ہوا ہے اور آج کل آزاد کشمیر میں اپنے آبائی علاقے میں خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

مَولد و منشاء

مولانا مُحمّد دین چشتی صاحب کی ولادت ۱۹۴۸ء میں جمعہ کے روز بمقام قصبہ کلراں تحصیل عباس پور آزاد کشمیر میں ہوئی۔

حُصولِ تعلیم

مولانا نے تحصیلِ علم کا آغاز اپنے آبائی قصبہ کلراں سے کیا، اور ابتدائی کتب اپنے ماموں علی محمد صاحب سے پڑھیں۔ مولانا علی محمد صاحب حضرت پیر سیّد مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء میں سے ہیں اور مولانا علی محمد صاحب ایک جیّد عالم دین ہیں اور انہوں نے مولانا نیک عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ مراڑیاں شریف گجرات اور مولانا محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ فقیہہ اعظم سیالکوٹ سے تلمذ کیا۔ مراڑیاں شریف جس کا موجودہ نام نیک آباد ہے۔ یہاں

مولانا نیک عالم رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے مولانا پیر محمد اسلم صاحب اور پوتے مولانا محمد اشرف صاحب اور ان کے بھائی اب تک "دار العلوم عالمیہ" میں علمی خدمات انجام دینے میں شہرت رکھتے ہیں۔

مولانا محمد دین چشتی صاحب ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد مزید تعلیم کے حصول کے لیے مظفرآباد تشریف لے آئے۔ یہاں پر مولانا حبیب الرحمٰن شاہ صاحب سے فارسی کی ابتدائی درسی کتب پڑھیں اور پھر احسن المدارس راولپنڈی میں داخلہ لے لیا۔ یہاں پر عربی کی کتب صرف و نحو شروع کرکے قدوری تک پڑھیں۔ اس مدرسہ میں آپ کو حضرت مولانا شاہ عارف اللہ صاحب اور حضرت مولانا محمد اعظم صاحب جیسی عظیم علمی شخصیات کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا موقع ملا۔ سنہ ۱۹۶۰ء میں جامعہ رضویہ مظہر اسلام لائل پور میں داخلہ لے لیا۔ یہاں پر آپ نے صرف بہتزال اور قوانین صرف و نحو کی کتب حضرت سید منصور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ ان کے علاوہ مفتی نواب الدین رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد عبداللہ صاحب خطیب جامع مسجد سبزی منڈی، فیصل آباد اور مولانا عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اصول الشاشی، نورالانوار، مسلم الثبوت وغیرہ مختلف علوم کی کتب کی تکمیل کی۔ آپ حضور قبلہ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف تک جامعہ رضویہ میں رہے۔

محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال شریف کے بعد جامعہ شوکت الاسلام خانیوال میں بقیہ کتب استاذ العلماء مولانا منظور احمد صاحب سے پڑھیں۔ پھر آپ جامعہ قادریہ میں چلے آئے۔ آپ نے فقہ کی کتب مفتی مختار احمد صاحب دامت برکاتہم العالیہ سے پڑھیں اور منطق کی قاضی خان تک استاذ معقول و منقول حضرت مولانا ولی النبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے مکمل کیں اور دورۂ حدیث بھی

مولانا ولی النبی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔

بیعت

آپ نے اپنے استاد محترم جناب مولانا منصور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (استاد جامعہ رضویہ) کے ارشاد کے مطابق استخارہ کیا اور حضور قبلہ عالم پیر غلام محی الدین المعروف بابوجی سرکار رحمۃ اللہ علیہ سجادہ نشین دربار عالیہ گولڑہ شریف کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ اس طرح سے آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ سے منسلک ہوگئے۔ اپنے مُرشدِ پاک کے آستانے کے علاوہ آپ ان بزرگوں کی صحبت سے بھی فیض یافتہ ہیں،

۱- پیر سید عبدالقادر شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ساہیوال
۲- پیر حاجی ہدایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مظفرآباد، آزاد کشمیر
۳- پیر سید ارشاد بادشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، چورہ شریف
۴- پیر سید محمد امین شاہ صاحب بخاری مدظلہ العالی، سید پور شریف، چکوال
یہ بزرگ بریلی شریف کے فارغ التحصیل ہیں اور ایک عظیم روحانی و علمی ہستی ہیں۔
۵- پیر طریقت صاحبزادہ قاضی محمد فضل رسول صاحب مدظلہ جگر گوشہ حضرت محدث اعظم پاکستان، سُنّی رضوی جامع مسجد، جھنگ بازار، فیصل آباد
۶- حضرت پیر سید نور حسین شاہ صاحب مدظلہ بدھال شریف، آزاد کشمیر
۷- حضرت پیر علاؤ الدین صدیقی صاحب، نیریاں شریف، آزاد کشمیر
۸- پیر طریقت حضرت علامہ مولانا معین الدین قادری رضوی مدظلہ العالی مہتمم جامعہ قادریہ رضویہ، لولے دی جھگی فیصل آباد
۹- پیر طریقت حضرت مولانا علامہ مفتی محمد امین صاحب مدظلہ العالی سرپرستِ اعلیٰ جامعہ امینیہ رضویہ، محمد پورہ، فیصل آباد

آغاز تبلیغ و وعظ

حضرت مولانا محمد دین چشتی صاحب مدظلہ العالی نے اپنے اُستاذِ محترم کے فرمان کے مطابق دورانِ تعلیم ہی تقاریر و خطبہ جمعۃ المبارک کا سلسلہ شروع فرمادیا تھا۔ یہاں تک کہ یہ سلسلہ جامع مسجد غوثیہ حامدیہ گوبند پورہ تک پہنچ گیا۔ آپ نے ۱۹۶۷ء میں جامعہ غوثیہ حامدیہ میں خطابت کے سلسلے کا آغاز فرمایا جو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تاحال جاری و ساری ہے۔ مسجد ذکر و زہد سے منور و تاباں ہے۔ ہر جمعہ کو علاقہ کے لوگ جوق در جوق خطبہ جمعہ میں شرکت کرتے ہیں اور ان کے وعظ سے مستفیض ہوتے ہیں۔

مسجد ہذا میں قرآن پاک کی ناظرہ اور حفظ کی تعلیم کا بہترین بندوبست ہے۔

اس کے علاوہ مولانا موصوف نے ۱۹۸۶ء میں جامعہ غوثیہ انوار القرآن کے نام سے مدرسہ کا آغاز کیا ہوا ہے اور اب وہ یہاں درسی کتب کی باقاعدہ تعلیم دیتے ہیں۔ اس سے پہلے آپ جامعہ قادریہ سرگودھا روڈ، فیصل آباد جامعہ شمسیہ قمریہ، ایوب کالونی، فیصل آباد، اور مدرسہ شیخ الاسلام، مدنی جامع مسجد سمن آباد، فیصل آباد میں بھی بطورِ مدرس تعلیم دیتے رہے ہیں۔

درس و تدریس کے علاوہ آپ ایک مخلص سماجی شخصیت ہیں۔ اہلِ محلہ اور خصوصاً اہل سنت و جماعت کے مسائل میں خصوصی دلچسپی لیتے ہیں ـــــ

سفرِ حجاز

آپ نے ۱۹۸۵ء میں حج بیت اللہ شریف کا شرف حاصل کیا اور پھر مدینۂ طیبہ اور روضۂ رسولِ پاک کی حاضری کی سعادت بھی حاصل کی۔

تعارفِ کتاب

یہ کتاب مستطاب مشتمل بر دُرہائے نایاب زیورِ طبع سے مزین ہو کر منصۂ شہود پر آچکی ہے۔ اسم باسمّٰی "کنز الخطیب" ہے، جو علم و وعظ اور رحمتِ حق کے

قریب ہے۔ "کنز الخطیب" کا گلدستہ بارہ مہینوں کے وعظوں پر مشتمل ہوگا۔ ہر حصہ متعلقہ ماہ کے فقہی مسائل، وظائف و اعمال اور اہم اسلامی واقعات پر مشتمل ہوگا۔ وہ نوجوان خطیب جو مصنفِ کتاب کے وعظ اور خطبوں سے متاثر ہوئے تھے۔ انہوں نے مصنفِ موصوف کی خدمت میں اپنے انداز میں تالیف کی درخواست پیش کی۔ چنانچہ مصنفِ کتاب ہذا نے نوجوان خطیبوں کی تحریک و اصرار پر قلم اٹھایا ہے۔ مصنف کتاب ہذا حضرت مولانا علامہ محمد دین چشتی صاحب مدظلہ منجھے ہوئے خطیب ہیں، اُن کے وعظ و تقریر کا یہ سلسلہ پچھلے تیس ۳۰ سالوں پر پھیلا ہوا ہے۔ اس کتاب کے پہلے حصے کا تعلق پُرانوار سراپا بہار ربیع الاول شریف سے ہے۔

امید کی جاتی ہے کہ یہ کتاب ادیبوں، خطیبوں کی لائبریریوں، سرکاری لائبریریوں کے علاوہ عام مسلمان قاری کے گھر میں بھی علم و عمل کا اجالا کرے گی۔

کنز الخطیب حصہ اول میں کل بارہ خطبے ہیں۔ ان خطبات کی مندرجہ ذیل اہم خصوصیات ہیں۔

پہلا خطبہ

حمد و ثنا کے بعد سورۃ التوبہ پارہ ۱۰ کی ۳۶ ویں آیہ مبارکہ کو عنوان بنایا گیا ہے۔ جس میں فرمایا گیا ہے "بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں" لہٰذا اسی نسبت سے مصنف نے خطبوں کی تعداد بارہ مقرر کی ہے، ویسے تو اسلامی سال کا آغاز محرم الحرام کے مہینے سے ہوتا ہے، لیکن مصنف نے میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نسبت سے آغازِ تحریر ربیع الاول کے مبارک ماہ سے کیا ہے۔

خطبۂ اول میں ربیع الاول کے لغوی اور اصطلاحی معنوں کی وضاحت، ربیع الاول کے خصوصی نوافل و عبادات، ظہورِ نور کی تاریخ بارہ ربیع الاول شریف، خلفائے راشدین اور اولیاء کرام کے اقوال، متعلق میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پیش کیے گئے ہیں۔

Scanned with CamScanner

دُوسرا خطبہ

"میلادِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا فائدہ"۔ دوسرے خطبے کا عنوان ہے۔ حمد و ثناء کے بعد سورۂ یونس پارہ گیارہ آیت اٹھاون ۵۸ کو عنوان بنایا گیا ہے اور بخاری شریف کے حوالے سے ثابت کیا گیا ہے کہ ابی لہب نے نبی پاک علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی پیدائش مبارک کی خوشی میں اپنی باندی ثوبیہ کو آزاد کر دیا تھا تو اسے میلادِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر خوشی کا اظہار کرنے کے صلہ میں قبر کے عذاب سے تخفیف حاصل ہوئی۔

تیسرا خطبہ

اس خطبے کا موضوع نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ حمد و ثناء کے بعد آیت نمبر چھ ۶ سورۃ المائدہ کی پندرھویں آیت کو عنوان قرار دیا ہے اور اس میں نور کی لغوی تحقیق جس کے لیے القاموس المحیط، فیروز اللغات وغیرہ کے حوالے دیئے گئے ہیں۔ اس کے بعد نورِ حقیقی کی شرح فرمائی گئی ہے اور اس نورِ حقیقی سے مراد اللہ تعالیٰ کے نور سے لی گئی ہے جو تمام انوار کا اصل اور واحد منبع ہے اور لفظ مِنۡکُمۡ پر بحث کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ کیا نور بشر ہو سکتا ہے؟ اس کے جواب میں قرآنی آیات اور حدیثِ مبارکہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ "حضرت جبریل امین علیہ السّلام آدمی کی شکل میں حضرت مریم علیہا السلام کے پاس آئے اور بارگاہِ حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم میں حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں تشریف لائے اور اس ضمن میں رُوح المعانی، حسینی، خازن اور نسفی وغیرہ کئی تفاسیر کے حوالہ جات دیئے گئے ہیں اور مشہور دیوبندی عالم مولوی اشرف علی تھانوی کی کتاب "نشر الطیب" سے حدیثِ جابر نقل کی گئی ہے

چوتھا خُطبہ

چوتھے خطبے کا موضوع "اوّلیتِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم ہے۔ حمد و ثناء کے بعد قرآنِ پاک کی سورۃ الحدید کی تیسری آیت کو عنوان بنایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۱۶۳

اَنَا اَوَّلُ الۡمُسۡلِمِیۡنَ سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نورِ رحمت کو تخلیقِ کائنات میں اوّلیت حاصل ہے اور اسی خطبے میں ثابت کیا گیا ہے کہ حبیبِ کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم منبعِ انوارِ انبیاء علیہم السّلام ہیں۔ اس کے علاوہ یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ معلّم الانبیاء اور صاحبِ میثاق ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ثابت کیا گیا ہے کہ دینِ مصطفےٰ بحیثیت ناسخِ ادیانِ سابقہ ہے۔

پانچواں خُطبہ

پانچویں خطبے کا موضوع "باعثِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم" ہے۔ حمد و ثناء کے بعد پارہ ۱۴ سورۃ الحجر کی پچاسیویں ۸۵ آیت کو عنوان بنایا گیا ہے اور قرآن و حدیث اور اقوالِ اولیاء سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام باعثِ کائنات ہیں۔

چھٹا خُطبہ

اس خطبے کا موضوع ہے "باعثِ شرفِ آدم و بنی آدم صلّی اللہ علیہ وسلّم" حمد و ثناء کے بعد سورۃ البلد کی پہلی اور دوسری آیت کو عنوان بنا کر ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیشانی اقدس میں رسول پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا نور جلوہ گر تھا جس کی وجہ سے وہ مسجودِ ملائکہ ہوئے اور اس خطبے میں انگوٹھے چومنے کا جواز بھی پیش کیا گیا ہے۔

سَاتواں خطبہ

اس خطبے کا موضوع "خمیرِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پاکیزہ اصلاب میں" ہے۔ حمد و ثناء کے بعد پارہ ۱۹ سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۱۷ تا ۲۱۹ کو عنوان بنایا گیا ہے اور احادیث سے ثابت کیا گیا ہے کہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا انتقال ہمیشہ پاکیزہ اصلاب میں جلوہ گر ہوا ہے جس کے لیے تفسیر کبیر، مدارج النبوۃ، الوفا باحوال المصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم، دلائل امام بیہقی سے حوالہ جات درج کیے گئے ہیں۔ اس خطبے میں واقعۂ فیل اور حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی برکات یعنی آپ کو سردارِ مکہ تسلیم کرنا جانوروں

Scanned with CamScanner

تک کا بھی آپ کا ادب کرنا ثابت کیا گیا ہے اور یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ اس نور کی برکت سے حضرت عبدالمطلب کے جسمِ اطہر سے کستوری کی مانند خوشبو آتی تھی۔ اس کے علاوہ چاہِ زمزم کے ظہور کا واقعہ جو حضرت عبدالمطلب کے دستِ مبارک سے رُونما ہوا، بیان کیا گیا ہے۔

آٹھواں خطبہ

اس خطبے کا موضوع سرکارِ دوعالم نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان ہے۔ حمد وثنا اور درود پاک کے بعد سورۃ الشعرآء پارہ ۱۹ کی آیتِ مبارکہ ۲۱۷ تا ۲۱۹ کو عنوان بنایا گیا ہے جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء واجداد میں سے کوئی بھی بُت گر یا بُت کی پوجا کرنے والا کافر و مشرک نہ تھا، بلکہ سب کے سب اسلام پر تھے۔

۲۔ اہل سنت وجماعت کا عقیدہ واضح کیا گیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین ناجی یعنی جنتی ہیں۔ نیز آپ کے والدین کریمین صالحین اور خیر القرون تھے۔

نواں خطبہ

اس خطبے کا موضوع "حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوے" ہے۔ حمد وثنا اور درود پاک کے بعد پارہ ۱۹ سورۃ الشعرآء کی آیت نمبر ۲۱۹ کو عنوان بنا کر دلائل سے ثابت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین مؤمن تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نُور کی وجہ سے شرف حاصل ہوا جس کے باعث آپ اہلِ محبت میں مقبول اور دشمنوں سے محفوظ تھے۔

دسواں خطبہ

اِس خطبہ کا موضوع "نُورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جہانِ آب و گِل میں ظہور" ہے۔ حمد وثنا اور درود پاک کے بعد سورۃ آل عمران کی ایک سو چونسٹھویں آیت مبارکہ کو عنوان بنا کر مندرجہ ذیل

اہم مسائل بیان کئے گئے ہیں،

۱۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کا مومنوں پر احسان جتایا۔ جس نے اس نعمتِ عظمیٰ کو مان لیا اور آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا، اس نے تمام نعمتوں کو مان لیا، کیونکہ سب نعمتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے توسل سے ملی ہیں۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی شب اور آپ کی دائیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

۳۔ کتبِ احادیث سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ کی پیدائش مبارک کے لمحات پر کعبہ کے کئی بُت لرزے اور مُنہ کے بل گرے۔

۴۔ کعبہ مجرے کو جھکا۔

۵۔ شرق وغرب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور سے روشن ہو گئے۔

۶۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور مختون تشریف لائے۔

گیارہواں خطبہ

اس خطبے کا موضوع "رضاعتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ حمد وثنا اور درود شریف کے بعد سُورۃ والضحیٰ، پارہ ۳۰ کو عنوان بنایا گیا ہے اور اس میں رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور ایامِ رضاعت کے کمالات اور معجزات کو بیان کیا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماؤں کا بڑے احترام کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے اور اُن کی سیرت و اولاد کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔

بارہواں خطبہ

اس خطبے کا موضوع "ظہورِ نورِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ کفر پر اثرات" ہے۔ حمد وثنا اور درود پاک

Scanned with CamScanner

کے بعد پارہ ۱۵ سورۃ بنی اسرائیل کی اکیاسیویں آیت کو عنوان بنایا گیا ہے اور حدیث پاک اور دوسری معتبر تاریخی کتب سے ثابت کیا گیا ہے کہ :

۱۔ ظہورِ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موقع پر دُنیائے کفر پر لرزہ طاری ہوگیا اُس کی تباہی و بربادی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہوگئے۔

۲۔ ایران کا آتش کدہ بجھ گیا۔

۳۔ کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے۔

۴۔ سطیح کاہن (نجومی) کا عجیب و غریب واقعہ بیان کیا گیا ہے اور یہ ثابت کیا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر کہانت کا خاتمہ ہوگیا۔

۵۔ دریائے ساوٰی خشک ہوگیا۔

اس کے علاوہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی معجزات کا ذکر ہے۔

۱۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بادل کا ٹکڑا سایہ کرتا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ساتھ چلتا۔

۲۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جسم اطہر کا سایہ نہ تھا۔

۳۔ شق الصدر کا واقعہ بہت سے پہلوؤں سے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔

۴۔ بہت سے عیسائی راہبوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی پیشگوئی کی۔

خصوصیاتِ تالیف

یہ تالیف مندرجہ ذیل خصوصیات کی بنا پر امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔

۱۔ تالیف ہذا میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مقدس ہستی کے مختلف پہلوؤں کو بڑی محنت وکاوش سے پیش کیا گیا ہے۔

۲۔ یہ کتاب عالمانہ تحقیق اور خطیبانہ نکتوں سے بھرپور ہے۔

۳۔ ہر بات کو حوالے کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔

۴۔ حوالہ جات مُستند اور معتبر کتابوں سے لیے گئے ہیں۔

۵۔ حتی الامکان حوالہ اصل کتاب دیکھ کر لگایا گیا ہے۔

۶۔ اصل کتاب نہ ملنے کی صورت میں مذکور فیہ کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۷۔ آیاتِ قرآنیہ کا ترجمہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے ترجمۂ قرآن "کنز الایمان" سے پیش کیا گیا ہے۔

۸۔ تمام عربی عبارات پر حرکات و اعراب کا اہتمام کیا گیا ہے۔

۹۔ کتاب کی عبارات کو بار بار عقیدۃ و ایمان کی کسوٹی پر پرکھا گیا ہے۔

۱۰۔ کتاب کے ادبی حُسن کو بڑھانے کے لیے اور خطیب حضرات کی ضرورت کو پورا کرنے کے لیے خوبصورت اشعار بھی موجود ہیں۔

۱۱۔ اس کتاب کی ایک اہم اور نمایاں خوبی یہ ہے کہ علماء کرام کے بار بار اصرار پر لکھی گئی ہے۔

۱۲۔ اس کتاب کے چھپنے سے پہلے ہی اس کا نصف سے زائد ایڈیشن بک ہوچکا ہے

ادبی محاسن

اس کتاب کا اسلوبِ بیان نہایت سادہ شستہ اور رواں ہے۔ اس کا عربی متن، عربی ادب اور بلاغت سے دامن تہی نہیں ہے۔ کتاب ہذا میں ہر موضوع کے آغاز میں ایک عربی خُطبہ دیا گیا ہے جو موضوعِ سخن کے اعتبار سے تشکیل دیا گیا ہے۔ مثال کے طور پر ملاحظہ فرمائیں :

موضوعِ خطاب ہے "اوّلیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم"۔ اس کے شروع میں عربی خُطبہ کا متن اس طرح سے اس موضوع کی عکاسی کرتا ہوا ملتا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَوَّرَنَا وَقَوَّانَا بِوُجُوْدِ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مَوْلَانَا وَمَلْجَانَا وَمَاوٰنَا وَسَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَوَّلُ

خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرَهٗ مِنْ نُوْرِهٖ كَمَا شَآءَ وَهُوَ سَيِّدُنَا وَنَبِيُّنَا مُحَمَّدُ نِ الْمُصْطَفٰى وَالسَّلَامُ عَلٰى اٰلِهِ الطَّاهِرِيْنَ وَ اَصْحَابِهِ الصَّالِحِيْنَ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط

اس عربی خطبہ کے اندر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولیت کا ذکر کیا گیا ہے اور اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِیْ کا مفہوم خطبہ میں سمو دیا گیا ہے۔ اسی طرح سے "خمیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اصلاب میں" اس موضوع کے تحت دیا گیا خطبہ بھی ملاحظہ ہو:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَقَلَ نُوْرَ حَبِيْبِهٖ فِی الْاَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ بُعِثَ خَيْرَ قُرُوْنِ بَنِىْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كَانَ فِيْهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى اٰلِهِ الْمُتَّقِيْنَ وَ اَصْحَابِهِ الصَّادِقِيْنَ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِهِ الصَّالِحِيْنَ وَ اَوْلِيَآءِ اُمَّتِهِ الْكَامِلِيْنَ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط

اس خطبہ میں بھی موضوعِ خطاب کی مناسبت کا پورا پورا لحاظ رکھا گیا ہے اور حضور سرکارِ دو عالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اُس حدیث پاک کا مفہوم بیان کیا ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مجھے خیر القرون میں ایک قرن کے بعد دوسرے قرن میں منتقل فرمایا ہے۔

اسی طرح سے یہ کتاب اُردو ادب کی رنگینی بھی اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، جگہ جگہ اُردو ادب کے جواہر پارے موجود ہیں۔ ان جواہر پاروں میں سے ایک پیش خدمت ہے:

"حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک مہینہ جب بھی آتا ہے، بہاروں سے بھرپور ہی ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کے اندر موسمِ بہار کا ہونا اس کی بہاروں کا کوئی لازمی

جزو نہیں ہے۔ وہ کونسی بہار ہے جو اس ماہِ مبارک کا لازمی جزو بن گئی ہے؟ وہ بہار ماہِ نبوت، بدرِ منیر، محبوبِ ربِ قدیر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کی جہانِ آب و گِل میں آمد کی بہار ہے اور اس بہار کے آنے سے تو بہاروں پر اور بھی بہاریں آجاتی ہیں۔" (ص ۳۰)

القصہ یہ کتاب خیرِ کثیر کی حامل ہے اور اس کا قاری یقیناً اس سے علمی اور عملی زندگی میں بھرپور استفادہ کر سکے گا۔ میری دُعا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ علماء اہلِ سنت کی تبلیغ دین کے سلسلہ میں ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور خاص طور پر حضرت مولانا محمد دین چشتی صاحب دامت برکاتہ العالیہ اور اُن کے معاونین کو اپنے اس تبلیغی سلسلہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

حکیم محمد سلیم چشتی (ایم۔اے)
پرتاب نگر۔ گلی نمبر ۳۔ فیصل آباد

Scanned with CamScanner

اظہارِ تشکّر

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللہَ (الحدیث)

خالق کائنات کا لاکھ لاکھ شکر ہے جس نے بے شمار نعمتیں عطا فرمائیں اور نعمت کبریٰ حبیب کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کے اُمتی ہونے کا شرف عظیم عطا فرمایا اور پیغام حق بندگانِ حق تک پہنچانے کی سعادت سے مشرف فرمایا اور اس کتاب "کنز الخطیب" کی تحریر کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے بہترین معاون عطا فرمائے۔ ان معاونین میں سرفہرست جناب قاری محمد عمر باسط صاحب ایم اے عربی اور ایم اے اسلامیات ہیں۔ قاری صاحب موصوف پابند شریعت، خوش اخلاق، پُرخلوص اور پیکرِ وفا ہونے کے ساتھ ساتھ انتہائی محنتی اور ذہین بھی ہیں جو کہ جامعہ غوثیہ انوار القرآن میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں اور منجھے ہوئے خطیب بھی ہیں۔ ان کے علاوہ استاذ الحکماء سابق پرنسپل طبیّہ کالج فیصل آباد جناب حکیم محمد سلیم صاحب چشتی ایم۔ اے کا خصوصی تعاون شامل ہے۔ حکیم صاحب موصوف نے اپنا انتہائی قیمتی وقت عطا فرما کر نہ صرف راہنمائی، بلکہ حوصلہ افزائی بھی فرمائی۔ جناب حکیم صاحب مدظلّہ اہل علم میں ایک جانی پہچانی شخصیت ہیں اور فن تصنیف و تالیف کے ماہر ہیں۔ علاوہ ازیں آپ کی مشائخ کرام اور علماء اہل سُنّت سے انتہائی وابستگی ہے۔ آپ کے شاگرد رشید مولانا حافظ حکیم عبد الحفیظ صاحب قادری کا پرخلوص اور ماہرانہ تعاون ہمارے لیے کتابت و طباعت کے مرحلے میں مشعل راہ بنا اور ان کے علاوہ جناب عاشق حسین ہاشمی صاحب نے نہایت خلوص اور لگن کے ساتھ کتابت کے فرائض سرانجام دیئے۔ میں اپنے ان تمام معاونین کا دل کی اتھاہ گہرائیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس مساعیٔ جمیلہ میں میرا ساتھ دیا۔ دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہماری اس سعی کو شرفِ قبولیت عطا فرمائے۔ (آمین)

خادم اہل بیت و اصحاب علیہم الرضوان
محمد دین چشتی گولڑوی

کنز الخطیب کا یہ حصّہ مندرجہ ذیل کتب کے حوالہ جات سے مزیّن ہے

نمبر شمار	اسماء کتب
	قرآن
۱	القرآن الکریم
	تفسیر و ترجمۂ قرآن
۲	تنویر المقیاس من تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہما
۳	تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن (عربی)
۴	تفسیر جلالین (عربی) جلال الدین محلی و جلال الدین سیوطی رحمہما اللہ تعالیٰ
۵	تفسیر حسینی (اردو)
۶	تفسیر خازن
۷	تفسیر رُوح البیان (عربی)
۸	تفسیر رُوح المعانی (عربی) سید محمود آفندی آلوسی
۹	تفسیر صاوی (عربی)
۱۰	تفسیر کبیر (عربی)
۱۱	تفسیر الکشّاف (عربی) ابو القاسم محمود بن عمر الزمخشری

نمبر شمار	اسماء کتب
۱۲	ترجمہ کنز الایمان (اُردو) مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ
۱۳	تفسیر معالم التنزیل (عربی) ابو محمد حسین بن مسعود الفراء البغوی
۱۴	تفسیر مواہب الرحمٰن سید امیر علی ملیح آبادی
۱۵	تفسیر نسفی (عربی) عبد اللہ بن احمد نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ
	حدیث - فنِ حدیث
۱۶	جامع الترمذی (عربی)
۱۷	الجامع الصحیح للبخاری (عربی)
۱۸	الجامع الصحیح للمسلم (عربی)
۱۹	دارقطنی (عربی)
۲۰	کشف الغمّۃ (عربی)
۲۱	مستدرک للحاکم (عربی)
۲۲	مشکوٰۃ المصابیح (عربی)

Scanned with CamScanner

نمبر شمار	اسمائے کتب
۲۳-	مقاصدِ حسنہ
۲۴-	الوفا باحوال المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (عربی)
۲۵-	شرح الشفاء (عربی)
۲۶-	عمدۃ القاری شرح البخاری (عربی)
۲۷-	فتح الباری شرح البخاری (عربی)
۲۸-	مطالع المسرات (عربی)
۲۹-	السابق واللاحق (عربی) خطیب بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۰-	غرائب مالک (عربی) امام ابن عساکر رحمۃ اللہ تعالیٰ
۳۱-	الناسخ والمنسوخ (عربی) امام ابن شاہین رحمہ اللہ تعالیٰ

مقاماتِ نبوت

نمبر شمار	اسمائے کتب
۳۲-	اَلتَّعْظِیْمُ وَالْمِنَّةُ فِیْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ - امام جلال الدین سبکی رحمہ اللہ
۳۳-	جواہر البحار (مترجم اُردو)
۳۴-	الخصائص الکبریٰ (عربی) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۵-	دلائل النبوۃ (عربی) امام بیہقی رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	اسمائے کتب
۳۶-	شواہد النبوۃ (مترجم اُردو) مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۷-	مدارج النبوۃ (فارسی) شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۳۸-	معارج النبوۃ (فارسی)
۳۹-	نشر الطیب (اُردو) اشرف علی تھانوی

میلاد

نمبر شمار	اسمائے کتب
۴۰-	میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم (مترجم اُردو) علامہ ابن جوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

سیرت

نمبر شمار	اسمائے کتب
۴۲-	انوارِ محمدی (اردو)
۴۳-	زرقانی شرح مواہب لدنیہ (عربی)
۴۴-	سیرتِ حلبیہ (عربی)
۴۵-	ذکرِ حسین اُردو مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمہ اللہ تعالیٰ
۴۶-	سیرتِ رسولِ عربی (اُردو) مولانا نور بخش توکلی رحمہ اللہ تعالیٰ

نمبر شمار	اسمائے کتب
۴۷-	فتوحاتِ احمدیہ (عربی) علامہ سلیمان جمل رحمہ اللہ تعالیٰ
۴۸-	مختصر سیرت الرسول (عربی) عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی

تاریخ

نمبر شمار	اسمائے کتب
۴۹-	تاریخ ابن ہشام
۵۰-	تواریخ حبیب اللہ

لغت

نمبر شمار	اسمائے کتب
۵۱-	فیروز اللغات (اردو، عربی)
۵۲-	القاموس المحیط (عربی سے عربی)
۵۳-	المنجد (عربی سے، اُردو)

منظوم کتب

نمبر شمار	اسمائے کتب
۵۴-	حدائق بخشش (اُردو) مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ
۵۵-	شاہنامہ اسلام (اُردو) حفیظ جالندھری
۵۶-	شرح قصیدۃ الہمزیۃ (عربی)
۵۷-	قصیدۃ البردۃ (عربی) امام بوصیری رحمہ اللہ تعالیٰ
۵۸-	القصیدۃ الہمزیۃ النبویۃ (عربی) احمد شوقی بک
۵۹-	مسدس حالی (اُردو) الطاف حسین حالی
۶۰-	میلادِ اکبر (اُردو) اکبر وارثی

متفرق کتب

نمبر شمار	اسمائے کتب
۶۱-	بحر العلوم (عربی) امام نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ
۶۲-	تہذیب التہذیب (عربی)
۶۳-	الحاوی للفتاوی (عربی) امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ
۶۴-	الحدیقۃ الندیۃ (عربی)
۶۵-	صلوٰۃ مسعودی (عربی)
۶۶-	عبرۃ قاہرۃ (عربی) سید شریف مصری
۶۷-	فتاویٰ شامی (عربی)
۶۸-	فضائل الایام (اُردو) مولانا نور محمد قادری
۶۹-	فیصلہ ہفت مسئلہ (اُردو) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی
۷۰-	کتاب العرائس (عربی)
۷۱-	نزہۃ المجالس (مترجم اُردو)
۷۲-	نبراس شرح شرح عقائد (عربی)
۷۳-	والدین مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم (اُردو) مولانا احمد رضا خاں بریلوی رحمہ اللہ

Scanned with CamScanner

تأثرات

حضرت علامہ پروفیسر قاری محمد اقبال صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ زرعی یونیورسٹی۔ فیصل آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمد وعلیٰ اٰل سیدنا محمد وبارک وسلّم

طباعتِ ثانیہ کے لئے عربی عبارات پر نظرِ ثانی کرتے ہوئے "کنز الخطیب" کو تقریباً بالاستیعاب دیکھنے کا موقع ملا۔ مجموعی تاثر یہ ہے کہ یہ کتاب مفید مباحث پر مشتمل ہے۔ اور محافلِ میلادِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم) کی ضروریات کو پورا کرتی ہے۔ ذکرِ ولادت اور اس کے متعلقات پر مشتمل "اسلامی ادب میں یہ وقیع اضافہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کتاب کو شرفِ قبولیت عطا فرماتے ہوئے صاحبِ کتاب علامہ مولانا محمد دین چشتی صاحب کے علم و عمر میں برکت عطا کرے۔ اور اس تالیف کو ان کیلئے ذخیرۂ آخرت بنائے۔ آمین۔

قاری محمد اقبال
۱۰/۱/۹۲ (مہر)

حضرت علامہ پروفیسر قاری محمد افضل جوہر صاحب صدر شعبہ علوم اسلامیہ گورنمنٹ فیڈرل کالج (ایچ۔۹) اسلام آباد

باسمہ تعالیٰ۔ کتاب مستطاب "کنز الخطیب" کا میں نے بالاستیعاب مطالعہ کیا اور اسے کنزِ خطابت ہی نہیں مخزنِ علم و حکمت بھی پایا۔ فاضل مصنف نے تحقیق و تدقیق کے ساتھ ساتھ ذوقِ ادب سے حسنِ لطافت کو خوب نکھار دیا۔ کتاب کی خاص خوبی یہ ہے کہ صرف مستند حوالہ جات پر اکتفا کرنے کی بجائے کتبِ محولہ کی اصل مطلوبہ عبارات بلفظہٖ نقل کر کے تحقیق کے گوہرِ مقصود تک رسائی حاصل کرنے کے خواہاں صاحبانِ علم و دانش کو کمیاب و گراں بہا کتب کی ورق گردانی کی محنتِ شاقہ سے مستغنی کر دیا۔ بایں ہمہ عالمانہ طرزِ استدلال، صوفیانہ رنگِ کمال اور واعظانہ ذوقِ جمال سے کتاب کا دامن مالا مال ہے۔ بدیں وجوہ یہ کاوش طلبہ، علماء اور خطباء کیلئے ایک نعمتِ غیر مترقبہ ہے۔ دعا ہے کہ ربِ ذوالجلال مصنف موصوف کے رشحاتِ قلم کا سلسلہ پُر بہار، برقرار و برق رفتار رکھے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

احقر — افضل جوہر

ماہِ ربیع الاوّل

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهِ اللَّبِيْبِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِيْنَ حَبِيْبِنَا وَطَبِيْبِنَا سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مَلْجَاَنَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَهْلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

(سورۃ التوبۃ پارہ ۱۰ آیت ۳۶)

ترجمہ: "بے شک مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ اللہ کی کتاب میں، جب سے اس نے آسمان اور زمین بنائے۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سال کے بارہ مہینوں کا تذکرہ فرمایا ہے۔ ان بارہ مہینوں میں تیسرا مہینہ ربیع الاوّل شریف کا ہے اور اس ماہِ مبارک کا تعلق میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ہے۔ اس ماہِ مبارک کا مختصر تعارف پیش خدمت ہے۔

Scanned with CamScanner

ربیع الاوّل کی وجہ تسمیہ

اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاوّل شریف ہے۔

ربیع الاوّل کا لفظی معنی "پہلی بہار" ہے۔ اس ماہِ مبارک کے اس نام کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ جس وقت اس مہینے کا نام رکھا گیا، اُس وقت بہار کا موسم شروع ہو رہا تھا۔ اسی بنا پر اس ماہِ مبارک کا نام ربیع الاوّل رکھ دیا گیا لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مبارک مہینہ جب بھی آتا ہے، بہاروں سے بھرپور ہوتا ہے، لہٰذا اس کے اندر موسمِ بہار کا ہونا اس کی بہاروں کا کوئی لازمی جزو نہیں۔ وہ کون سی بہار ہے جو اس ماہِ مبارک کا لازمی جزو بن گئی — ؟ وہ بہار ماہِ نبوّت، بدرِ منیر، محبوبِ ربِّ قدیر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جہانِ آب و گِل میں آمد کی بہار ہے اور اس بہار کے آنے سے تو بہاروں پر اور بھی بہاریں آجاتی ہیں ؎

وُلِدَ الْهُدٰى فَالْكَائِنَاتُ ضِيَاءٌ
وَفَمُ الزَّمَانِ تَبَسُّمٌ وَثَنَاءٌ (احمد شوقی)

ترجمہ: "سراپائے ہدایت نے جنم لیا تو ساری کائنات روشنی کا گہوارہ بن گئی اور زمانے کا منہ مجسّمۂ تبسّم و تعریف بن گیا۔" ؎

جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اُس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

؎ لِهٰذَا الشَّهْرِ فِي الْإِسْلَامِ فَضْلٌ
وَمَنْقَبَةٌ تَفُوْقُ عَلَى الشُّهُوْرِ
رَبِيْعٌ فِيْ رَبِيْعٍ فِيْ رَبِيْعٍ
وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

ترجمہ: "اس ماہِ مبارک کو اسلام میں بہت فضیلت حاصل ہے اور اس کی تعریف و توصیف تمام مہینوں سے بڑھ کر ہے۔
ربیع الاوّل کی بہار کو بھی حقیقی بہار کا مزہ آنے لگا ہے
اور ہر طرف نور ہی نور چھاتا جا رہا ہے۔"

؎ بہار ہے اب بہار میں آئی فصلِ بہار ہے
نور دیکھو چھا رہا ہے نور ہی اُوپر تلے (محمد عمر باسط)

مختصر یہ کہ ربیع الاوّل شریف وہ پُر بہار مہینہ ہے جس کی آغوش میں نورِ مبین کے جلوے ہمیشہ روشن رہیں گے اور کائنات اُن جلووں سے ہمیشہ تابناک و منوّر رہے گی۔

ربیعُ الاوّل کے خصوصی نوافل

ترکیبِ اوّل: ربیع الاوّل شریف ایک طرف تو رسولِ اعظم رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادتِ باسعادت کا مہینہ ہے تو دوسری طرف حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پاک کا بھی یہی مہینہ ہے۔ اس لیے تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین و تبع تابعین اور دیگر بزرگانِ دین کا یہ دستور رہا ہے کہ وہ ماہِ ربیع الاوّل شریف میں یکم سے لے کر بارہ تاریخ تک روزانہ بیس ۲۰ رکعت نوافل ادا فرماتے۔ ان نوافل کے ادا کرنے کی ترکیب یہ ہے کہ ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد اکیس ۲۱ مرتبہ سورۂ اخلاص (یعنی قل ھو اللہ احد) پڑھی جائے۔ بعد از فراغتِ نوافل ان کا ثواب حضور سراپا نور، شافعِ یوم النشور، رحمۃ للعالمین، ختم المرسلین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں ہدیۃً تحفۃً پیش کیا جائے۔

اگر یکم ربیع الاوّل تا ۱۲ ربیع الاوّل شریف روزانہ ان نوافل کو ادا نہ کرسکیں تو کم از کم دوؔ اور بارہؔ ربیع الاوّل شریف کو ان نوافل کو ضرور ادا کرنا چاہیے۔ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان نوافل کے ادا کرنے والوں کو خواب میں بھی زیارت سے مشرّف فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ جنّت کی خوشخبری بھی سُنائی ہے۔ (فضائل الایام ص ۳۵۸، بحوالہ جواہر غیبی)

یہ بات ذہن نشین رہنی چاہیے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حالتِ خواب میں دیکھنا بالکل ایسے ہی ہے جیسے حقیقت میں آپ ہی کی زیارت ہوئی ہے۔ اور یہ کہ خواب میں حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کرتا، آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی کی زیارت سے مشرّف ہوتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ ط (مشکوٰۃ ص ۳۹۴)

ترجمہ: "جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے حقیقت میں مجھے ہی دیکھا"۔

ترکیبِ ثانی: ماہِ ربیع الاوّل شریف کی پہلی شب کو سولہ رکعت نماز نفل دو دو کرکے ادا کی جائے۔ ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بعد تین تین بار سورۃ اخلاص پڑھی جائے۔ پھر ان سولہ رکعتوں کو ادا کرچکنے کے بعد اس درود شریف کو ایک ہزار مرتبہ وِرد کریں:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ۔

پاک صاف اور باوضو ہوکر نوافل اور درود پاک پڑھ کر زیارتِ حضور سیّدِ ابرار احمدِ مختار صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دل میں نیّت کرکے سوجانا چاہیے۔

(فضائل الایام ص ۳۵۹، بحوالہ کتاب الاوراد)

کثرتِ درودِ پاک

ربیع الاوّل شریف کا مہینہ چونکہ حضور پُرنور شافعِ یومِ النشور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وِلادت باسعادت کا مبارک مہینہ ہے اور اس ماہِ مقدّس کو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذاتِ اقدس کے ساتھ خاص نسبت ہے، اس لیے اس ماہِ مبارک ربیع الاوّل میں درود پاک کی بہت زیادہ کثرت کرنی چاہیے اور اس ماہِ مقدّس کا خصوصی اور بہترین وظیفہ درود پاک ہی ہے۔ ذیل میں چند ایک درود پاک بمعہ اُن کی فضیلت کے نقل کیے جاتے ہیں:

۱۔ روایات میں ہے کہ جو خوش نصیب اس درود پاک کو ربیع الاوّل میں ہر روز بعد از نماز عشاء ایک ہزار ایک سو پچیس (۱۱۲۵) مرتبہ پڑھتا ہے، وہ ایک روز انشاء اللہ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء کی زیارت سے مشرّف ہوگا۔ درود پاک یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ط

(فضائل الایام ص ۳۵۸)

۲۔ اس درود پاک کا ربیع الاوّل شریف میں سوا لاکھ یعنی ایک لاکھ پچیس ہزار مرتبہ وِرد کرنے والا بھی خواب میں سرکارِ مدینہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت سے مشرّف ہوتا ہے۔ درود پاک یہ ہے: اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط

(فضائل الایام ص ۳۵۸)

ان وظائف کے علاوہ ربیع الاوّل شریف میں میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرنا اور مدحتِ رسولِ عربی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں ہر گھڑی مشغول رہنا بہت بڑی سعادت ہے اور اس میں دُنیا و آخرت کے بے شمار فائدے ہیں۔ (اثبات المولد والقیام ص ۲۱)

Scanned with CamScanner

ربیع الاوّل شریف کے اہم واقعات

ربیع الاوّل اسلامی سال کے مہینوں میں ایک اہم مقام رکھتا ہے۔ اس ماہِ مبارک میں تاریخِ اسلام کے بہت سے اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اس ماہِ مقدس میں وقوع پذیر ہونے والے تمام واقعات کو شمار میں لانا اور تحریر کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں، لہٰذا یہاں اس ماہِ مبارک کے چند نہایت ہی اہم واقعات کو مختصراً اور اشارتاً پیش کرتے ہیں:

واقعۂ ظہورِ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم

اس ماہِ مبارک کا سب سے اہم مشہور واقعہ ظہورِ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم یعنی میلادالنبی صلّی اللہ علیہ وسلّم کا واقعہ ہے۔ رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے عام الفیل ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو اس جہان میں ظہور فرمایا۔ بعض علماء کرام ۱۲ ربیع الاوّل شریف کو حضورِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت باسعادت پر اختلاف کرتے ہیں، لیکن علماء و محققینِ امت کی اکثریت ۱۲ ربیع الاوّل شریف کی ہی قائل ہے۔ لہٰذا ۱۲ ربیع الاوّل ہی ولادتِ مبارک کی زیادہ معتبر اور مستند تاریخ ہے۔ اس موقع پر چند مستند کتابوں کے حوالے پیشِ خدمت ہیں، جن کے مصنفین اہلِ اسلام کی مانی ہوئی اور جانی پہچانی شخصیات ہیں:

۱۔ الوفا باحوال المصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم — لابن جوزی ج ا ص ۹۰

۲۔ میلاد النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم — لابن جوزی ص ۵۰

۳۔ النعمۃ الکبریٰ علی العالم — لابن حجر الہیتمی ص ۶۲

۴۔ مدارج النبوۃ (فارسی) — لشیخ عبدالحق محدث دہلوی ج ۲ ص ۲۳

۵۔ معارج النبوۃ (اردو ترجمہ) — معین کاشفی الہروی ج ۲ ص ۸۵

ان کتابوں کے علاوہ تاریخ ابنِ ہشام یعنی "السیرۃ النبویۃ لابن ہشام" میں درج ذیل عبارت ہے:

قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ مُحَمَّدٍ عَبْدُ الْمَلِكِ بْنِ هِشَامٍ قَالَ حَدَّثَنَا زِيَادُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ الْبَكَائِيُّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ الْمُطَّلِبِيِّ قَالَ وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مِّنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ۔ (ص ۱۰۷)

ترجمہ: "ہم سے ابو محمد عبدالملک بن ہشام نے بیان کیا اور کہا کہ ہم سے زیاد بن عبداللہ البکائی نے محمد بن اسحاق مطلبی سے روایت کیا۔ انہوں نے کہا کہ حضور سرورِ دوعالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادتِ باسعادت عام الفیل میں ماہ ربیع الاوّل کی ۱۲ تاریخ بروز پیر ہوئی۔"

امام بیہقی نے یہی روایت باختلافِ الفاظ و روایات یوں بیان فرمائی ہے:

حَدَّثَنَا اَبُوْ حُسَيْنِ بْنُ الْفَضْلِ، قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ: حَدَّثَنَا يَعْقُوْبُ بْنُ سُفْيَانَ قَالَ: حَدَّثَنِيْ عَمَّارُ بْنُ حَسَنِ النَّسَائِيُّ قَالَ: حَدَّثَنِيْ سَلْمَى بْنُ الْفَضْلِ قَالَ: قَالَ مُحَمَّدُ بْنُ اِسْحَاقَ: وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيْلِ لِاثْنَتَيْ عَشْرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ۔ (دلائل النبوۃ لامام البیہقی ج ۱ ص ۷۴)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: "(راویوں کی فہرست کے بعد) محمد بن اسحاق نے فرمایا کہ حضور اکرم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل میں ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو پیر کے دن تولّد ہوئے۔"

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی کا عقیدہ

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نے اپنی سیرت کی کتاب "مختصر سیرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم" میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہونے کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

وُلِدَ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِثَمَانٍ خَلَوْنَ مِنْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ، اِخْتَارَهٗ وَقِيْلَ لِعَشَرَةٍ مِنْهُ وَقِيْلَ لِاِثْنَتَيْ عَشَرَةَ خَلَتْ مِنْهُ۔

ترجمہ: "رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ربیع الاول کی آٹھ تاریخ کو تولّد ہوئے۔ بعض نے اس تاریخ کو اختیار کیا ہے اور کہا گیا کہ ربیع الاول شریف کی دس تاریخ کو اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ربیع الاول کے بارہویں روز۔"

اس کے علاوہ دیوبندی مسلک کی مشہور شخصیت اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی معروف کتاب "نشر الطیب" مطبوعہ تھانہ بھون صفحہ ۲۱ پر ۱۲ ربیع الاول شریف کا تذکرہ کیا ہے۔

ان تمام روایات سے اور ان تمام معروف شخصیات کی تحریروں سے یہ بات پایۂ ثبوت و تحقیق کو پہنچ جاتی ہے کہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادتِ باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف ہی ہے اور اس پر تمام اُمتِ مسلمہ کا اتفاق ہے۔

واقعۂ ہجرت

ماہِ ربیع الاول شریف کا دوسرا اہم واقعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے کا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس ماہِ مبارک کی پہلی تاریخ کو غارِ ثور میں پہنچے تھے۔ غارِ ثور میں تین دن قیام فرمانے کے بعد ۴ ربیع الاول کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غارِ ثور سے مدینہ طیبہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آٹھ ربیع الاول شریف سنہ ۱ھ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کی نواحی بستی قبا میں وارد ہوئے۔

اسلام کی پہلی مسجد

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۸ ربیع الاول سنہ ۱ھ کو قبا کی بستی میں تاریخ اسلام کی پہلی مسجد "مسجدِ قبا" کی بنیاد رکھی۔

اسلام کی پہلی نمازِ جمعہ

۱۲ ربیع الاول شریف سنہ ۱ھ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاریخِ اسلام کی سب سے پہلی نمازِ جمعہ ادا کی اور اسی روز تاریخِ اسلام کا سب سے پہلا خطبۂ جمعہ دیا گیا۔

مسجدِ نبوی کی تعمیر

۱۹ ربیع الاول شریف سنہ ۱ھ میں مسجدِ نبوی شریف کی بنیاد رکھی گئی۔

نماز کے لیے اذان کا آغاز

ماہِ ربیع الاول سنہ ۱ھ میں ہی نماز کیلئے اذان کی ابتدا ہوئی۔

شراب حرام قرار دی گئی

ربیع الاول سنہ ۴ھ کو قطعی طور پر بحکمِ الٰہی شراب نوشی حرام قرار دی گئی۔ مدینہ طیبہ کی نالیوں میں شراب پانی کی طرح بہا دی گئی۔

تبلیغی دعوت ناموں کا آغاز

ہجرت کے ساتویں سال ربیع الاول کے مہینے میں رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بہت سے بادشاہوں اور مختلف قبیلوں کے سرداروں کے نام تبلیغی خطوط بھیجنے کا آغاز کیا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری خطبہ

ربیع الاول شریف ۱۱ھ کو حضور پُرنور شافع النشور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی زندگی کا آخری خطبہ ارشاد فرمایا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصالِ پاک

اسی ماہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ کو بیمار آقا، غمگسار، سیدِ ابرار، رحمۃ للعالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے عالمِ دُنیا سے عالمِ برزخ کی طرف رضائے الٰہی سے وصال فرمایا۔

(صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَبَارَكَ وَسَلَّمَ)

خلیفۂ اوّل کا انتخاب

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ مبارک کے روز ہی یعنی ۱۲ ربیع الاول شریف کو مسلمانوں کے خلیفۂ اوّل خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا انتخاب کیا گیا۔

زالوفا ص ۷۸۹ - سیرتِ رسولِ عربی، ص ۶۷ ملخصاً

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ۝

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فائدہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَنْعَمَ بِالْبَعْثِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْنَا فَنَحْمَدُهٗ وَنَشْكُرُهٗ عَلٰى هٰذِهِ النِّعْمَةِ الْكُبْرٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنْ هُوَ النِّعْمَةُ الْكُبْرٰى لَنَا، سَيِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَمَلْجَاُنَا وَمَاْوٰنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ،

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝ (سورۃ یونس، آیت ۵۸ پ ۱۱)

ترجمہ: "تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں، وہ اُن کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔" (کنزالایمان)

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اور رحمت کے ملنے پر خوشی منانے کا حکم ارشاد فرمایا ہے۔ کسی پیاری چیز کے ملنے سے دل کو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں اور ظاہر ہے کہ ہدایت، رحمت، شفا، صحت بلکہ جملہ انعام واکرام کا ملنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری پر موقوف ہے تو جب عام نعمتوں کے ملنے پر خوشی منانا جائز ہے تو وہ ذاتِ مقدس مکرم

Scanned with CamScanner

کہ قرآن و ایمان اور معرفتِ رحمان، جن کے وسیلے سے حاصل ہوئی، جو فضلِ رب العالمین بھی ہیں اور رحمۃ للعالمین بھی، جن کی آمد باعثِ ایجادِ عالم و عالمیان ہے۔ جو فخرِ آدم و بنی آدم ہے۔ اُس پیارے محبوب پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آمد پر بھی خوشی منانا جائز ہے۔

کوئی مال کے ملنے پر خوشی مناتا ہے، کوئی بچے کی سالگرہ رچاتا ہے اور سُنّی مسلمان اپنے آقا و مولا علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آمد پر خوشی منا کر عقیدت و محبت کا اظہار کرتا ہے۔ اسی لیے کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

نہ مال اولاد کا صدقہ، نہ کاروبار دا صدقہ
اسیں تے کھانے ہاں یار و خدا دے یار دا صدقہ

بخاری شریف میں ہے: (ج ۲ - ص ۷۶۴)

قَالَ عُرْوَةُ وَثُوَيْبَةُ مَوْلَاةٌ لِأَبِي لَهَبٍ وَكَانَ أَبُو لَهَبٍ أَعْتَقَهَا فَأَرْضَعَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ أُرِيَهُ بَعْضُ أَهْلِهِ بِشَرِّ حِيبَةٍ قَالَ لَهُ مَاذَا لَقِيتَ قَالَ أَبُو لَهَبٍ لَمْ أَلْقَ بَعْدَكُمْ غَيْرَ أَنِّي سُقِيتُ فِي هٰذِهِ بِعَتَاقَتِي ثُوَيْبَةَ۔

ترجمہ: "حضرت عروہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ثوبیہ ابولہب کی باندی تھی جسے اُس نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا، اس نے حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو بھی دودھ پلایا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اس کے بعض اہل (حضرت عباس رضی اللہ عنہ) نے اسے بہت بُری حالت میں دیکھا اور اس سے پوچھا، مرنے کے بعد تیرا کیا حال رہا؟ ابولہب نے کہا تم سے جدا ہو کر میں نے کوئی راحت نہیں پائی، سوائے اس کے کہ میں تھوڑا سا سیراب کیا جاتا ہوں، اس لیے کہ میں

نے ثوبیہ کو حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی پیدائش کی خوشی میں آزاد کیا تھا۔"

اور اسی حدیثِ پاک کی تشریح کرتے ہوئے امام حافظ احمد بن علی حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فتح الباری شرح بخاری میں یوں فرماتے ہیں:

وَذَكَرَ السُّهَيْلِيُّ أَنَّ الْعَبَّاسَ قَالَ لَمَّا مَاتَ أَبُو لَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِي مَنَامِي بَعْدَ حَوْلٍ فِي شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِيتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً إِلَّا أَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّي كُلَّ يَوْمِ اثْنَيْنِ قَالَ وَذٰلِكَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الِاثْنَيْنِ وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ أَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهِ فَأَعْتَقَهَا۔ (فتح الباری جلد ۹، ص ۱۳۴)

ترجمہ: "سہیلی نے ذکر کیا حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابولہب جب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اُسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت بُرے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تمہارے بعد مجھے کوئی راحت نصیب نہیں ہوئی لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ اس وجہ سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثوبیہ نے ابولہب کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشخبری سُنائی تو ابولہب نے اسے آزاد کر دیا۔"

برادرانِ اسلام! ابولہب کافر تھا اور ہم مسلمان ہیں۔ جب کافر کو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت کی خوشی پر فائدہ پہنچا تو ہم غلاموں کو یقیناً بدرجۂ اولیٰ فائدہ حاصل ہوگا۔

علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

علامہ محمود بن احمد عینی عمدۃ القاری شرح بخاری میں فرماتے ہیں:

وَذَكَرَ سُهَيْلِيُّ اَنَّ الْعَبَّاسَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ لَمَّا مَاتَ اَبُوْلَهَبٍ رَأَيْتُهُ فِيْ مَنَامِيْ بَعْدَ حَوْلٍ فِيْ شَرِّ حَالٍ فَقَالَ مَا لَقِيْتُ بَعْدَكُمْ رَاحَةً اِلَّا اَنَّ الْعَذَابَ يُخَفَّفُ عَنِّيْ كُلَّ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ قَالَ وَذَالِكَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وُلِدَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَكَانَتْ ثُوَيْبَةُ بَشَّرَتْ اَبَا لَهَبٍ بِمَوْلِدِهٖ فَاَعْتَقَهَا۔ (عمدۃ القاری ج۲۰ ص۹۵)

ترجمہ: "ذکر کیا سہیلی نے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب ابولہب مرگیا میں نے اُسے ایک سال بعد خواب میں بہت بُری حالت میں دیکھا اور کہنے لگا مجھے تمہارے بعد کوئی آرام نہ ملا۔ مگر یہ کہ پیر کے دن مجھ پر عذاب کم کیا جاتا ہے اور یہ اس لیے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن پیدا ہوئے اور ثویبہ نے ابولہب کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کی خوشخبری دی تھی اور اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔"

تفسیر روح البیان میں علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ زیر آیت "مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ" (صلی اللہ علیہ وسلم) نقل کرتے ہیں، (سورۃ فتح پارہ ۲۶)

"وَمِنْ تَعْظِيْمِهٖ عَمَلُ الْمَوْلِدِ اِذَا لَمْ يَكُنْ فِيْهِ مُنْكَرٌ قَالَ الْاِمَامُ السُّيُوْطِيُّ يُسْتَحَبُّ لَنَا اِظْهَارُ الشُّكْرِ لِمَوْلِدِهٖ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔

ترجمہ: "میلاد شریف کرنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم ہے، جبکہ بُری باتوں سے خالی ہو۔ حضرت امام سیوطی فرماتے ہیں کہ ہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت پر اظہارِ شکر کرنا مستحب ہے۔"

آگے چل کر علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں،

مِنْ خَوَاصِّهٖ اَنَّهٗ اَمَانٌ فِيْ ذَالِكَ الْعَامِ۔

(تفسیر روح البیان جلد ۹، ص۵۶)

ترجمہ: "میلاد شریف کی تاثیر یہ ہے کہ سال بھر اس کی برکت سے امن رہتا ہے۔"

ہر نعمت کے اظہار کے لیے شکر کرنا ضروری ہے اور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ نعمتِ کبریٰ ہیں، آپ کی ولادت کے موقع پر ذکر مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کرنا باعثِ ثواب، ذریعۂ نجات، دافعِ بلیات اور حصولِ برکات کا ذریعہ ہے

حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ علماء دیوبند کے پیر و مرشد ہیں، اپنی کتاب "ہفت مسئلہ" میں نقل کرتے ہیں:

"اُس میں تو کسی کو کلام نہیں کہ نفسِ ذکرِ ولادت شریف حضرت فخرِ آدم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم موجبِ خیرات و برکات دنیوی و اُخروی ہے۔"

آگے چل کر حاجی صاحب نقل فرماتے ہیں،

"اور مشربِ فقیر کا یہ ہے کہ محفلِ میلاد میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعۂ برکات سمجھ کر منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ ص۷)

حاجی صاحب نے اپنا مشرب بھی ذکر فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ میلادِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام ذریعۂ برکات ہے۔ اگر یہ سوال ذہن میں آئے کہ حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارکہ میں میلاد شریف کیوں نہ ہوا تو عرض ہے کہ قیامِ نماز تراویح، قرآن پاک کا جمع کرنا اور دیگر بہت سے کام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانۂ مبارکہ میں نہیں ہوئے۔ غلافِ کعبہ، یہ مدارس، یہ مساجد، یہ لباس، یہ لاؤڈ سپیکر، یہ ہوائی جہاز، یہ ریل گاڑی، یہ بستی،

Scanned with CamScanner

یہ ٹیلیفون اور بجلی وغیرہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ اقدس میں نہ تھیں اور یہ سب چیزیں بدعتِ حسنہ کی حیثیت رکھتی ہیں اور بدعتِ حسنہ پر اللہ تعالیٰ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے اور بدعتِ سیّئہ پر عذاب ملتا ہے۔

ایک دفعہ میں تقریر کر رہا تھا کہ ایک شخص نے رقعہ بھیجا۔ لکھا تھا کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو ہمیشہ عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیوں مناتے ہیں، حالانکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات بھی تو ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی تو پھر وفات النبی کیوں نہیں مناتے؟ ——— میں نے عرض کیا کہ ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات تو ضرور ہوئی اور ذائقہ موت چکھا تاکہ قانونِ الٰہی پورا ہو، مگر انبیاء کرام مرنے کے بعد زندہ ہی ہوتے ہیں، اسی لیے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا،

إِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَى الْأَرْضِ أَجْسَادَ الْأَنْبِيَاءِ۔

(مشکوٰۃ باب الجمعۃ ص ۱۲۰)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کیا کہ وہ انبیاء کے اجساد کو کھائے"

جب تمام انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں اور رزق بھی دیئے جاتے ہیں اور جہاں چاہیں جلوہ گر ہوتے ہیں، تو سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مطہرہ میں کیا شک ہو سکتا ہے؟ اسی لیے امام اہلِ سنت، مجددِ دین و ملت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں ؎

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ!
میری چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

جب سید الانبیاء محبوبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور تمام انبیاء کرام حیات ہیں اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے تمام انبیاء کرام علیہم السلام نے نمازیں پڑھیں تو اُس پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا میلاد ہی منانا چاہیے۔

اور میلاد اُس کا منایا جاتا ہے، جس کی پیدائش ہو ——— تو میلاد شریف منانا بایں معنیٰ بھی ضروری ہے تاکہ فرق ظاہر ہو کہ جو وحدہٗ لا شریک ہے جس کی شان قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ، لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ ہے، وہ خالقِ حقیقی ہے اور جس کی ولادت کا ذکر ہو رہا ہے وہ اُس کی مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے حبیبِ پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذکرِ پاک کے طفیل سعادتِ دارین عطا فرمائے۔ آمین!

عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی کا عقیدہ

عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی اپنی کتاب "مختصر سیرۃ الرسول" میں اس طرح رقمطراز ہے:

وَأَرْضَعَتْهُ ثُوَيْبَةُ عَتِيقَةُ أَبِي لَهَبٍ أَعْتَقَهَا حِينَ بَشَّرَتْهُ بِوِلَادَتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ رُؤِيَ أَبُو لَهَبٍ بَعْدَ مَوْتِهِ فِي النَّوْمِ فَقِيلَ لَهُ مَا حَالُكَ فَقَالَ فِي النَّارِ إِلَّا أَنَّهُ خُفِّفَ عَنِّي كُلَّ اثْنَيْنِ وَأَمُصُّ مِنْ بَيْنِ أُصْبُعَيَّ هَاتَيْنِ مَاءً وَأَشَارَ بِرَأْسِ أُصْبُعِهِ إِنَّ ذَالِكَ بِإِعْتَاقِي ثُوَيْبَةَ عِنْدَ وِلَادَةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِإِرْضَاعِهَا لَهُ قَالَ ابْنُ جَوْزِي فَإِذَا كَانَ هٰذَا أَبُو لَهَبٍ الْكَافِرُ الَّذِي نَزَلَ الْقُرْآنُ بِذَمِّهِ جُوزِيَ بِفَرْحِهِ لَيْلَةَ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا حَالُ الْمُسْلِمِ الْمُوَحِّدِ مِنْ أُمَّتِهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُسَرُّ بِمَوْلِدِهِ۔

(مختصر سیرۃ الرسول ——— ص ۱۳)

"تالیف عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب"

مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ لاہور

Scanned with CamScanner

ترجمہ: "ابولہب کی آزاد کردہ (لونڈی) ثویبہ نے حضور سرورِ عالم، صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو دودھ پلایا تھا ——— ثویبہ کو ولادتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت کے وقت ابولہب نے آزاد کیا تھا۔ ابولہب کے مرنے کے بعد اسے خواب میں دیکھا تو پوچھا، تیرا کیا حال ہے؟ تو ابولہب نے کہا: جہنم میں ہوں سوائے اس کے کہ ہر پیر کو عذاب کم کیا جاتا ہے اور میری دو انگلیوں کے درمیان سے پانی جاری ہوجاتا ہے اور ثویبہ کو ولادتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خوشی میں آزاد کرنے کی وجہ سے یہ فائدہ ملا ہے۔

علامہ ابنِ جوزی نے کہا جبکہ یہ ابولہب کافر تھا اور جس کے کفر پر قرآنِ کریم گواہ ہے، اگر اس کو حضور نبیِ کائنات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ پاک کی خوشی میں یہ فائدہ پہنچا تو موحد مسلمان جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے، اس کو کس قدر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ مبارک کی خوشی میں فائدہ ملے گا؟"

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ۝

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ خَالِقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ کَانَ نَبِیًّا وَّآدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ، اَجْمَلِ الْاَجْمَلِیْنَ وَاَکْمَلِ الْاَکْمَلِیْنَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ط

اَمَّا بَعْدُ ط فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ مُّبِیْنٌ ۝

(سورۃ المائدۃ پ، آیت ۱۵)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور ایک روشن کتاب۔" (ترجمہ کنز الایمان)

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک کا ذکر فرمایا ہے۔

نور کی لغوی تحقیق

نور عربی زبان کا لفظ ہے، اس کا مادہ "نار" ہے۔ نور کے لفظی معنی روشنی کے ہیں ——— صاحبِ القاموس المحیط (مشہور عربی لغت)، مجد الدین فیروز آبادی نور سے یہ چیزیں مراد لیتے ہیں ——— روشنی ——— روشنی کی کرن ——— اور ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ (القاموس المحیط)

وہ، جو چیزوں کو ظاہر کرے، اسے نور کہتے ہیں۔ (فیروز اللغات)

نور کی اصطلاحی تحقیق

وہ نور جو اس وقت ہمارے پیشِ نظر ہے اس سے نورِ خدا اور نورِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مراد ہے، باقی انوارِ جہاں بھی انہیں کے ضیا یافتہ ہیں، لیکن باقی انوار نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل وجود میں آئے ؎

جگمگانے چاند تارے یہ زمین و آسماں — آپ ہی کے نور سے روشن ہوئے دونوں جہاں
آپ اگر آتے نہ دنیا میں تو دنیا کچھ نہ تھی — پھول گلشن میں نہ کھلتے ہر طرف ہوتی خزاں
آپ ہی نے ظلمتوں کو آ کے بخشی روشنی — کر دیا ہر قافلے کو جانبِ منزل رواں

اے ضیائی رحمۃ للعالمیں ہیں مصطفےٰ
جن کے جلووں سے منور ہو گئے دونوں جہاں

نور کی اقسام

نور کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں،

۱- نورِ بصیرت　　۲- نورِ بصارت

نورِ بصیرت

نورِ بصیرت سے مراد نورِ قلبی (یعنی عقل و شعور کی روشنی) جس کی مدد سے کوئی ذات کسی معاملہ کی عمیق گہرائیوں تک جھانک کر دیکھنے کی صلاحیت رکھتی ہے اور اس نورِ بصیرت کی بدولت وہ ہستی ایسی باتوں کو بھان لیتی ہے اور ایسی چیزوں کو دیکھ لیتی ہے، جن کو چہرے کی آنکھ اور ظاہری احساس دیکھ اور جان نہیں سکتے۔ مثلاً کسی کے دلی ارادے کو بھانپ جانا اور کسی کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کو جان لینا یہ نورِ بصیرت کی روشنی کی مدد سے ہوتا ہے۔ اس نور کو نورِ فراست کا نام بھی دیا جاتا ہے۔

حدیث پاک میں آتا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ۔

(الجامع الصغیر ص۹)

ترجمہ: "تم مومن کی فراست سے بچو، اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نور سے دیکھتا ہے۔"

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نور کے بارے میں فرمایا ہے۔

چشمِ بینا بھی کر خدا سے طلب
آنکھ کا نور دل کا نور نہیں

دوسرے مقام پر علامہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ہے دیکھنے کا شوق تو آنکھوں کو بند کر
ہے دیکھنا یہی کہ نہ دیکھا کرے کوئی

مذکورہ بالا حدیث پاک میں جس نورِ پاک کا ذکر ہے، وہ نورِ بصیرت ہی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب صاحبِ حال لوگوں کی محفل میں جاؤ تو اپنے دل کو بدگمانی اور بُرے خیالات سے پاک رکھو، اس لیے کہ مومن اپنے نورِ بصیرت سے دلوں کی کیفیت جان لیتا ہے ؎

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

گفت حق چشمِ خفاش بدسگال　　بستہ ام از آفتابِ بے مثال

ترجمہ: "حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے بدخواہ چمگادڑ (یعنی کافروں) کی آنکھیں جمالِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ بے مثال کے دیدار سے بند کر رکھی ہیں۔"

نورِ بصارت

آنکھ کو عربی زبان میں بصر بھی کہتے ہیں اور آنکھ کے دیکھنے کی قوت کو، نورِ بصارت کا نام دیا جا سکتا ہے

حاصلِ کلام یہ کہ ظاہری آنکھ کا نور یعنی روشنی جس کی مدد سے آنکھ دیکھتی ہے، اُسے

نورِ بصارت کہا جاتا ہے اور باطنی آنکھ یعنی دل کی آنکھ کی روشنی کو نورِ بصیرت کا نام دیا جاتا ہے۔

اصطلاحِ شریعت میں نور کی کیفیت

اہل لغت روشنی کو بھی نور کہتے ہیں اور روشنی کی کرن کو بھی نور کا نام دیتے ہیں، جبکہ اصل نور تو روشنی ہے اور روشنی کی کرن تو روشنی کے وجود کے باعث وجود پاتی ہے۔ اس اعتبار سے ہمارے سامنے دو طرح کے نور آتے ہیں۔ ایک نورِ حقیقی اور دوسرا نورِ عطائی، جسے نورِ شعاعی بھی کہا جاسکتا ہے۔

نورِ حقیقی

کائنات کے تمام انوار کا اصل اور واحد منبع نورِ ذاتِ خداوندی ہے اور یہی نورِ حقیقی ہے اور باقی تمام انوار اسی ایک نورِ حقیقی سے فیض یافتہ ہیں۔ اگرچہ ان تک اس نورِ حقیقی کا فیض بالواسطہ پہنچا ہے کیونکہ ان کے اندر اتنی سکت نہ تھی کہ یہ نور، ذاتِ خداوندی سے بلاواسطہ فیض حاصل کرسکتے، جیسے سورج، جس وقت یہ اپنی پوری آب و تاب سے چمک رہا ہو تو انسانی آنکھ میں اُسے بلاواسطہ دیکھنے کی سکت نہیں ہوتی جبکہ بالواسطہ یعنی کسی رنگین اور موٹے، شفاف شیشے کی مدد سے چشمِ انسان اس کا نظارہ کرسکتی ہے ــــــ اللہ تبارک و تعالیٰ قرآنِ حکیم میں ارشاد فرماتا ہے،

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (سُورۃ نور آیت ۵)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمینوں کا نور ہے۔"

وضاحت: اس آیۂ مبارکہ میں اللہ رب العزت نے اعلان فرمایا ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں پھیلا ہوا یہ نور، اللہ تعالیٰ ہی کا نور ہے اور اس نور سے ساری کائنات (بالواسطہ طور پر) روشن و منور ہے۔

نورِ عطائی یا شعاعی

نورِ عطائی یا شعاعی سے مراد ذاتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور ہے اور پھر شعاع در شعاع کے نظام سے دیگر تمام نور بھی شعاعی نور کہلاتے ہیں۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور پاک، وہ نورِ پاک ہے، جو نورِ خدا کی کرنوں سے بلاواسطہ طور پر روشن ہوا، یعنی بغیر کسی درمیانی واسطے کے اس نور نے نورِ ذاتِ خدا سے روشنی حاصل کی اور خود کو روشن کرلیا اور پھر اس نور سے پھوٹنے والی کرنوں سے کائنات کے سارے نور سلسلہ در سلسلہ روشن ہوتے چلے گئے۔ خلاصہ یہ کہ نورانیت کا اصل اور حقیقی اور لافانی منبع ذاتِ خداوندی ہے اور اس منبع سے روشنی پاکر نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم روشن ہوا اور نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کرنوں سے باقی انوار سلسلہ در سلسلہ اس روشنی کو آگے بکھیرتے چلے گئے تو ان تمام انوار میں سے بعض بعض کے لیے غیر حقیقی منبعِ نور بنتے چلے گئے۔ چونکہ ان تمام نورانی خزانوں نے نور، نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا تھا، اس لیے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان تمام انوار کے لیے منبعِ نور بنا، جبکہ اس نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا منبع ذاتِ باری تعالیٰ کا نور ٹھہرا۔ کسی عاشقِ رسول نے کیا خوب کہا ہے ؎

یَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَیَا سَیِّدَ الْبَشَر
مِنْ وَّجْھِکَ الْمُنِیْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَر
لَا یُمْکِنُ الثَّنَآءُ کَمَا کَانَ حَقَّہٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

(حافظ شیرازی)

ایک اور مدّاحِ رسول اس بات کو یوں بیان کرتا ہے ؎

سینۂ ہستی روشن روشن کہکشاں ہے جگمگ جگمگ
ماہِ مدینہ تیری ضیاء سے سارا جہاں ہے جگمگ جگمگ
دِل کا مدینہ رخشندہ ہے، کعبۂ جاں ہے جگمگ جگمگ
ہم نے اب یہ جان لیا ہے کون کہاں ہے جگمگ جگمگ
فرش کی ہر شے تجھ سے منوّر اور فلک ہے تجھ سے درخشاں
تو ہی یہاں ہے جگمگ جگمگ تو ہی وہاں ہے جگمگ جگمگ (قمر انجم)

نور کی مثال

ایک شیشہ سورج کے سامنے رکھ دو کہ وہ چمک جائے پھر ان شیشوں کی طرف رُخ کر دو جو اندھیری کوٹھری میں ہیں تو اُس کے عکس سے تمام شیشے جگمگا جائیں گے۔ ظاہر ہے کہ پہلے شیشے میں نہ سُورج اُتر کر آگیا نہ سورج کا ٹکڑا کٹ کر شیشے میں سمایا، بلکہ پہلے شیشے نے سورج سے بلا واسطہ روشنی حاصل کی اور باقی شیشوں نے اس شیشے سے۔ اگر پہلا شیشہ نہ ہوتا تو تمام شیشے تاریک رہتے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ خدا ہونے کا معنیٰ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم بلا واسطہ رب سے فیض حاصل کرنے والے ہیں اور تمام مخلوق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واسطہ سے رب کا فیض حاصل کرنے والی ہے۔ نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ اسی معنیٰ میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں فرماتا ہے:

فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ۔ (سورۃ الحجر، آیت ۲۹)

ترجمہ: "تو جب میں اُسے ٹھیک کرلوں اور اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں۔"

اور حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جبریل علیہ السلام کو بھیجا اور فرمایا:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهَا رُوْحَنَا۔ (سورۃ مریم، آیت ۱۷)

ترجمہ: "تو اس کی طرف ہم نے اپنا رُوح بھیجا۔"

حضرت آدم علیہ السلام، جبریل علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہنے سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ معاذ اللہ، وہ اللہ کا حصّہ ہیں، یا خدا نے ان میں سرایت کی ہے، بلکہ بلا واسطۂ والدین آدم علیہ السلام کو رُوح عطا فرمائی، اور بلا واسطہ والدہ حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی رُوح عطا ہوئی تو وہ رُوح اللہ ہوئے اور بلا واسطہ اللہ تعالیٰ سے فیض پانے والے نور اللہ ہوئے حضرت آدم علیہ السلام رُوح اللہ ہیں، موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہیں ـــــ فرشتے نور، چاند نور، سورج نور ہیں ـــــ تو حبیبِ خدا، اشرفِ انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نور اللہ ٹھہرے ـــــ اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔

ان آیات واحادیثِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور اللہ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ سے بلا واسطہ فیض لینے والے ہیں اور تمام کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فیض لینے والی ہے، اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والا ہے۔ آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم فیض حاصل کرکے پوری کائنات کو منوّر اور فیض یاب فرما رہے ہیں، اسی لیے امام احمد رضا بریلوی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں ؎

رب ہے معطی یہ ہیں قاسم — رزق اس کا ہے کھلاتے یہ ہیں
اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ — ساری کثرت پاتے یہ ہیں

اب اگر سوال سامنے آتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور اللہ ہیں، تو پھر کھاتے پیتے کیوں تھے؟ لباس زیبِ تن کیوں فرماتے تھے؟

عرض یہ ہے کہ ایک ہے حقیقتِ محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)
اور ایک ہے شخصیت محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام)

شخصیتِ محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) اُس جسمِ اطہر کا نام ہے جو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نورِ نظر ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا نورِ نظر ہونا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سرتاج ہونا

حضرتِ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا والدِ گرامی ہونا

اور حضراتِ حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کا نانا پاک ہونا

یہ تمام رشتے شخصیتِ محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی صفات ہیں۔

آپ کا اوّل الخلق ہونا، بلا واسطہ ربّ العزت سے فیض یاب ہونا۔

نور من نور اللہ ہونا، یہ سب حقیقتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صفات ہیں ـــــ جب شخصیتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکر آیا تو فرمایا محبوبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تم کہہ دو:

قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (سورۃ کہف، آیت ۱۱۰)

ترجمہ: "تم فرماؤ ظاہر صورتِ بشری میں تو میں تم جیسا ہوں۔"

اور جب حقیقتِ محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا ذکر کرنا چاہا، تو ربّ العالمین نے اعلان فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ ط

ترجمہ: "تحقیق آیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور"

اور جب اپنی حقیقت کا خود اعلان فرمانا چاہا تو ارشاد فرمایا:

كُنْتُ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ - (مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

ترجمہ: "میں نبی تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی رُوح و جسم کے درمیان تھے۔"

معلوم ہوا حقیقتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ہے اور شخصیتِ محمدی علیہ الصلوٰۃ

والسلام بشر ہے ـــــ اب اگر یہ اعتراض سامنے آئے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ـــ لہٰذا آپ محض بشر ہیں جبکہ تم نور کہہ رہے ہو؟ ـــــ تو عرض یہ ہے کہ جب ربّ ذوالجلال نے اپنے پیارے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ذکرِ خیر ان الفاظ میں کیا:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝ (سورۃ الاحزاب آیت ۴۶)

ترجمہ: "بے شک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔

اور محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ مبارک کو پکارا تو فرمایا:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال آیت ۱۷)

ترجمہ: "اور (اے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم) وہ خاک جو تم نے پھینکی، تم نے نہ پھینکی، بلکہ اللہ نے پھینکی۔"

جب چشمِ مبارک کو پکارا تو فرمایا:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى (سورۃ النجم آیت ۱۷)

ترجمہ: "آنکھ نہ کسی طرف پھری نہ حد سے بڑھی۔"

چہرۂ مقدس کو والضحیٰ پکارا، سینۂ اطہر کو اَلَمْ نَشْرَحْ پکارا۔

مگر جب کافر معجزاتِ مصطفیٰ علیہ السلام دیکھ کر گھبرا گئے تو فرمایا محبوب! تم اعلان فرما دو: قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ط

تاکہ آپ کو ہم جنس سمجھ کر قریب آئیں اور ہدایت یافتہ ہو جائیں۔

اور لفظِ قُلْ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اختیار فقط محبوبِ خدا امام الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کو تھا۔ جس طرح نبی اور امتی میں بہت بڑا

Scanned with CamScanner

فرق ہے۔ اِسی طرح عام بشریت اور بشریتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ۲۷ درجوں کا فرق ہے۔ معلوم ہوا کہ عام بشریت اور ہے اور بشریتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ہے۔ نبیٔ مکرّم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بشریت بھی بے مثل ہے اور نورانیت بھی بے مثل ہے، اسی لیے عارفِ رومی علیہ الرحمہ نے فرمایا ؎

صد ہزاراں جبرائیل اندر بشر
بہرِ حق سوئے غریباں یک نظر

جب آقائے دو عالم نورِ مجسّم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے کافروں کو قریب کرنا چاہا تو بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ فرمایا ——— اور جب اپنی حقیقت کو ظاہر کرنا چاہا تو فرمایا:

اَيُّكُمْ مِثْلِيْ (تم میں سے کون ہے میری مثل) مشکوٰۃ باب الصوم ص۱۷۵)

مِثال

اگر کسی شخص نے طوطا پڑھانا ہو تو طوطے کے سامنے شیشہ رکھ کر آئینہ کے پیچھے کھڑا ہو کر بولتا ہے تاکہ طوطا اپنا ہم جنس سمجھ کر بولنا شروع کر دے۔ یہ بولی تو آدمی کی ہوتی ہے، مگر وہ عکسِ آئینہ میں اپنا ہی ہم جنس سمجھ کر بولنا شروع کر دیتا ہے۔ بلا تشبیہ و تمثیل انبیاء کرام آئینۂ ربی ہیں، زبان اُن کی ہوتی ہے، مگر کلام ربی اسی لیے فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُّوحٰى (النجم آیت ۳-۴)

ترجمہ: "اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔"

مِثْلُكُمْ میں غور

مِثْلُكُمْ میں کافروں سے خطاب ہے اور اَيُّكُمْ مِثْلِيْ میں (صحابہ کرام اور) مسلمانوں سے خطاب ہے۔ مثلیتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ کافروں کے لیے تھا، اگر اَيُّكُمْ مِثْلِيْ پر صحابہ کرام کا خاموش ہو جانا اس بات کی دلیل ہے کہ تمام صحابہ کرام کا عقیدہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بے مثل نبی ہیں، اسی لیے فرمایا، اَيُّكُمْ مِثْلِيْ۔

کیا نُور بشر ہوسکتا ہے؟

اور اگر یوں کہا جائے کہ حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اگر نور تھے تو بشریت کیسے حاصل ہوئی، حالانکہ نور بشر نہیں ہوسکتا۔

تو عرض یہ ہے کہ نور کا بشر ہونا بعید از قیاس نہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا ۝ (سورۃ مریم، آیت ۱۷)

ترجمہ: "تو وہ اُس کے سامنے ایک تندرست آدمی کی شکل میں ظاہر ہوا۔"

حضرت جبرائیل امین علیہ السلام جب بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں حاضر ہوتے تو حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی شکل میں آتے تھے۔

حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک دن ہم بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص آیا، وہ سفید کپڑوں میں ملبوس تھا، بال کالے تھے، سفر کا کوئی اثر نہ تھا اور ہم میں سے اُسے کوئی جانتا نہ تھا۔ وہ حضور اقدس صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں دو زانو ہو کر بیٹھ گیا اور سوال کرنے شروع کر دیئے۔ بہت سے سوالات کے بعد جب وہ آدمی چلا گیا تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ يَا عُمَرُ قُلْنَا اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّهٗ جِبْرَئِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِيْنَكُمْ۔ (مشکوٰۃ کتاب الایمان ص۱۱)

ترجمہ: "اے عمر! (رضی اللہ عنہ) تم جانتے ہو کہ سائل کون ہے۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اُس کا رسول جانیں۔ فرمایا بیشک وہ جبریل تھے تمہیں دین سکھانے آئے تھے۔"

اگر جبرائیل امین علیہ السلام کبھی صورتاً سیدہ مریم علیہا السلام کے پاس لباسِ بشریت میں جاسکتے ہیں اور کبھی حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں صحابہ کو دین سکھانے کے لیے لبادہ بشریت میں تشریف لا سکتے ہیں جو کہ نُور ہیں، تو ہمارے آقا و مولا علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام ضروریاتِ انسانی کی تکمیل و رہنمائی کے لیے بھی

Scanned with CamScanner

لبادہ بشریت میں جلوہ گر ہوسکتے ہیں۔ باقی رہا کھانا پینا وغیرہ تو غرض یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رہنمائے انسانیت ہیں۔ کھایا اس لیے تاکہ کھانا میری سنت بن جائے، پیا اس لیے تاکہ پینا میری سنت ہوجائے، ورنہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانے پینے کے محتاج نہیں، اس لیے صوم وصال رکھا اور ہم کھانے پینے کے محتاج ہیں، اس کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اور یہ بات ذہن میں رکھیں کہ ہمارا کھانا اور ہے اور مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تناول فرمانا اور ہے۔
اسی لیے مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

این خورد گردد پلیدی زیں جدا
واں خورد گردد ہمہ نورِ خدا

ترجمہ: "یہ جو کھاتے ہیں، اس سے پلیدی بنتی ہے اور وہ جو تناول فرماتے ہیں، اس سے نورِ خدا بن جاتا ہے۔"

اور مولانا روم علیہ الرحمہ پھر مومن اور کافر کے عقیدے کا فرق بیان فرماتے ہیں

کافراں دیدند احمد را بشر
چوں ندیدند ازوے شق القمر

ترجمہ: "کافروں نے مصطفےٰ علیہ السلام کو صرف بشر کی حیثیت سے دیکھا ان کوتاہ بینوں نے آپ کے معجزہ شق القمر کو نہ دیکھا"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام عین بشر بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام مخلوق سے افضل ہیں مگر بدبخت کافروں نے فقط بشریت کو دیکھا اور گمراہ ہوگئے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے آپ کو محض بشر نہ کہا، بلکہ نور بھی کہا۔

حضرت جابر ابن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چودھویں رات کا چاند چمک رہا تھا، میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی چہرۂ والضحیٰ کی طرف دیکھتا۔ آخر میں نے

فیصلہ یہ کیا، فَاِذَا هُوَ اَحْسَنُ عِنْدِیْ مِنَ الْقَمَرِ۔ (مشکوٰۃ ص۵۱۸)

ترجمہ: "نبی مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے نزدیک چاند سے بہت زیادہ حسین ہیں۔"

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حبیب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت نور ہے، اور امت کی رہنمائی کے لیے لبادہ بشریت عطا فرمایا گیا۔ صحابہ کرام نے سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نور کہا اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اقرار کیا، اور حقیقتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء کو خدا ہی جانتا ہے۔

لطیفہ: دو آدمی ہوٹل میں کھانا کھا رہے تھے کہ وہاں نور و بشر کی بحث شروع کردی۔ ایک اور شخص ایک کونے میں بیٹھا یہ باتیں سن رہا تھا، جب کھانا آیا، تو اس نے بھی ہاتھ بڑھایا۔ ان میں سے ایک نے کہا تو کون ہے؟ اس نے کہا: میں بھنگی بشر ہوں ـــــ اس نے ہاتھ روک کر کہا تیری کیا مجال کہ تو ہمارے ساتھ کھانا کھائے۔ بھنگی نے کہا میں بھی بشر ہوں اور صاحب! ابھی آپ کہہ رہے تھے کہ ہم بھی بشر ہیں اور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بشر ہیں۔ اُن کے بھی دو ہاتھ ہیں اور ہمارے بھی دو ہاتھ ـــــ آپ کے بھی دو ہاتھ اور میرے بھی دو ہاتھ ہیں ـــ آپ بھی بشر، میں بھی بشر ـــ تو فرق کیا ہوا؟ اُس نے کہا ٹھیک ہے، مگر تو بھنگی ہے اور میں مسلمان ـــ تو بھنگی نے کہا اسی طرح تیری بشریت اور ہے اور مصطفےٰ کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بشریت اور ہے ـــــ اس پر وہ نادم ہوا اور اٹھ کر چل پڑا۔

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرقانِ حمید میں

قرآن حکیم فرقانِ عظیم میں ارشادِ خداوندی ہے:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ (سورۃ مائدہ آیت ۱۵)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب"

اس آیۂ کریمہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات اور قرآن حکیم کی آمد کا تذکرہ ہے: نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۔ دو مختلف چیزیں ہیں اور دونوں کے درمیان واوِ عطف کی ہے جو چیزوں کی جنسوں میں اختلاف کا اظہار کرتی ہے مراد یہ ہے کہ نور اور چیز ہے اور کتاب مبین اور چیز ہے۔ اور نور سے مراد ذاتِ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہے جبکہ کتابِ مبین قرآن پاک کو کہا گیا ہے صحابہ کرام اور تمام علمائے حقانیین اس نور سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات ہی مراد لیتے ہیں۔ صاحب جلالین اس آیت کی تفسیر یُوں فرماتے ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ، هُوَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

اور تفسیر صاوی میں ہے:

اَیْ سُمِّیَ نُوْرًا لِاَنَّهٗ يُنَوِّرُ الْبَصَائِرَ وَيَهْدِيْهَا لِلرَّشَادِ وَلِاَنَّهٗ اَصْلُ كُلِّ نُوْرٍ حِسِّيٍّ وَّ مَعْنَوِيٍّ ۔

ترجمہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نور اس لیے رکھا گیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بصائر کو روشن کرتے ہیں اور ان کو صحیح راہ دکھاتے ہیں اور اس لیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر حسی اور معنوی نور کی اصل ہیں۔"

(تفسیر صاوی حصہ اوّل، ص ۲۳۹)

اور تفسیر رُوح المعانی میں اسی آیت کے تحت یوں فرمایا گیا:

وَهُوَ نُوْرُ الْاَنْوَارِ وَالنَّبِيُّ الْمُخْتَارُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِلٰى هٰذَا ذَهَبَ قَتَادَةُ وَاخْتَارَهُ الزَّجَاجُ۔

(روح المعانی ج ۷، ص ۹۷)

ترجمہ: "نور سے مراد نور الانوار اور نبی المختار صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہی مذہب قتادہ کا ہے اور اسی کو زجاج نے اختیار کیا ہے۔"

ان تفاسیر کے علاوہ تفسیر حسینی، خازن اور نسفی نے بھی نور سے مراد ذاتِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام لی ہے۔

ان تفاسیر کی روشنی میں پتہ چلتا ہے کہ آیتِ مذکورہ میں جس نور کا ذکر ہے، وہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ مبارکہ میں مومنین کو آگاہ فرمایا ہے کہ میرا نورِ منیر آگیا ہے اور اپنے ساتھ کھول کھول کر بیان کرنے والی کتاب بھی لے کر آیا ہے۔ میرا یہ نور پہلے تو اپنی نورانی کرنوں سے تمہارے دلوں کو نورِ ایمان کی روشنی فراہم کرے گا۔ پھر تمہیں ایک ضابطۂ حیات عطا فرمائے گا تاکہ تم اس نور کے عطا کردہ نورِ بصیرت کی مدد سے اس کتابِ مبین کو پڑھو اور اس میں درج شدہ ہدایات کے مطابق عمل کر کے صراطِ مستقیم پر گامزن ہو جاؤ اور اپنے مقصدِ تخلیق کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دو۔ قرآن حکیم میں ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ۝

ترجمہ: "اے غیب کی خبریں بتانے والے (نبی) بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلاتا اور چمکا دینے والا آفتاب۔" (سورۃ الاحزاب، آیت ۴۵)

اس آیہ کریمہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نُور ہونے کی طرف اشارہ فرمایا ہے اور سِرَاجًا مُّنِیْرًا یعنی روشن چراغ جو اپنی روشنی بکھیرتا ہے اور دوسری طرف دیگر اشیاء کو روشن کر دیتا ہے۔ اس روشن چراغ سے مُراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ علماءِ حق اور محققین بھی سِرَاجًا مُّنِیْرًا سے مراد ذاتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی لیتے ہیں۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں سیّد امیر علی ملیح آبادی (دیوبندی) لکھتے ہیں:
"نُور سے مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور یہ تفسیر بہ نسبتِ اسلام اور حق کے زیادہ مربوط و راجح ہے۔ یعنی آگیا تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور، یعنی محمد خاتم النبیین" (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (ص ۷۶)

ایک اور آیتِ کریمہ میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ط (الی آخر) (سورۂ نور، آیت ۳۵، پارہ ۱۸)

ترجمہ: "اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا اس کے نور کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے، وہ چراغ ایک فانوس میں ہے وہ فانوس گویا ایک ستارہ ہے۔"

اس آیتِ کریمہ میں نورہٖ سے مراد اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسی نور کی مثال دی جا رہی ہے کہ یہ ایسے ہے جیسے ایک فانوس (چراغ دان) کے اندر ایک روشن چراغ ہو تو پھر ہوا کا زور اس چراغ کو بجھا نہیں سکتا۔ اسی طرح سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ خدا ہیں اور اس نورِ خدا کو بجھانا کسی کے بس میں نہیں ہے

ـــ فانوس بن کے جس کی حفاظت ہوا کرے — وہ شمع کیا بجھے جسے روشن خدا کرے
ـــ نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن — پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

تفسیر خازن میں اس آیہ کریمہ کی تشریح ان الفاظ میں کی گئی ہے:

مَثَلُ نُوْرِهٖ هُوَ مُحَمَّدٌ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

(تفسیر خازن ج ۵، ص ۶۳)

ترجمہ: "نور سے مراد محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ذات بابرکات ہے"

اسی طرح تفسیر معالم التنزیل" میں نورہٖ کی تفسیر ذاتِ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہے۔ صاحبِ معالم التنزیل اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

قَالَ سَعِيْدُ بْنُ جُبَيْرٍ وَالضَّحَّاكُ هُوَ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(معالم التنزیل ج ۵، ص ۶۳)

ترجمہ: "حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اس نور سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہے"

تفسیر ابن جریر کے اندر بھی اِس آیتِ مبارکہ میں نُورِہٖ سے مُراد حضور سرکارِ مدینہ سرورِ سینہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہستی ہے۔ علامہ ابن جریر فرماتے ہیں:

جَاءَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِلَى كَعْبِ الْاَحْبَارِ فَقَالَ لَهٗ حَدِّثْنِيْ عَنْ قَوْلِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ: اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الاٰيَة) فَقَالَ كَعْبٌ مَثَلُ نُوْرِهٖ مَثَلُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمِشْكٰوةٍ۔ (تفسیر ابن جریر، ج ۱۸، ص ۹۵)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے اور ان سے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے بارے میں سوال کیا۔ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جواب دیا مَثَلُ نُوْرِهٖ سے مُراد مَثَلُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم كَمِشْكٰوةٍ ہے۔

ان قرآنی آیات اور تفاسیر سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک سے تمام کائنات تخلیق کی گئی ہے۔

Scanned with CamScanner

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثِ مبارکہ کی روشنی میں

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں تحریر فرماتے ہیں کہ پیارے مدنی تاجدار، آقائے نامدار، شبِ اسرار کے دُولہا، بیکسوں کے کس اور بے بسوں کے بس حضورِ اکرم رسولِ محتشم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ ۔ (مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۲)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جس چیز کو پیدا فرمایا وہ میرا نور ہے۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ بارگاہِ مصطفوی میں حاضر ہوئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم مجھے بتائیں کہ اللہ رب العزت نے سب سے پہلے کس چیز کو تخلیق فرمایا؟ اس پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَا جَابِرُ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْیَاءِ نُوْرَ نَبِیِّكَ مِنْ نُوْرِہٖ ..... (اِلَی الْاٰخِر) (زرقانی شریف ج ۱، ص ۷)

ترجمہ: "اے جابر (رضی اللہ عنہ) بے شک اللہ تعالیٰ نے سب چیزوں سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔"

(زرقانی ج ۱، ص ۷ ۔ شرح شفا ج ۱، ص ۵۰۵)

اس حدیث پاک کو بہت سے محدثین کرام اور علمائے عظام نے اپنی کتابوں میں درج کیا ہے، مثلاً صاحبِ زرقانی نے جلد اول صفحہ سات پر اس حدیث پاک کو نقل کیا ہے اور ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے شرح شفا جلد اول صفحہ ۵۰۵ پر اور صاحب "فتوحات احمدیہ" علامہ سلیمان جمل رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اس کتاب کے صفحہ ۵ اور علامہ ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح قصیدہ ہمزیہ" کے صفحہ

۱۵ پر اور دیوبندی حضرات کے معتبر اور معروف عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی مشہور تصنیف "نشر الطیب" کے صفحہ ۷ پر اس حدیث جابر رضی اللہ عنہ کو نقل کر کے اس پر اپنے اطمینان کا ثبوت پیش کیا ہے۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرہ آفاق کتاب "مدارج النبوۃ" میں یہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَا مِنَ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنِّیْ ۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۶۱۰) (فارسی)

ترجمہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا کیا گیا ہوں اور مومن لوگ میرے نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ایک دوسری روایت میں ہے: میں اللہ تعالیٰ سے ہوں اور مومنین مجھ سے ہیں۔"

ان احادیثِ مبارکہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کے نور ہونے اور تمام مخلوقات کے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے پیدا فرمایا اور آپ کے نور سے جمیع مخلوقات کو پیدا فرمایا ۔

نبی پاک سوہنا نور رب والا ایہہ خبر قرآن فرمائی ہوئی اے
نور احمد تھیں سا جیا کل عالم، سورج چند نے روشنی پائی ہوئی اے
ہیٹھیں نور تے گئے عرش اعظم اتے دھم شب معراج مچائی ہوئی اے
چمکے نبی دا نور ہر طرف خادم، انہاں وچھدا نئیں کھپ پائی ہوئی اے

مذکورہ احادیثِ مبارکہ میں اور ان کے علاوہ دیگر بہت سی حدیثوں میں حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے خود فرمایا ہے:

"اے لوگو! جان لو کہ میری اصل نور ہے اور تمہارے پاس میں تمہاری راہنمائی کے لیے لبادۂ بشریت پہن کر آیا ہوں تاکہ تم میرے قریب آؤ اور مجھے غیر جنس سمجھ کر مجھ سے دُوری اختیار نہ کرو۔"

"اے لوگو! تم میرے اس لبادۂ بشریت کو دیکھ کر یہ بھی نہ سمجھ بیٹھنا کہ میری اصل بھی بشریت ہی ہے، کیونکہ میری حقیقت کو صرف میرا خدا ہی جانتا ہے"۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کا ارشادِ گرامی ہے:

يَا اَبَا بَكْرٍ وَالَّذِىْ بَعَثَنِىْ بِالْحَقِّ لَمْ يَعْلَمْنِىْ حَقِيْقَةً غَيْرُ رَبِّىْ۔

(مطالع المسرّات ص ۱۲۹، جواہر البحار ج ۳، ص ۳۳)

ترجمہ: "اے ابوبکر! مجھے قسم ہے اُس ذات کی جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا۔ میری حقیقت کو اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔"

عارفِ کھڑی شریف میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سبھے نور اُسے دے نوروں اُس دا نور حضوروں،
جس نوں تخت عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہِ طوروں

اور مولانا جامی قدس سرّہ السامی فرماتے ہیں ؎

تو اصلِ وجود آمدی از نخست
دیگر ہر چہ موجود شد فرعِ تُست

ترجمہ: "تو تمام کائنات کے وجود کی اصل ہے، شروع سے ہی، اور تمام مخلوق تجھ سے فرع ہے۔"

نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخلیق

حضراتِ محترم! اللہ عزّوجلّ کی ذاتِ مبارکہ اَبدی و ازلی ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ ایک وقت آیا کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ کوئی ایسی ذات بھی چاہیے، جو مجھے پہچانے اور میری عظمت کو تسلیم کرے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نور سے جس طرح چاہا، نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو تخلیق فرما دیا اور اُس نور سے اپنی پہچان اور عظمت کے ظہور کے ارادے کو پورا فرمایا۔ حدیثِ قدسی ہے:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًّا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ (الى الآخر)

(رُوح البیان ص   مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۶۱۷، فارسی)

ترجمہ: "(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) میں ایک چھُپا ہوا خزانہ تھا، پھر مجھے چاہت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں، چنانچہ میں نے مخلوق کو پیدا کیا۔"

حضور سرورِ عالم رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم حدیثِ جابر (رضی اللہ عنہ) میں ارشاد فرماتے ہیں:

ترجمہ: "اے جابر! بیشک اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ پھر یہ نور اللہ کی مشیت کے مطابق ________ جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا، سیر کرتا رہا۔ اُس وقت نہ لوح تھی، نہ قلم تھا، نہ جنّت تھی نہ دوزخ، نہ فرشتے نہ زمین نہ آسمان، نہ سُورج، نہ چاند اور نہ جن تھے اور نہ انسان .... آخر تک (مطالع المسرّات ص ۲۱، نشر الطّیب، ص ۷)

آکے گھر وچ آمنہ دے رنگ لایا نور نے
مٹ گئی ظلمت جدوں جلوہ وکھایا نور نے
تاریاں نوں چندنوں سورج نوں نالے برق نوں
خیر اپنے نور دا سبھناں نوں پایا نور نے
بجھ گئے آتشکدے ٹھنڈے ہوئے دکھیاں دے دل
رحمتاں دا ابر جس دم آ وسایا نور نے

اس حدیث پاک سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا فرمایا گیا۔ جب یہ نور پیدا کیا گیا اُس وقت ہر طرف خلا ہی خلا تھا۔ چنانچہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جہاں جہاں چاہا، اپنے محبوب پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور کو سیر کرائی اور یہ نور پاک اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا میں مصروف رہا۔

نورِ مصطفےٰ کی عبادت

یہ مخلوقِ اوّل یعنی نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہزاروں سال قربِ الٰہی میں رہ کر حقِ عبودیت ادا کرتا رہا۔ ملّا معین الدّین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ معارج النبوۃ میں عبادتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کافی تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ستر ہزار سال قیام کیا، ستر ہزار سال رکوع کیا اور پھر ستر ہزار سال سجدے میں رہا۔ حضرت شیخ فریدالدّین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "مُنطق الطیر" میں لکھتے ہیں ؎

قرن ہا اندر رکوع استادہ بود　　عمر ہا اندر سجود افتادہ بود
از نمازِ نورِ آں دریائے راز　　فرض شد بر جملہ امت ہا نماز

ترجمہ: "ایک عرصہ تک رکوع میں رہا اور عمروں تک سجدے میں پڑا رہا۔ وہ نور جو کہ راز کا دریا ہے، اُس کی نماز سے تمام اُمت پر نماز فرض ہوئی۔"
(معارج النبوۃ ص ۸ فارسی رکن اوّل)

پھر اس نور نے دو رکعت نماز نفل ادا کی۔ اس میں ایک رکعت میں ہزار سال قیام فرمایا۔ ایک ہزار سال رکوع کیا، ہزار سال قومہ، ہزار سال سجدہ کیا، ہزار سال جلسہ اور ایک ہزار سال دوسرے سجدے میں پڑا رہا اور اسی انداز سے دوسری رکعت کو بھی ادا کیا اور جب یہ نور پاک نماز سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "اے میرے پیارے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام تو نے میری عبادت کا حق ادا کر دیا ہے، میں نے تیری عبادت قبول کر لی ہے۔ اب تو جو چاہے مانگ۔ محبوبِ ربّ العالمین نے عرض کیا، اے میرے خالق ومالک! مجھے لگتا ہے کہ تو مجھے کسی اُمّت کا نبی بنا کر بھیجنے والا ہے میری قوم انسان ہونے کی وجہ سے غلطیاں بھی کرے گی، لہٰذا میرے رب! آج میں اپنی امّت کی مغفرت کا سوال تیری عظیم بارگاہ میں پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اور آپ کے نور کی یہ دُعا قبول کی۔ (معارج النبوۃ ج ۱ ص ۸ رکن اوّل فارسی)

اسی مضمون کو ملّا معین الدّین کاشفی کے علاوہ علامہ یوسف نبہانی نے جواہر البحار میں علامہ قسطلانی نے مواہب لدنیہ میں اور علامہ عبدالباقی نے زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

نورِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر

نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عمر کتنی ہے؟ اس کے بارے میں خدا اور اُس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے، لیکن تخلیقِ آدم علیہ السّلام سے بہت پہلے نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی موجودگی کی شہادتیں مذکور ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں تخلیقِ آدم علیہ السّلام سے چودہ ہزار سال پہلے اس نور کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ ایک دوسری حدیث پاک میں یہ تذکرہ ملتا ہے کہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تخلیق حضرتِ آدم علیہ السّلام سے کروڑوں سال پہلے ہوئی۔

تاجدارِ گولڑہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں　　بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں　　وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

اب ہم احادیثِ مبارکہ کا تذکرہ کرتے ہیں، جن میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے، موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَتٰی وَجَبَتْ لَكَ النُّبُوَّةُ قَالَ وَاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ

(رواہ الترمذی، مشکوٰۃ، ص ۵۱۳، الشفاء ص ۹۹)

ترجمہ: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے بارگاہِ نبوی میں عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟ فرمایا: اُس وقت جب آدم علیہ السلام رُوح اور جسم کے درمیان تھے" (یعنی ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے)

اس حدیثِ پاک میں اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نبوت سے سرفراز ہو چکے تھے اور اُس وقت آپ نورانی کیفیت میں تھے، اس لیے کہ بشریت تو ابھی معرضِ وجود میں ہی نہیں آئی تھی۔

ایک اور حدیث پاک میں ارشادِ حبیبِ کردگار ہے:

قَالَ كُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳، الشفاء ص ۹۹، خصائص کبریٰ ج ۱ ص)

ترجمہ: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اُس وقت بھی نبی تھا، جبکہ آدم علیہ السلام ابھی رُوح اور بدن کے درمیان تھے"

اس حدیثِ مبارک میں پہلی حدیث کی تصدیق ہے اور اس بات کی تحقیق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے ہے اور یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ پاک اس وقت درجۂ نبوت پر فائز ہو چکا تھا۔

یَقُوْلُ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ وَخَاتَمُ النَّبِیّٖنَ وَاِنَّ اٰدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِهٖ۔ اِلٰی آخر (الشفاء ص ۱۰۲، مشکوٰۃ ص ۵۱۳)

ترجمہ: "فرمایا، میں اللہ تعالیٰ کے ہاں خاتم النبیین تھا اور آدم علیہ السلام کا خمیر ابھی تیار کیا جا رہا تھا۔"

اس حدیثِ مبارکہ میں بھی تخلیقِ آدم علیہ السلام سے پہلے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نورِ مبارک سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے ہی موجود تھا۔ اس سے سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ نور کب سے موجود تھا۔ اس سوال کا صحیح جواب تو خدا اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ ہمیں تو اس نورِ پاک کی پیدائش کے متعلق مختلف اور منفرد روایات ملتی ہیں، جیسا کہ حدیثِ مبارکہ میں اس نورِ پاک کی پیدائش کے بارے میں بیان ہوا کہ نورِ نبوت سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیقِ آدم علیہ السلام کی تخلیق سے قبل ہوئی۔ حدیثِ پاک کے الفاظ یہ ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ نُوْرِیْ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ بِاَرْبَعَةَ عَشَرَ اَلْفَ عَامٍ۔ (رواہ ابن القطان

جواہر البحار ج ۳، ص ۳۵۷)

ترجمہ: "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، بے شک اللہ تعالیٰ نے میرا نور آدم علیہ السلام کی پیدائش سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا کیا"

Scanned with CamScanner

اشرف علی تھانوی کی تصدیق

دیوبندیوں کے جید عالم مولوی اشرف علی تھانوی نے اس سے ملتی جلتی ایک روایت اپنی کتاب "نشر الطیب" میں درج کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

"حضرت علی بن الحسین (یعنی امام زین العابدین رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ، وہ اپنے باپ حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہ) سے اور وہ ان کے جدِ امجد یعنی حضرت علی (رضی اللہ عنہ) سے نقل کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں آدم علیہ السلام کے پیدا ہونے سے چودہ ہزار برس پہلے اپنے پروردگار کے حضور میں ایک نور تھا۔"

(نشر الطیب، ص ۸)

پھر اس حدیث پاک کے فائدے میں لکھتے ہیں:

"اس میں کم کی نفی ہے زیادتی کی نہیں۔ پس اگر زیادتی کی روایت نظر پڑے شبہ نہ کیا جاوے۔ (نشر الطیب ص ۸)

"نشر الطیب" والی اس روایت کا عربی متن یہ ہے:

عَنْ عَلِيِّ بْنِ حُسَيْنٍ عَنْ أَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُنْتُ نُوْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَبِّيْ قَبْلَ اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِأَرْبَعَةَ عَشَرَ أَلْفَ عَامٍ رَوَاهُ ابْنُ الْقَطَّانِ۔

(جواہر البحار ج ۳، ص ۲۹۴ - انوارِ محمدی ص ۱۳)

(الدر المنظم ص ۱۲)

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اربوں سال قبل

ان دونوں حدیثوں میں تو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے آدم علیہ السلام سے چودہ ہزار سال قبل موجود ہونے کا تذکرہ ہے، لیکن ایک اور حدیث پاک میں اس سے بھی بہت پہلے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ فرمائی سامنے آتی ہے۔ حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں:

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ جِبْرِيْلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ كَمْ عُمِّرْتَ مِنَ السِّنِيْنَ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَسْتُ أَعْلَمُ غَيْرَ أَنَّ فِي الْحِجَابِ الرَّابِعِ نَجْمٌ يَطْلُعُ فِيْ كُلِّ سَبْعِيْنَ أَلْفَ سَنَةٍ مَرَّةً رَأَيْتُهُ اثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ أَلْفَ مَرَّةً فَقَالَ يَا جِبْرِيْلُ وَعِزَّةِ رَبِّيْ أَنَا ذَالِكَ الْكَوْكَبُ (جواہر البحار ج ۳، ص ۳۱۹، سیرتِ حلبیہ ص ۳۶)

ترجمہ: "سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: اے جبرائیل! تمہاری عمر کتنی ہے؟ حضرت جبریل علیہ السلام نے جواباً عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم سوائے اس کے مجھے اور کچھ علم نہیں کہ چوتھے حجاب میں ایک ستارہ ہر ستر ہزار سال بعد ایک مرتبہ طلوع ہوتا تھا۔ اور میں نے اس ستارے کو بہتّر ہزار مرتبہ دیکھا ہے۔ اس پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھے اپنے خدائے بزرگ و برتر کی بزرگی اور عظمت کی قسم، وہ ستارہ میں ہی ہوں۔"

اس حدیث مبارکہ میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی کروڑوں اور اربوں سال پہلے موجودگی کا پتہ چلتا ہے۔ یہاں اس مقام پر نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر کا اندازہ لگانے سے پہلے جبریل علیہ السلام کی عمر کا اندازہ لگایا جائے۔

ستر ہزار ضرب بہتّر ہزار (۷۰۰۰۰ × ۷۲۰۰۰ = ۵۰۴۰۰۰۰۰۰۰)

یعنی پانچ ارب چار کروڑ سال پہلے بھی جبریل امین علیہ السلام موجود تھے اور وہ ستارہ جو ستر ہزار سال کے بعد ایک دفعہ طلوع ہوتا تھا، وہ کب سے طلوع ہو رہا تھا، اس بات کا جبریل علیہ السلام کو بھی کچھ علم نہیں۔

اور وہ ستارہ کیا تھا؟ وہ نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام تھا، جو کائنات کی پنہائیوں میں سیر و سیاحت کرتا اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا میں معروف رہتا تھا۔

نتیجہ یہ نکلا کہ تخلیقِ آدم علیہ السلام سے اربوں، کھربوں سال پہلے بھی نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جلوہ فرما تھا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا، جبکہ یہ نور تو اللہ کریم کی سب سے پہلی مخلوق ہے، یعنی اس نور کو اللہ تعالیٰ نے سب اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا ہے۔ پھر اس کائنات کو اسی نور سے تخلیق فرمایا گیا ہے جیسا کہ حدیثِ جابر (رضی اللہ عنہ) میں اس اولیت کو بڑی وضاحت سے بیان فرمایا گیا ہے ——

(حدیثِ جابر رضی اللہ عنہ، پہلے صفحات میں بھی متعدد مرتبہ رقم ہو چکی ہے۔ اس حدیثِ جابر (رضی اللہ عنہ) سے یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہوتی ہے کہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل مخلوق ہے (اور اس نور کی عمر کا اندازہ لگانا عقلِ انسانی کے بس سے باہر ہے، اس لیے کہ کائنات کی ہر چیز کی تخلیق سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود بخشا اور یہ واقعہ کب اور کتنا عرصہ قبل ظہور میں آیا تھا، اس کے متعلق خدا تعالیٰ اور اُس کا رسول ہی جانیں ؎

کچھ بھی نہیں تھا ہرگز خیر الوریٰ سے پہلے
حق بھی نہیں تھا ظاہر شمس الضحیٰ سے پہلے

کون و مکاں سے پہلے حق نے انہیں بنایا
اُس نے خدا کو مانا قالوا بلیٰ سے پہلے
دُنیا کی نعمتیں ہوں یا آخرت کی نعمت
کچھ بھی نہیں ہے ملتا اُن کی رضا سے پہلے
باغِ جناں میں صائم ہرگز نہ جا سکیں گے
دُنیا کے تاجور بھی اُن کے گدا سے پہلے

اوّلیتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَوَّرَنَا وَ قَوَّانَا بِوُجُوْدِ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ، سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مَوْلَانَا وَ مَلْجَانَا وَ مَاْوٰنَا وَ سَیِّدِنَا مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ اَوَّلُ خَلَقَ اللّٰہُ نُوْرَہٗ مِنْ نُوْرِہٖ کَمَا شَآءَ وَھُوَ سَیِّدُنَا وَ نَبِیُّنَا مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَ اَصْحَابِہِ الصَّالِحِیْنَ وَ عُلَمَآءِ اُمَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ! فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

ھُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاھِرُ وَالْبَاطِنُ وَھُوَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ (سورۃ الحدید آیت ۳)

ترجمہ: "وہی اوّل، وہی آخر، وہی ظاہر، وہی باطن اور وہی سب کچھ سنتا جانتا ہے۔"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اوّلِ خلق ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔

حضراتِ محترم! اللہ تبارک و تعالیٰ نے عالمین اور ساکنانِ عالمین کو پیدا فرمایا اور انہیں ارشاد فرمایا کہ وہ اپنے خالق و مالک کی بندگی کریں اور اُس کے

حکم سے سرتابی نہ کریں۔ اللہ عزّوجلّ نے اپنی تمام مخلوقات میں بنی آدم کو عزّت و عظمت کا سہرا پہنایا اور اعلان فرما دیا:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ
وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ
مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۷۰)

ترجمہ: "اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزّت دی اور ان کو خشکی اور تری میں سوار کیا اور ان کو ستھری چیزیں روزی دیں اور اُن کو اپنی بہت مخلوق سے افضل کیا۔"

پھر اپنی اس معزز و محترم مخلوق کی راہنمائی و رہبری کے لیے اپنی بارگاہ سے بہت سے پیغمبروں اور رسولوں کو بھیجا۔ یہ رسول ان انسانوں کو راہِ خدا کی طرف لے کر چلتے اور انہیں سیدھی راہ پر چلتے رہنے کی تلقین فرماتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے یہ رسول اور انبیاء وہ خاص بندے ہوتے ہیں، جن کو اللہ ربّ العزّت نے انسانوں کی پیدائش سے قبل ہی منتخب فرمالیا تھا اور ان کی ارواح کو اس جہانِ آب و گِل میں بھیجنے سے قبل ہی اس منصب کی تربیت دے دی تھی۔ یہ انبیاء کرام تمام انسانوں سے ممتاز اور برگزیدہ ہستیاں ہوتی ہیں اور ان کو انسانوں میں امتیازی مقام حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح انبیاء کرام میں سے بعض کو بعض پر فضیلت حاصل ہوتی ہے اور تمام انبیاء کرام پر ہمارے نبی احمد مختار حبیب کردگار شافعِ روزِ شمار حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فضیلت حاصل ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نورِ مبارک کو تمام اشیاء سے پہلے پیدا فرمایا اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے نورِ پاک سے تمام اشیاء کو وجود عطا فرمایا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے عالمِ ارواح میں مقامِ نبوّت پر بھی سب سے

پہلے روحِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہی فائز فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد باقی انبیاء کرام کی ارواح کو منتخب فرمایا اور انہیں اس منصب پر متعین کیا۔

حضراتِ گرامی! آج مجھے ثابت کرنا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کو مقامِ اوّلیت بھی حاصل ہے اور مرتبۂ خاتمیت بھی۔ مقامِ اوّلیت اس اعتبار سے حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ربّ العزّت نے سب سے پہلے مقامِ نبوت پر فائز فرمایا اور یہ اُس زمانے کی بات ہے کہ سیّدنا آدم علیہ السلام ابھی گارے اور مٹی کی صورت میں ہی تھے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی نبوّت کو مقامِ خاتمیت اس معنیٰ میں حاصل ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو حق تعالیٰ نے اپنی ذمہ داریوں کو باقاعدہ طور پر ادا کرنے کے لیے سب انبیاء کرام کے بعد مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو مقامِ خاتمیت سے سرفراز فرمایا۔ اس کے ساتھ ساتھ قرآنِ حکیم میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے اس مقام کا اعلان بھی فرمادیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ
رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ
شَيْءٍ عَلِيْمًا (سورۂ احزاب، آیت ۴۰)

ترجمہ: محمد (صلی اللہ علیہ وسلّم) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں۔ ہاں اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں میں پچھلے اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔"

اوّل المسلمین

حضراتِ محترم! حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی نبوّت کے آثار ابتدائے آفرینش سے ہی ملتے ہیں۔ قرآنِ حکیم، احادیثِ مبارکہ اور علماء حقانیین کی معتبر کتابوں میں ایسے مضامین،

اشارے کنائے اور صراحتیں ملتی ہیں، جن سے یہ یقین پختہ ہوجاتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے مقامِ نبوت پر ہمارے مدنی تاجدار احمدِ مختار صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو سرفراز فرمایا۔ قرآنِ حکیم کی اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ (سورۃ انعام، آیت ۱۶۳) والی آیت کریمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے پہلے عابد و مُسلِم ہونے پر دلالت کرتی ہے، چنانچہ ملا معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں امام نجم الدین عمر نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "بحر العلوم" میں "مرصاد" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

ترجمہ: "نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب معرفتِ الٰہی کے تمام مقامات کا سفر مکمل کرلیا، تو اُس وقت خطابِ الٰہی ہوا: "اے میرے حبیب کے نور! مَیں کون ہوں؟" نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواباً عرض کیا: اے میرے خالق! تو میرا معبود ہے، پیدا کرنے والا اور روزی دینے والا اور پرورش کرنے والا ہے اور وہ ہستی ہے جس کے قبضۂ اختیار میں موت و حیات ہے۔" اس کے جواب میں ارشادِ خداوندی ہوا: "اے میرے حبیب! تم نے بالکل صحیح پہچانا۔ اب اپنی شناخت کے مطابق میری پرستش کرو تاکہ سب کو میرا تعارف ہوجائے، کیونکہ معرفت کی صحیح پہچان عبادت میں پوری طرح مستغرق رہنا ہے۔" یہ خطاب سنتے ہی حبیبِ ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم فوراً عبادت میں مصروف ہوگئے اور ستر ہزار سال تک اللہ عزّ و جلّ کی بارگاہ میں عبادت کرتے رہے، اُس کے بعد بارگاہِ خداوندی سے نور کا ایک جھونکا آیا، جس کے شکرانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر ادا کیا اور اس کے صلے میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مقامِ قرب عطا کیا گیا

پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور قیام و سجود کی صورت میں نمازِ شکرانہ ادا کرتا رہا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک اس طویل عبادت سے فارغ ہوا تو اللہ تعالیٰ کی جناب سے عبادت کے قبول ہونے کی سند عنایت ہوئی۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہوا، اے میرے حبیب! میں تیری عبادت سے راضی ہوگیا ہوں، لہٰذا اب تو اپنی مرضی سے جو چاہے، طلب کر۔ اس پرنورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا: اے اللہ تعالیٰ! جیسا کہ میرے علم میں ہے کہ تو مجھے ایک قوم کا راہنما بناکر بھیجنے والا ہے اور میری وہ قوم بہت گنہ گار ہوگی، اس لیے میری عرض یہ ہے کہ تو میری امت کے گناہوں کو معاف فرمادے اور میں اپنی اس عبادت کو اپنی اُمت کے گناہوں اور کوتاہیوں کے کفارے کے طور پر پیش کرتا ہوں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا، اے میرے حبیب! ہم نے تیری درخواست کو قبول فرمالیا ہے اور جو کچھ تم نے طلب کیا ہے، وہ تجھے عطا کردیا جائے گا۔" (تلخیص)

(معارج النبوت، فارسی، رکنِ اوّل، ص ۹)

حضراتِ محترم! اس روایت میں دو چیزیں واضح طور پر سامنے آتی ہیں۔ ایک یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی اوّل المسلمین یعنی سب سے پہلے اپنے سرِ نیاز کو بارگاہِ خداوندی میں جھکانے والی ہے۔ دوسرا یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے مقامِ نبوت پر فائز کیا گیا اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ لبادۂ نور میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی اُمت کا غم ستاتا رہا، لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُس لبادے میں بھی اپنی امت کی بخشش کا سامان کرتے رہتے تھے۔ اُمت کو بھی تو چاہیے کہ ایسے کریم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت بجا لائے۔

منبعِ انوارِ انبیاء علیہم السلام

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے سارے انبیاء کے انوار کو پیدا فرمایا اور پھر عالمِ نور ہی میں ان نبیوں کے انوار کو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کروایا اور اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامِ خاص سے بھی آگاہ فرمایا۔ چنانچہ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں،

ترجمہ: "حدیثوں میں آیا ہے کہ جب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے باقی تمام انبیاء کرام کے نور پیدا کیے گئے تو اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے فرمایا کہ ان انوار کی طرف نظر فرمائیں۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پاک تمام نوروں پر غالب آگیا اور سارے نور آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کے سامنے ماند پڑ گئے وہ نور عرض کرنے لگے: اے ہمارے پروردگار! یہ کس کا نور ہے؟ جس کے سامنے ہم سب کے نور ماند پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، یہ نورِ محمد بن عبداللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا نور ہے۔ اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ سب نے بیک زبان عرض کیا: اے ہمارے پروردگار! ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لاتے ہیں۔" (مدارج النبوۃ فارسی، ج ۲، ص ۳)

شیخ محقق علیہ الرحمہ کے اس قول سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عطائے نبوت میں نہ صرف اولیت کے حامل ہیں، بلکہ تمام انبیاء کرام کے انوار اُس عالمِ نور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی گواہی بھی دے چکے ہیں۔

مُعلّم الانبیاء

حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم عطائے نبوت کے اعتبار سے اوّل النبیین ہیں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ذاتِ اقدس ارواحِ انبیاء علیہم السلام کی.......... معلّم بھی ہے۔ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک عالمِ ارواح میں تمام انبیاء کی روحوں کی تربیت فرمایا کرتی تھی اور اس وقت رُوحِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ نبوت پر فائز تھی اور اُس کا یہ مقام ظاہر و باہر تھا، جبکہ باقی انبیاء کرام کی روحوں کا یہ مقام پوشیدہ اور مخفی تھا۔

علامہ شہیر اوّل المحدثین فی الہند شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں ارشاد فرماتے ہیں؛

ترجمہ: "اگرچہ علمِ الٰہی میں تمام نبیوں کی نبوت ثابت اور مسلّم ہے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت فرشتوں اور رُوحوں کے درمیان ظاہر اور معلوم تھی، جبکہ دیگر انبیاء کی نبوت مخفی و پوشیدہ تھی، بلکہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک اُس جہان میں تمام انبیاء کرام کی تربیت فرمانے والی اور اُن پر علومِ الٰہیہ کو پہنچانے والی تھی جس طرح سب انبیاء بنی آدم کی طرف مبعوث و مرسل ہیں، لہٰذا اُس جہان میں حضور نبی کریم حقیقتاً نبی اور رسول تھے نہ کہ صرف علمِ الٰہی میں اور ممکن ہے کہ نَحْنُ السَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ (ترجمہ: اور ہم پہلے آنے والے اوّل ہیں) کا اشارہ اسی معنی کی طرف ہو۔" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳)

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ابن حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اور ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الدلائل" میں میثاق النبیین والی آیت کی تفسیر کے حوالے سے ایک حدیث پاک نقل فرماتے ہیں:

قَالَ كُنْتُ اَوَّلَ النَّبِيِّيْنَ فِي الْخَلْقِ وَاٰخِرَهُمْ فِي الْبَعْثِ (أخرجه ابن حاتم في تفسيرہ وابو نعيم في الدلائل) ——— (الخصائص الكبرٰی ج ۱ ص ۳)

ترجمہ: "حضور تاجدارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تخلیق کے اعتبار سے میں سب سے پہلا نبی ہوں اور بعثت (بھیجے جانے) کے اعتبار سے میں سب سے آخری نبی ہوں۔"

اسی طرح طبقاتِ ابن سعد میں حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کی: مَتٰی اُسْتُنْبِئْتَ ؟

ترجمہ: "یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! آپ کو نبوت کب عطا ہوئی؟"
تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا:

وَاٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ حِيْنَ اُخِذَ مِنِّي الْمِيْثَاقُ

(الخصائص الکبرٰی ج ۱، ص ۴)

ترجمہ: "آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مجھ سے اُس وقت میثاق لیا گیا تھا، جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی رُوح اور جسد کی صُورت میں تھے (یعنی ابھی روح اپنے مقام پر تھی اور جسم اپنے مقام پر اور ان دونوں کا ابھی ملاپ نہیں ہوا تھا)"

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ عالی شان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے میثاق بھی تمام انبیاء کرام سے پہلے لیا گیا تھا کیونکہ باقی انبیاء کرام سے میثاق تخلیقِ آدم علیہ السلام کے بعد لیا گیا۔ اس بات کا ثبوت میثاق النبیین کے ضمن میں آرہا ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس منصبِ عظیم پر تمام انبیاء کرام سے پہلے متعین کیا گیا تھا۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس روز

میثاق لیا گیا، اُس روز بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ نبوت پر فائز تھے اور بارگاہِ صمدیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالاتِ نبوت سے سرفراز فرما چکی تھی چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ترجمہ: "بعض کہتے ہیں کہ روزِ میثاق میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس صفت پر فائز تھے۔ اگرچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشاۃ و استخراج اور آدم علیہ السلام کی پشت سے ملاحظہ فرمانا، حضرت آدم علیہ السلام کے جسم میں نفخِ رُوح کے بعد ہے جیسا کہ اکثر احادیث اس پر دلالت کرتی ہیں، لیکن پشتِ آدم علیہ السلام سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذرہ کا استخراج تمام ذرائر کے استخراج پر مقدم ہے۔" (واللہ اعلم)

(مدارج النبوۃ، فارسی، ج ۲، ص ۳)

میثاقِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے اُن کی تمام ذریت کو ظاہر فرمایا اور اس ذریت سے عہد لیا، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت اور اُلوہیت کا اقرار کیا۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میثاق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اطہر سے لیا۔ صاحبِ معارج النبوۃ اس ضمن میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: "حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آپ کو کس نے پیدا فرمایا ہے؟ حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا اے مولا! تیری ہی ذات نے میری تخلیق فرمائی ہے۔ دوسری مرتبہ ارشاد فرمایا گیا کہ آپ (صلی اللہ علیک وسلم) کا پروردگار کون ہے؟ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

نے عرض کیا، تیری ہی ذات پروردگار ہے۔ خطاب ہوا کہ اپنے پروردگار کو سجدہ کیجئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فوراً بارگاہِ احدیت میں سجدہ ریز ہو گئے۔ اُس وقت خالقِ کائنات نے فرمایا: اے میرے حبیب! آپ سے ایک عہد و میثاق لیتا ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کیا: میں عہد و میثاق کے لیے حاضر ہوں۔ حکمِ ربی ہوا کہ آپ اس پتھر (حجرِ اسود) پر ہاتھ رکھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُس پر اپنا دستِ مبارک رکھا۔ قرآنِ حکیم ارشاد فرماتا ہے:

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ۔ (سورۃ الاحزاب، آیت ۷)

ترجمہ: "اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح (علیہ السلام) سے۔

(معارج النبوۃ، رُکنِ اوّل ص ۶، فارسی)

میثاق الانبیاء

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پُرانوار سے میثاق لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے باقی تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام سے بھی اپنی وحدانیت وخالقیت اور اپنی الوہیت کا عہد لیا اور ان سے بھی یہی سوالات کیے گئے جیسا کہ مذکورہ آیتِ کریمہ میں گزرا ہے کہ ہم نے تمام انبیاءِ کرام سے، اے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سے اور نوح علیہ السلام سے، میثاق لیا۔ تمام نبیوں سے سجدہ بھی کروایا اور اُن سے حجرِ اسود پر عہد بھی لیا گیا۔

حضراتِ محترم! اللہ تعالیٰ نے جب تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام سے اپنے بارے میں میثاق لے لیا اور اُن سے اپنی خالقیت، اپنی ربوبیت اور اپنی الوہیت کی گواہی حاصل کرلی تو پھر انہیں اپنے حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا تعارف بھی کرادیا۔

انہیں بتایا کہ یہ نبی آخرالزماں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور میں انہیں آخری زمانے میں فریضۂ رسالت ادا کرنے کے لیے دُنیا میں بھیجوں گا۔ اے گروہِ انبیاء! تم اپنی کتابوں میں میرے اس حبیب کا ذکر دیکھو گے۔ تم سب کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ تم ان پر ایمان لاؤ، اور اگر تم میں سے کسی ایک کے زمانے میں آجائیں تو وہ ان پر ایمان لے آئے اور ان کی نبوّت کا اقرار کرتے ہوئے ان کی امت میں شامل ہو جائے اور نہ صرف اُمتی بن جائے، بلکہ ان کے مشن میں مدد بھی کرے۔ تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے اس بات کا وعدہ کیا اور حجرِ اسود پر ہاتھ رکھ کر اس پر عہد دیا۔ (بحوالہ معارج النبوۃ، فارسی، رکنِ اوّل، ص ۶)

قرآنِ حکیم میں اللہ عزّوجلّ نے تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام کے اس میثاق کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰي ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (سورۃ آل عمران، آیت ۸۱)

ترجمہ: "اور یاد کرو، جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا، جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔"

Scanned with CamScanner

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس ضمن میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرُ خَلْقٍ فَلَا کَمَالَ لِمَخْلُوْقٍ اَعْظَمُ مِنْ کَمَالِہٖ وَلَا مَحَلَّ اَشْرَفُ مِنْ مَحَلِّہٖ فَعَرَفْنَا بِالْخَبَرِ الصَّحِیْحِ حُصُوْلَ ذٰلِکَ الْکَمَالِ مِنْ قَبْلِ خَلْقِ اٰدَمَ لِنَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ رَّبِّہٖ سُبْحَانَہٗ وَاَنَّہٗ اَعْطَاہُ النُّبُوَّۃَ مِنْ ذٰلِکَ الْوَقْتِ ثُمَّ اَخَذَ لَہُ الْمَوَاثِیْقَ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ لِیَعْلَمُوْا اَنَّہٗ مُقَدَّمٌ عَلَیْہِمْ وَاَنَّہٗ نَبِیُّہُمْ وَرَسُوْلُہُمْ وَفِیْ اَخْذِ الْمَوَاثِیْقِ وَہِیَ فِیْ مَعْنَی الْاِسْتِخْلَافِ وَلِذٰلِکَ دَخَلَتْہُ لَامُ الْقَسَمِ فِیْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ (الآیۃ) (الخصائص الکبریٰ ج ۱ - ص ۵)

ترجمہ: "اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام مخلوقات سے بہتر ہیں کوئی مخلوق کمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کمال نہیں رکھتی اور کوئی مقام، مقام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شرف و سعادت والا نہیں ہے اور ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ تعالیٰ کی جناب سے اس کمال کے حصول کا تخلیق آدم علیہ السلام سے بھی پہلے سے صحیح خبر کے ذریعے پتہ چلتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس وقت سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرما دیا تھا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں انبیاء کرام سے عہد لیا تاکہ انہیں یہ خبر ہو جائے کہ یہ ہستی اُن سے پہلے اس مقام عظیم تک پہنچ چکی ہے اور یہ نبی اُن کے بھی نبی اور رسول ہیں اور اخذ مواثیق خلافت کے معنی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ اور لَتَنْصُرُنَّہٗ پر لامِ قسم کو داخل کر دیا گیا۔"

حضرات محترم! ان آیاتِ مبارکہ اور آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور نبی مکرم تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سالارِ انبیاء اور نبی الانبیاء ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر تمام انبیاء کی ذمہ داری ہو گئی تھی کہ وہ ایک امتی کی حیثیت سے امتِ مصطفےٰ علیہ التحیۃ والثناء میں شامل ہو جائیں اور ان کے مشن کو پھیلانے میں ہر طرح سے جدوجہد کریں اور اپنی اس ذمہ داری کو پوری طرح سے نبھائیں کیونکہ اس کا وہ بارگاہِ خداوندی میں عہد باندھ چکے ہیں اور اس عہد کے نہ صرف وہ خود گواہ ہیں بلکہ خود خدا تعالیٰ عزوجل بھی اُس میثاق کے گواہوں میں شامل ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے بھی نبی ہیں اور سارے نبیوں کے سردار بھی۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

نامِ احمد نامِ جملہ انبیاء ست
چونکہ صد آمد نود ہم پیش ماست

ترجمہ: "احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نام مبارک تمام انبیاء کے ناموں کا مجموعہ ہے، جب سَو کا عدد آ گیا تو ننانوے کا عدد ہمارے سامنے ہے۔"

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تو کسی نبی کے عہد میں تشریف لائے ہی نہیں، تو پھر اس حکم کا اطلاق کیسے ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ شبِ معراج تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو بیت المقدس میں جمع فرمایا گیا اور حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا کہ ان تمام انبیاء کرام کی امامت فرمائیں اس لیے کہ اے محبوب! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کی موجودگی میں کسی بھی نبی کو یہ اختیار و افتخار حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ اس موقع پر امامت کرائے۔ ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کروا کر تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے میثاق پر عمل کروانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام

Scanned with CamScanner

کی امامت کرائی اور تمام انبیاءِ کرام علیہم السلام نے چونکہ پورے خلوص کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سرداری کو تسلیم کیا تھا، چنانچہ انہوں نے بلا چون چرا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدار کو قبول کر لیا اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا امام تسلیم کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی۔ اس موقع پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

نمازِ اسرا میں تھا یہی سِر، عیاں ہو معنیٔ اول و آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت پہلے کر گئے تھے

اس بات کا دوسرا ثبوت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ عزوجل نے زندہ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا تھا۔ اس واقعہ کا ذکر اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن حکیم میں اس طرح کیا ہے:

وَرَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا۔ (سورۃ مریم آیت ۵۷)

ترجمہ: "اور ہم نے اُسے بلند مکان پر اُٹھا لیا۔"

دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ○

(سُورۃ النّساء، آیت ۱۵۸)

ترجمہ: "بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

پہلی آیتِ مبارکہ میں تو صرف بلند مقام کی طرف اٹھائے جانے کا تذکرہ ہے، لیکن دوسری آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان کی جانب اٹھانے کا سبب بھی ارشاد فرمایا اور یہ بھی فرما دیا:

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ط

ترجمہ: "اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔"

گویا اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اس لیے اپنی طرف اٹھایا ہے کہ میں لوگوں کو اپنی طاقت اور اپنا ہر چیز پر غلبہ دکھانا چاہتا ہوں۔ دوسرا یہ کہ اسے زندہ اوپر اٹھا کر اور زندہ رکھ کر انبیاء کے میثاق کا عملی مظاہرہ کروانا چاہتا ہوں۔ لہٰذا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ہوئی، تو عیسیٰ علیہ السلام کی نبوّت کا دَور ختم ہو گیا، اگرچہ وہ زندہ تھے اور زندہ ہیں پھر حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام قربِ قیامت میں جب دوبارہ تشریف لائیں گے، تو اُس وقت وہ اپنے اس عہد کا پاس کر کے دکھائیں گے ؎

رسُولِ مجتبیٰ کہیے، محمد مصطفےٰ کہیے — خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اُس کے بعد کیا کہیے
شریعت کا ہے یہ اصرار ختم الانبیاء کہیے — محبت کا تقاضا ہے کہ محبوبِ خدا کہیے
محمد کی نبوّت دائرہ ہے نورِ وحدت کا — اِسی کو ابتدا کہیے، اسی کو انتہا کہیے

(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

(ماہر القادری)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخری زمانے میں ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک اُمتی کی حیثیت سے تشریف لائیں گے۔ اگرچہ وہ اس وقت بھی درجۂ نبوّت پر فائز ہوں گے اور حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دینِ مبین کو پھیلا کر حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد و نصرت کا عملی مظاہرہ فرمائیں گے۔ چنانچہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں:

وَهِيَ كَاَنَّهَا اَيْمَانُ الْبَيْعَةِ الَّتِيْ تُؤْخَذُ لِلْخُلَفَآءِ وَلَعَلَّ اَيْمَانَ الْخُلَفَآءِ اُخِذَتْ مِنْ هُنَا فَانْظُرْ هٰذَا التَّعْظِيْمَ الْعَظِيْمَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ رَّبِّهٖ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى فَاِذَا عَرَفْتَ ذٰلِكَ فَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هُوَ نَبِيُّ الْاَنْبِيَآءِ وَلِهٰذَا اَظْهَرَ ذٰلِكَ فِي الْاٰخِرَةِ جَمِيْعُ الْاَنْبِيَآءِ تَحْتَ لِوَائِهٖ

وَفِي الدُّنْيَا كَذَالِكَ لَيْلَةَ الْاِسْرٰی صَلّٰی بِهِمْ وَلَوِ اتَّفَقَ مَجِيْئُهٗ فِيْ زَمَنِ اٰدَمَ وَنُوْحٍ وَاِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰی وَعِيْسٰی وَجَبَ عَلَيْهِمْ وَعَلٰی اُمَمِهِمِ الْاِيْمَانُ بِهٖ وَنُصْرَتُهٗ وَبِذٰلِكَ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ عَلَيْهِمْ فَنُبُوَّتُهٗ عَلَيْهِمْ وَرِسَالَتُهٗ اِلَيْهِمْ مَعْنًی حَاصِلٌ لَهٗ وَاِنَّمَا اَمْرُهٗ يَتَوَقَّفُ عَلٰی اِجْتِمَاعِهِمْ مَعَهٗ فَتَاَخَّرَ ذٰلِكَ الْاَمْرُ رَاجِعٌ اِلٰی وُجُوْدِهِمْ لَا اِلٰی عَدَمِ اِتِّصَافِهِمْ بِمَا يَقْتَضِيْهِ وَفَرْقٌ بَيْنَ تَوَقُّفِ الْفِعْلِ عَلٰی قَبُوْلِ الْمَحَلِّ وَتَوَقُّفِهٖ عَلٰی اَهْلِيَّةِ الْفَاعِلِ فَهُنَا لَا تَوَقُّفَ مِنْ جِهَةِ الْفَاعِلِ وَلَا مِنْ جِهَةِ ذَاتِ النَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الشَّرِيْفَةِ وَاِنَّمَا هُوَ مِنْ جِهَةِ وُجُوْدِ الْعَصْرِ الْمُشْتَمِلِ عَلَيْهِ فَلَوْ وُجِدَ فِيْ عَصْرِهِمْ لَزِمَهُمُ اتِّبَاعُهٗ بِلَا شَكٍّ وَلِهٰذَا يَاْتِيْ عِيْسٰی فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ عَلٰی شَرِيْعَتِهٖ وَهُوَ نَبِيٌّ عَلٰی حَالِهٖ نَعَمْ هُوَ وَاحِدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ لَمَّا قُلْنَا مِنْ اِتِّبَاعِهٖ لِلنَّبِيِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّمَا يَحْكُمُ بِشَرِيْعَةِ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِالْقُرْاٰنِ وَالسُّنَّةِ وَكُلُّ مَا فِيْهِمَا مِنْ اَمْرٍ اَوْ نَهْيٍ فَهُوَ مُتَعَلِّقٌ بِهٖ كَمَا يَتَعَلَّقُ بِسَائِرِ الْاُمَّةِ وَهُوَ نَبِيٌّ كَرِيْمٌ عَلٰی حَالِهٖ لَمْ يَنْقُصْ مِنْهُ شَيْئٌ كَذَالِكَ لَوْ بُعِثَ النَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ زَمَانِهٖ اَوْ فِيْ زَمَانِ مُوْسٰی وَاِبْرَاهِيْمَ وَنُوْحٍ وَاٰدَمَ كَانُوْا مُسْتَمِرِّيْنَ عَلٰی نُبُوَّتِهِمْ وَرِسَالَتِهِمْ اِلٰی اُمَمِهِمْ وَالنَّبِيُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلٌ اِلٰی جَمِيْعِهِمْ فَنُبُوَّتُهٗ وَرِسَالَتُهٗ

اَعَمُّ وَاَشْمَلُ وَاَعْظَمُ وَمُتَّفِقٌ مَعَ شَرَائِعِهِمْ فِي الْاُصُوْلِ لِاَنَّهَا لَا تَخْتَلِفُ ۔ (اَلْخَصَائِصُ الْكُبْرٰی ج ۱، ص ۵-۶)

ترجمہ: "اس میثاق کی کیفیت اس حلف کی سی ہے جو خلفاء کے بارے میں لیا جاتا ہے۔ یوں لگتا ہے کہ خلفاء کے بارے میں حلف لینا اسی میثاق النبیین کے واقعہ سے سیکھا گیا ہے۔ اس میثاق النبیین میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت کو ملاحظہ کیجیے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے پیارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت اور عظمت قیامت کے روز اُس وقت ظاہر ہوگی، جب تمام انبیاء کرام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لواء الحمد کے نیچے جمع ہوں گے اور ایسے ہی یہ شان اور عظمت دنیا میں اس وقت ظاہر فرمائی گئی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو لیلۃ الاسراء میں نماز پڑھائی اور اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد حضرت آدم، نوح، ابراہیم اور موسیٰ یا عیسیٰ علیہم السلام (وغیرہم) کے زمانے میں ہوتی، تو اُن پر اور اُن کی امتوں پر ضروری ہو جاتا کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کرتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء کرام علیہم السلام سے اسی بات کا پختہ عہد لیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی جانب بھی ہے اور یہ مسئلہ تو اس وقت در پیش ہوتا جبکہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے نبیوں کا زمانہ ایک ہو جاتا۔ اس میثاق پر عمل کا معاملہ جس کا یہ میثاق تقاضا کرتا ہے، وہ نبیوں کے وجود پاک (یعنی آمد) کے اعتبار سے (نہ کہ وصفِ نبوت کے اعتبار سے) تاخیر میں

پڑگیا تھا اور مقامِ قبولیت میں فعل کے توقف اور فاعل کی اہلیت کے توقف کے درمیان فرق ہوتا ہے لیکن اس موقع پر نہ تو فاعل کی جانب سے کسی توقف کا اظہار ہے اور نہ ہی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے کوئی توقف ہے، بلکہ یہ تو زمانے کے اُس وجود کی جانب سے ہے جس پر حضور شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مشتمل ہے اور اگر یہ وجودِ زمانہ دیگر نبیوں کے عہد میں آجاتا تو ان سب پر یقیناً آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری ضروری ہو جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام حضور شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے ساتھ تشریف لائیں گے، حالانکہ وہ اس وقت بھی درجہ نبوت پر فائز ہوں گے نہ کہ صرف ایک اُمتی کی حیثیت سے ہوں گے، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ ہاں وہ اس حیثیت سے اس امت کے ایک فرد ضرور ہیں کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کریں گے اور وہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کو قرآن وسنت کی مدد سے مضبوط فرمائیں گے۔ اس شریعتِ مطہرہ میں جو بھی اوامر و نواہی ہیں اُن کا اطلاق حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اسی طرح ہوگا، جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی باقی اُمت پر ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ ایک مہربان نبی ہوں گے، لیکن شریعتِ مصطفوی میں ذرہ برابر بھی کمی بیشی نہیں فرمائیں گے۔ ایسے ہی اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں یا ابراہیم و نوح یا حضرت آدم علیہم السلام کے زمانے میں بھیج دیا جاتا، جبکہ اُن کی نبوت و رسالت اُن کی اُمتوں کی طرف جاری وساری ہوتی تو

پھر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم اُن سب کی طرف نبی اور رسول ہی ہوتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت دوسرے تمام نبیوں کی شریعتوں سے بنیادی طور پر زیادہ عام، زیادہ بھرپور زیادہ بڑی اور اُن شریعتوں سے زیادہ اتفاق کرنے والی ہے، کیونکہ یہ شریعت اُن سے اختلاف نہیں رکھتی۔"

حضراتِ محترم!! تبارک و تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو زمین پر بھیجا اور اُن کے ذمے ڈیوٹی لگائی کہ میرے بندوں کو میرے راستے کی خبر دیتے رہو اور انہیں میرے راستے یعنی صراطِ مستقیم سے بھٹکنے نہ دو۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کے اس مقصد کے علاوہ اُن کی آمد کا ایک اور مقصد اور ان کی ایک اور ذمہ داری یہ بھی تھی کہ وہ محبوبِ خدا، احمدِ مجتبیٰ، محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اُن کی شانِ محبوبی کا پرچار بھی کرتے رہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء کرام نے جہاں عوام الناس کی رشد و ہدایت کی ذمہ داری کو پورا کیا وہاں محبوبِ ربّ العالمین، شفیع المذنبین صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور اُن کے خصائل حسنہ کا بھی پرچار کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت شیث علیہ السلام سے محبوبِ ربِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورِ پاک کی حفاظت کا عہد لیا اور اُن کو اور دیگر اپنی اولاد کو اس عظیم شخصیت کا تعارف کرایا۔ پھر جتنے بھی انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے انہوں نے کسی نہ کسی حوالے سے اپنی قوم کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا تعارف کرایا۔ ان میں سے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کے اس تعارف و اعلانِ آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں موجود ہے اور بعض کا تذکرہ حدیثوں اور تاریخِ عالم کی کتابوں میں ملتا ہے۔ آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اعلانات کو ملا معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے بہت سے علماء کرام نے اپنی کتابوں میں جمع کیا ہے۔

Scanned with CamScanner

کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

وہ نبیوں میں نبی ایسے کہ امام الانبیاء ٹھہرے
حسینوں میں حسین ایسے کہ محبوبِ خدا ٹھہرے

محترم بزرگو اور دوستو! جیسا کہ پہلے بیان ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد لیا اور انہیں اس بات کا پابند فرمایا کہ میرا محبوب اگر تمہارے دور میں تشریف لائے تو تم اپنی مسندِ نبوت کو چھوڑ دینا اور میرے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابع فرمان ہو جانا اور اُس کی فرمانبرداری کا پٹہ اپنے گلے میں ڈال لینا، چنانچہ تمام انبیاء کرام اپنے اس عہد کو نبھانے کے لیے تیار ہو گئے اور دُنیا میں اپنی آمد کے بعد اُس نبیٔ اعظم محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری لوگوں کو سُنانے لگے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ تَعَالٰى يَتَقَدَّمُ فِي النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلٰى اٰدَمَ فَمَنْ بَعْدَهٗ وَلَمْ تَزَلِ الْأُمَمُ تَتَبَاشَرُ بِهٖ وَتَسْتَفْتِحُ بِهٖ حَتّٰى أَخْرَجَهُ اللّٰهُ فِي خَيْرِ أُمَّةٍ وَفِي خَيْرِ قَرْنٍ وَّفِي خَيْرِ أَصْحَابٍ وَفِي خَيْرِ بَلَدٍ فَأَقَامَ بِهٖ مَا شَاءَ اللّٰهُ وَهُوَ حَرَمُ إِبْرَاهِيْمَ ثُمَّ أَخْرَجَهٗ إِلٰى طَيْبَةَ وَهِيَ حَرَمُ مُحَمَّدٍ (صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ) فَكَانَ مَبْعَثُهٗ مِنْ حَرَمٍ وَّ مُهَاجَرُهٗ إِلٰى حَرَمٍ۔

(الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۸-۹- بحوالہ ابن عساکر)

ترجمہ: "حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اُن کے بعد آنے والے تمام انبیاء کرام تک تمام نبیوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی آمد کی مسلسل اطلاع پہنچائی اور تمام قومیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے مژدے سناتی رہیں۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے اور وسیلے سے بارگاہِ خداوندی سے فتح و نصرت طلب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہترین امت اور بہترین زمانے اور بہترین ساتھیوں اور بہترین شہر میں ظاہر فرما دیا، چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مقدس شہر میں جسے حرم ابراہیم علیہ السلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس شہر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا۔ اُس وقت تک جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا اور پھر اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس مدینہ مُنوّرہ کی طرف بھیج دیا، جو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کا حرم پاک ہے، چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت بھی ایک حرم کی جانب تھی اور ہجرت بھی ایک حرم ہی کی جانب تھی۔"

حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تبارک و تعالیٰ کے ایک جلیل القدر پیغمبر تھے انہیں بھی اس حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑی بے چینی سے انتظار تھا۔ وہ بار بار بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوا کرتے تھے کہ یا الٰہی! جس محبوب کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بارے میں تمام نبیوں سے عہد لیا تھا، اُس کو جلدی سے میرے اس وطن عرب میں بھیج دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا کو اللہ رب العزت نے قرآن حکیم فرقانِ عظیم میں اس طرح فرمایا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کیا:

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيْهِمْ

(سورۃ البقرۃ - آیۃ ۱۲۹)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: "اے رب ہمارے! اور بھیج ان میں ایک رسول ان ہی میں سے کہ ان پر تیری آیتیں تلاوت فرمائے اور انہیں تیری کتاب اور پختہ علم سکھائے اور انہیں خوب ستھرا فرما دے۔"

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس دعا کو شرف قبولیت عطا فرمایا۔ حضرت ابن جریر اپنی تفسیرِ قرآنی میں لکھتے ہیں:

قِيْلَ لَهٗ قَدِ اسْتُجِيْبَ لَكَ وَهُوَ كَائِنٌ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ (الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۹)

ترجمہ: ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: اے ابراہیم! تیری دعا قبول کر لی گئی ہے، (لہٰذا تیری خواہش کے مطابق) وہ رسول آخری زمانے میں تشریف لانے والا ہے۔"

پھر جب خداوندِ قدوس نے اپنے خلیل علیہ السلام کی مراد کو پورا فرما دیا تو اس کا تذکرہ قرآنِ حکیم میں اس انداز سے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيَاتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران، آیت: ۱۶۴)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا، جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔"

محترم بزرگو اور دوستو! یہ تو فرمانِ خداوندی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے

اپنے خلیل علیہ السلام کی دعا کی قبولیت کی سند عطا فرمائی ہے۔ اب اس ارشادِ حبیبِ کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کو سنیئے جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خود کو دعائے خلیل (علیہ السلام) سے تعبیر کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ مبارک ہے:

اَنَا دَعْوَةُ اَبِيْ اِبْرَاهِيْمَ وَبِشَارَةُ عِيْسٰى عَلَيْهِمَا السَّلَامُ

(الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۹ بحوالہ احمد والحاکم والبیہقی)

ترجمہ: "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں۔"

مولانا الطاف حسین حالی "مسدسِ حالی" میں لکھتے ہیں ؎

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

اسی طرح اللہ عزوجل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کی یاد دہانی کرائی اور انہیں خبردار کیا کہ میرا محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اب عنقریب اس عالم رنگ و بو میں جلوہ فرمائی کرنے والا ہے۔ چنانچہ میرے پیارے نبی، حضور احمدِ مختار، سیدِ ابرار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمَّا بَلَغَ وُلْدُ مَعَدِّ بْنِ عَدْنَانَ اَرْبَعِيْنَ رَجُلًا وَقَعُوْا فِيْ عَسْكَرِ مُوْسٰى فَانْتَهَبُوْهُ فَدَعَا عَلَيْهِمْ مُوْسٰى فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ لَا تَدْعُ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ مِنْهُمُ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ النَّذِيْرَ الْبَشِيْرَ وَمِنْهُمُ الْاُمَّةُ الْمَرْحُوْمَةُ اُمَّةُ مُحَمَّدٍ الَّذِيْنَ يَرْضَوْنَ مِنَ اللّٰهِ بِالْيَسِيْرِ مِنَ الرِّزْقِ وَيَرْضَى اللّٰهُ مِنْهُمْ بِالْقَلِيْلِ مِنَ الْعَمَلِ (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۹، بحوالہ طبرانی)

ترجمہ: "جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس مردوں تک جا پہنچی تو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر دھاوا بول دیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر میں لوٹ مار کرنے لگے، تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اُن کے بارے میں بارگاہِ خداوندی میں بددعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ اے موسیٰ (علیہ السلام)، ان لوگوں کے لیے بددعا نہ کرو، کیونکہ ان کی نسل سے وہ رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے والا ہے جو اُمّی لقب، عذابِ الٰہی سے ڈرانے والا اور (نیکوں کو) خوشخبری سُنانے والا ہوگا اور انہی لوگوں میں سے وہ اُمتِ مرحومہ (وہ اُمت جس پر رحمت کی گئی ہے) یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہوگی، جس کے لوگ جناب باری تعالیٰ سے تھوڑے رزق پر راضی ہوں گے اور اللہ تعالیٰ عزّ وجلّ ان کے تھوڑے عمل پر بھی راضی ہو جائے گا۔"

اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشخبری سُنائی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس بشارت کی گواہی قرآنِ کریم نے ان الفاظ میں دی ہے:

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًاۢ بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ط (الصف، آیت ۶)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم نے کہا: اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ اپنے سے پہلی کتاب تورات کی تصدیق

کرتا ہوں اور اُس رسول کی بشارت سُناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے، اُن کا نام احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔"

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اُن انبیاء کرام میں آخری نبی ہیں جنہوں نے محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے مژدے سنائے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانِ عالی شان ہے:

وَكَانَ اٰخِرُ مَنْ بَشَّرَ بِيْ عِيْسَى بْنُ مَرْيَمَ (عَلَيْهِمَا السَّلَامُ) (الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۹)

ترجمہ: "میری آمد کے مژدے (خوشخبریاں) سُنانے والوں میں حضرت عیسیٰ ابن مریم آخری پیغمبر ہیں۔"

حفیظ جالندھری اس موقع پر کہتے ہیں ؎

خلیل اللہ نے جس کے لیے حق سے دُعائیں کیں ۔۔۔ ذبیح اللہ نے وقتِ ذبح جس کی التجائیں کیں
جو بن کر روشنی پھر دیدۂ یعقوب میں آیا ۔۔۔ جسے یوسف نے اپنے حُسن کے نیرنگ میں پایا
کلیم اللہ کا دل روشن ہوا جس ضوفشانی سے ۔۔۔ وہ جس کی آرزو بھڑکی جوابِ لن ترانی سے
وہ جس کے نام سے داؤد نے نغمہ سرائی کی ۔۔۔ وہ جس کی یاد میں شاہِ سلیماں نے گدائی کی
دلِ یحییٰ میں ارماں رہ گئے جس کی زیارت کے ۔۔۔ لبِ عیسیٰ پہ آئے وعظ جس کی شانِ رحمت کے

وہ دن آیا کہ پورے ہو گئے تورات کے وعدے
خدا نے آج ایفا کر دیئے ہر بات کے وعدے
(شاہنامۂ اسلام)

حضراتِ محترم! حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کے مژدے نہ صرف انبیاء کرام نے سُنائے، بلکہ سابقہ الہامی کتابوں کے اندر بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے تذکرے موجود تھے۔ تورات، زبور، انجیل اور دوسری آسمانی کتابوں کے اندر اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے

ذکر کو خوب کھول کھول کر بیان فرما دیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے پاس موجود ان پہلے سے معلوم نشانیوں کی مدد سے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پہچان لیا تھا اور اُن اوصافِ حسنہ میں جو حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے متعلق ان کی کتابوں میں لکھے تھے، وہ لوگ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو آزمایا کرتے تھے۔ نتیجتاً اُن اوصافِ حمیدہ کو حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ذات اقدس میں موجود پاتے۔ پھر ان میں سے جن کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے توفیق ایمان عطا ہوتی، وہ ایمان لے آتے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نبوت و رسالت کی تصدیق کر دیتے اور جن بدبختوں کو یہ توفیق حاصل نہ ہوتی، وہ اپنے کفر پر ڈٹے رہتے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی فرمانبرداری کرنے کے بجائے آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حسد کرنا شروع کر دیتے۔

دینِ مصطفٰے بحیثیتِ ناسخِ ادیانِ سابقہ

محترم بزرگو، دوستو! جب حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم اس جہانِ آب و گل میں جلوہ گر ہوئے اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی نبوّت کا باذنِ الٰہی اعلان فرما دیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے دینِ مبین کے علاوہ باقی تمام دینوں کو منسوخ فرما دیا، اس لیے کہ اب حبیبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم دُنیا میں جلوہ گری فرما چکے ہیں، لہٰذا اب دین ہوگا تو صرف اس محبوبِ پاک کا، شریعت چلے گی تو اُس کی لائی ہوئی، اس لیے کہ یہ شریعت سابقہ شریعتوں کو منسوخ کرتی ہے اور محبوبِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم پر نازل ہوئی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ اقدس علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو ایسی شریعت عطا فرمائی جو تمام شریعتوں پر حاوی ہے اور یہ سب شریعتوں کا لبِ لباب اور نچوڑ ہے۔ اس جامع شریعت

کی موجودگی میں اب کسی دوسری شریعت کی ضرورت باقی نہیں رہی، لہٰذا تمام اقوامِ عالم کے لیے ضروری ہے کہ وہ حبیبِ خدا، امام الانبیاء صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو اپنی طرف نبی اور رسول جانیں اور اُن کی لائی ہوئی شریعت پر عمل پیرا ہوں اور اس دینِ مبین سے سرِ مو بھی روگردانی نہ کریں، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دین کی موجودگی میں کسی بھی دوسرے دین کو شرفِ قبولیت نہیں بخشے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ (آل عمران، آیت ۱۹)

ترجمہ: "بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے،

وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْہُ ج وَھُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ○ (آل عمران آیت ۸۵)

ترجمہ: "اور جو اسلام کے سوا کوئی دین چاہے گا، وہ ہرگز اس سے قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں زیاں کاروں میں سے ہے۔"

ان آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے علاوہ دوسرے تمام دینوں کو منسوخ فرما دیا ہے۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے علاوہ اور کوئی دین پسند نہیں فرمایا اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعلانِ نبوّت کے بعد دعوتِ اسلام پہنچنے کے باوجود اگر کوئی شخص عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ وغیرہ بلا تفریق دینِ الہٰی اور غیر الہامی کسی بھی غیر اسلام دین کو قبول کرتا ہے اور اُس کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے، تو وہ گمراہ اور کھُلی گمراہی کا مرتکب ہے اور اس پر کفر کا اطلاق ہوگا۔ آج کے تمام غیر مسلم چاہے وہ الہامی مذہبوں کو ماننے والے ہیں یا غیر الہامی مذہبوں کے پیروکار ہیں یا ویسے ہی ملحد ہیں تمام کے تمام کافرِ مطلق ہیں اور سب کے سب ہی بے دین اور جہنّم کا ایندھن ہیں۔

Scanned with CamScanner

آفتابِ نبوّت

امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے شہرۂ آفاق نعتیہ قصیدہ یعنی قصیدہ بردہ شریف میں یوں مدح سرائی کرتے ہیں ؎

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ مُلْتَمِسٌ
غَرْفًا مِّنَ الْبَحْرِ أَوْ رَشْفًا مِّنَ الدِّيَمِ
وَكُلُّ آيٍ أَتَى الرُّسُلُ الْكِرَامُ بِهَا
فَإِنَّمَا اتَّصَلَتْ مِنْ نُوْرِهٖ بِهِمِ
فَإِنَّهٗ شَمْسُ فَضْلٍ هُمْ كَوَاكِبُهَا
يُظْهِرْنَ أَنْوَارَهَا لِلنَّاسِ فِي الظُّلَمِ

(قصیدہ بردہ شریف، شعر نمبر ۳۹-۵۲-۵۳)

ترجمہ: "تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دریائے رحمت سے ایک چلو بھر کے یا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بارانِ فیض میں سے ایک گھونٹ کے طالب ہیں ——— انبیاء کرام جو بھی معجزہ یا کمال اپنے ساتھ لے کر تشریف لائے، وہ معجزہ و کمال بلا شبہ انہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے ہی عطا ہوا۔ اس لیے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فضل و کمال کے آفتاب ہیں اور تمام انبیاء اس آفتاب کے ستارے ہیں جو کہ آفتاب کے انوار کو لوگوں پر تاریکیوں میں ظاہر فرماتے ہیں۔"

خطیبِ اہلِ سنّت حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ ان اشعار کی وضاحت میں فرماتے ہیں:

"انبیاء کرام علیہم الرضوان اپنے اپنے وقتوں میں حضور سید المرسلین

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت اور روحانیت سے ہی مستفید ہوتے رہے۔ بالکل ایسے ہی جیسے رات کو چاند اور ستارے سورج کے نور سے مستفید ہوتے ہیں، حالانکہ سورج اس وقت دکھائی نہیں دیتا اور جب سورج طلوع ہو جاتا ہے تو یہ سب روشنیاں اس نورِ عظیم میں مدغم ہو جاتی ہیں اور وہ نورِ اعظم سب چھوٹی روشنیوں پر غالب آ جاتا ہے پھر کسی دوسری روشنی کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ اسی لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی دوسرے نبی کی ضرورت نہیں ہے اور جس طرح روشنی کے تمام مراتب آفتاب پر ختم ہو جاتے ہیں، اسی طرح نبوّت و رسالت کے تمام مراتب و کمال کا سلسلہ بھی روحِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو جاتا ہے ؎

اے نظمِ رسالت کے چمکتے ہوئے مقطع!
تو نے ہی اسے مطلعِ انوار بنایا ....."

(ذکرِ حسین ص ۳۵، ۳۶)

انبیاءِ سابقین کی نبوّت

حضرات محترم! نبوّتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کا ایک اہم پہلو یہ بھی ہے کہ سابقہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کسی خاص قوم، اور کسی خاص خطۂ ارض کی طرف مبعوث فرمائے گئے تھے جبکہ ہمارے آقا و مولا حضور تاجدارِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں، تمام خطوں اور تمام زمانوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے گئے۔ سابقہ انبیاء کرام میں سے کسی کو مصر کے علاقے، کسی کو شام کے علاقے کی طرف اور کسی کو قومِ لوط اور کسی کو قومِ ثمود کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا۔ اِن تمام انبیاء کرام کی نبوّت کا زمانہ اور علاقہ

Scanned with CamScanner

مخصوص تھا، مثلاً حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم کی طرف، حضرت ہارون و حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بنی اسرائیل کی طرف اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بنی اسرائیل کی طرف نبی بنا کر بھیجا گیا - ان تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی زمانی حد مقرر تھی - یعنی ایک نبی (علیہ السلام) کے رحلت کے بعد اس کی تعلیمات اس وقت تک قابل عمل ہوتیں، جب تک کوئی اگلا نبی وارد نہ ہو جاتا - پھر جب نیا آنے والا نبی پہلے نبی کی جگہ سنبھال لیتا تو اس نبی کی پیروی اس قوم پر لازم ہو جاتی اور اس سے پہلے نبی کی نبوت کا زمانہ اپنے اختتام کو پہنچ جاتا۔

نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

سابقہ انبیاء کرام کی نبوت و رسالت کا دائرہ کار اسی طرح جاری تھا - ان انبیاء کرام میں کئی نبی ایک ہی قوم کی طرف اور ایک ہی زمانے میں بھی تشریف لائے اور ایک ہی زمانے میں مختلف قوموں کی طرف بھی مبعوث ہوئے اور ان کے کام کا زمانی دائرہ اس قوم میں اگلے نبی کی آمد تک محدود ہوتا تھا، لیکن نبوتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ نبوت ان تمام انبیاء کرام کے دائرہ کار سے زمانی اور مکانی ہر دو سطح پر وسیع ترین ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دائرہ زمانی بھی سب سے زیادہ وسیع ہے اور دائرہ مکانی بھی اور دائرہ افرادی بھی سب سے زیادہ وسیع ہے، اس لیے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمانی طور پر اپنی بعثت سے لے کر تا قیامِ قیامت نبی بنا کر مبعوث فرمائے گئے اور مکانی لحاظ سے آپ تمام کائنات کی طرف نبی ہیں اور افرادی اعتبار سے آپ دنیا کی ہر مخلوق کی طرف نبی ہیں اور خاص طور پر انسانوں اور جنوں کی طرف نبی بنا کر مبعوث ہوئے۔

اللہ جل شانہ اپنی مقدس و مطہر کتاب قرآن حکیم فرقان عظیم میں ارشاد فرماتے ہیں:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ٥
(سورۃ سبا، آیت: ۲۸)

ترجمہ: "اور اے محبوب! ہم نے تم کو نہ بھیجا، مگر ایسی رسالت سے جو تمام آدمیوں کو گھیرنے والی ہے، خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا -"

اسی طرح اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بارے میں یہ اعلان ارشاد فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ٥ (سورۃ الانبیاء آیت: ۱۰۷)

ترجمہ: "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا، مگر رحمت سارے جہان کے لیے -"

اس آیہ کریمہ میں اللہ رب العالمین نے اپنے حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے وسیع دائرے کو بیان فرمایا ہے، جس طرح اللہ تبارک و تعالیٰ رب العالمین ہے، اسی طرح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں - یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت تمام جہانوں پر محیط ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا محیط ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام جہانوں اور تمام لوگوں کی طرف نبی و رسول ہوں، چنانچہ كَآفَّةً لِّلنَّاسِ والی آیتِ مبارکہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی نبوت کو بھی بیان فرمایا گیا ہے-

نکتہ حضرت جلال الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معروف کتاب (التَّعْظِيْمُ وَالْمِنَّةُ فِيْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ) میں میثاق النبیین والی آیت مبارکہ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

فِيْ هٰذِهِ الْاٰيَةِ مِنَ التَّنْوِيْهِ بِالنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَتَعْظِيْمِ قَدْرِهِ الْعَلِيِّ مَا لَا يَخْفٰى وَفِيْهِ مَعَ ذٰلِكَ اِنَّهٗ
عَلٰى تَقْدِيْرِ مَجِيْئِهٖ فِيْ زَمَانِهِمْ يَكُوْنُ مُرْسَلًا اِلَيْهِمْ

فتکون نبوّتہ ورسالتہ عامّۃ لجمیع الخلق من زمن
آدم الی یوم القیامۃ وتکون الانبیاء وامھم کلھم من
امتہ ویکون قولہ "بعثت الی الناس کافۃ" لا یختص بہ
الناس من زمانہ الی یوم القیامۃ بل یتناول من قبلھم
ایضا ویتبین بذالک معنی قولہ صلی اللہ علیہ وسلم
"کنت نبیا وآدم بین الروح والجسد۔"

(الخصائص الکبریٰ، ج ۱، ص ۴)

ترجمہ: "اس آیتِ کریمہ میں مراد ذاتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و شوکت کی تعظیم ہے جو کہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ اس ضمن میں یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر قیامت تک کی تمام مخلوقات کے لیے عام ہے اور سارے کے سارے انبیاء کرام اور ان کی امتیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں شامل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا (قیامت کے دن) یہ ارشاد ہو گا کہ مجھے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا گیا ہے' اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کی تخصیص نہیں ہے بلکہ ان سے پہلے لوگ بھی ان میں شامل ہیں۔ اس معنی کی وضاحت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ مبارک کرتا ہے کہ میں اس وقت بھی نبی تھا، جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی رُوح اور جسد کے درمیان تھے۔"

بعض لوگ اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے یہ کہتے ہیں کہ اس وقت حقیقتِ محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وجود نہ تھا، بلکہ آپ کی نبوت علمِ الٰہی میں تھی۔ اہل سنت و جماعت

کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم ازلی و ابدی ہے جو کہ ہر شے پر محیط ہے۔ علمِ الٰہی میں نبوّتِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی ہی کیا تخصیص، جبکہ اللہ تعالیٰ کو جملہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوّت کا علم تھا۔ معلوم ہوا کہ اس حدیثِ مبارکہ میں حقیقتِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وجود کا ہی ذکر ہے نہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوّت کے علم کا۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے عرشِ عظیم پر "مُحمّد رَّسُولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" لکھا ہوا دیکھا اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ کائنات کی کسی شے کے وجود سے قبل اُس کا نام نہیں رکھا جاتا۔ نامِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرش پر ہونا بھی وجودِ مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تصدیق کرتا ہے۔ جو لوگ اس حدیث کی تاویل کرتے ہوئے حقیقتِ محمدیہ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کا انکار کرتے ہیں، انہیں عقل ہوش کے ناخن لینے چاہئیں تاکہ جمالِ محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے آفتاب سے بہرہ ور ہو سکیں۔ مولانا روم علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ؎

گفت حق چشمِ خفاش بدسگال   بستہ ام از آفتابِ بے مثال

ترجمہ: "حق تعالیٰ نے فرمایا میں نے بدخواہ چمگادڑ (یعنی کافروں کی آنکھیں) جمالِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے آفتابِ بے مثال کے دیدار سے بند کر رکھی ہیں۔"

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشہ دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر، کیا دیکھے

اور حضرت بابا بلھے شاہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اُتھے نوں چا سیر کرایا سارا شہر وکھایا
جد چھپیا کی نظری آیا کہندا کجھ نئیں آیا

حضرات! سورج کی آب و تاب سے ہر شخص بہرہ ور ہوتا ہے۔ سورج کی روشنی

اندھیروں کو دور کر کے کائنات کو منوّر کرتی ہے اور ہر شخص صبح نو آمدِ آفتاب کی انتظار کرتا ہے، مگر چمگادڑ (شب پرہ) اور اُلّو سے کسی نے پوچھا کہ سورج تمہیں کیسا لگتا ہے؟ انہوں نے کہا بہت بُرا، جب یہ نکل آتا ہے تو ہماری آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اسی طرح نورِ مصطفےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے زمین و زمان مکین و مکان عرش و فرش والے مستفید ہوتے ہیں، مگر کافروں نے نورانیتِ مصطفےٰ علیہ السّلام کا انکار کر دیا۔

مولانا روم مثنوی شریف میں ارشاد فرماتے ہیں کہ "ایک دن حضور نبیٔ مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم مسجد شریف میں جلوہ افروز تھے۔ ابوجہل آپ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو مسجد شریف میں دیکھ کر صحابہ کرام کے پاس آیا اور کہا میں نے تمہارے نبی کو (معاذ اللہ) یوں دیکھا ہے (یعنی اس نے بدتعریفی کی) سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے چہرہ مبارک کو چاند سے زیادہ چمکتا ہوا پایا۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اے ابوبکر! کیا بات ہے؟ انہوں نے سارا ماجرا کہہ دیا۔ حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے فرمایا گھبراؤ مت! میں تو آئینہ ہوں ابوجہل نے اپنا چہرہ دیکھا اور تم نے میرے آئینۂ نبوت میں اپنا ہی چہرہ دیکھا ہے۔"

میثاق النّبیین علیہم السّلام

قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ
وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ
بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ
اِصْرِىْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ

مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ (پ ۳، سُورۃ آلِ عمران، آیت ۸۱)

ترجمہ: "اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے اُن کا عہد لیا جو میں تم کو کتاب اور حکمت دوں۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے، تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اُس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا اور اُس پر میرا بھاری ذمہ لیا۔ سب نے عرض کیا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو تم ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السّلام کے ساتھ کئے ہوئے ایک عہد کی یاد دہانی کرائی ہے۔ یعنی اے محبوب صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم! ہم نے آپ کی شانِ محبوبی کو انبیاء کرام پر عیاں کرنے کی غرض سے اُن سب سے آپ کی رسالت اور امامت کا عہد لیا تھا اور انہیں بتا دیا تھا کہ اگر تمہیں دنیا میں نبی اور رسول بنا کر بھیج رہا ہوں، تو اپنے محبوب کی شانِ محبوبی دکھانے کے لیے بھیج رہا ہوں۔ تم اصل میں میرے محبوب پاک علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی آمد کا مژدہ سنانے کے لئے جاؤ گے اور اس کی کلّی رسالت کا اعلان کرنے کے لیے جاؤ گے۔ میں تمہیں مخصوص علاقوں اور مخصوص زمانوں کے لیے نبی بنا کر بھیجوں گا، لیکن اپنے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ساری کائنات کے لیے نبی و رسول بنا کر بھیجوں گا اور اس کی رسالت قیامت تک ہوگی، لہٰذا جب میرا محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم اپنے دینِ مبین کا اعلان فرما دے گا، تو پھر سابقہ تمام دینوں کا نفاذ ختم ہو جائے گا۔ پھر اُس محبوب کریم علیہ الصّلوٰۃ والتسلیم کے دین کو ماننا ہوگا اور اس کی پیروی کرنا ہی اسلام ہوگا ——— لہٰذا تمہیں اس دین پر قائم رہنا ہوگا، جیسا کہ قرآن حکیم ہی میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Scanned with CamScanner

إِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ط

ترجمہ: "بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے"

لہٰذا جو اس دین سے روگردانی کرے اور کسی دوسرے دین کو پیش کرے تو اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کے سوا کسی دوسرے دین کو ہرگز ہرگز تسلیم نہیں فرمائے گا۔

حشر میں ہوگا وہ سرکار کے جھنڈے تلے
میرے سرکار کا جو چاہنے والا ہوگا (خالد محمود خالد)

اے گروہِ انبیاء! جب میرا محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم جلوہ گری فرما چکے تو تم پر لازم ہو جائے گا کہ تم اُس کی پیروی کرو، اور اُس کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہو جاؤ۔

میثاق النبیین کے بارے میں کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ میثاق ہر نبی کی دنیا میں بعثت کے بعد لیا گیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ عہد انبیاء کی بعثت کے وقت ان سے لیا کرتے تھے، لیکن شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا رد فرمایا ہے، آپ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: "احادیثِ مبارکہ میں مروی ہے کہ جب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے نور نکالے گئے تو حق تعالیٰ نے نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد فرمایا کہ ان انوار کی جانب نظر فرمائیے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر فرمائی، تو ان تمام انوار پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور غالب آگیا اور دوسروں کے نور ماند پڑ گئے۔ وہ عرض کرنے لگے کہ اے ہمارے پروردگار! یہ کس کا نور ہے جس کے آگے ہمارے نور ماند پڑ گئے ہیں؟ حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا یہ نور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بن عبداللہ کا ہے۔ اگر تم ان پر ایمان لاؤ گے تو

ہم تمہیں نبی بنائیں گے۔ سب نے بیک زبان عرض کیا: اے ہمارے رب ہم ان پر اور ان کی نبوت پر ایمان لائے۔ اس پر حق تعالیٰ نے فرمایا: میں تم پر گواہ ہوں۔ یہ معنی و مفہوم حق تعالیٰ کے اس ارشاد کا ہے:

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ . . . . (الی آخرہ)

ترجمہ: "اور جب اللہ تعالیٰ نے تمام نبیوں سے عہد لیا کہ میں جب تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں . . . ." (آخر تک)

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳ فارسی)

شیخ محقق علیہ الرحمہ کی اس عبارت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ میثاق النبیین بعثتِ انبیاء کے بعد نہیں، بلکہ اس وقت لیا گیا جس وقت تمام انبیاء کے انوار کو نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے تخلیق فرمایا گیا اور اُس وقت ابھی انہیں نبی اور رسول بنا کر بھیجا بھی نہیں گیا تھا، بلکہ اس عہد و پیمان کے بعد ان کو منصبِ نبوت پر فائز کیا گیا تھا۔

تخلیق میں پہلے نور اُن کا، آخر میں ہوا ہے ظہور اُن کا
تکوینِ جہاں ہے ان کے لیے، ختم اُن پہ نبوت ہوتی ہے
میثاق کے دن سب نبیوں سے اقرار لیا تھا اُن کے لیے
اَب آتے ہیں وہ سردارِ رسل، اب اُن کی ولادت ہوتی ہے

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

وَمَا عَلَيْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ط

باعث کائنات

(صلی اللہ علیہ وسلم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِوَجْہِ حَبِیْبِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ بَاعِثُ خَلْقِ الْعَالَمِیْنَ وَھُوَ حَبِیْبُ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْنَ، شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْنَ سَیِّدُنَا وَنَبِیُّنَا مُحَمَّدُنِ الَّذِیْ بُعِثَ فِی الْاُمِّیِّیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَ دِیْنَہٗ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ ۰ اَجْمَعِیْنَ ۰ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ط (پ ۱۴، سورۃ الحجر، آیت ۸۵)

ترجمہ: "اور ہم نے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے عبث نہ بنایا۔"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ کائنات کی کسی چیز کو میں نے عبث نہیں بنایا۔ معلوم ہوا کہ کائنات کی ہر چیز کے پیدا کرنے میں کوئی نہ کوئی حکمت پائی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

کے باعث پیدا فرما کر کائنات کو رونق بخشی ہے۔

ع ہے انہیں کے دم قدم سے باغ عالم میں بہار

حضور پُرنور شافع یوم النشور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارکہ وہ ذات ہے جو کائنات ہست و بود کے وجود میں آنے کا باعث بنی ہے۔ آپ کی بدولت دنیا کی رونقیں اور رعنائیاں ظہور میں آئی ہیں۔ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

صاحب "نزہۃ المجالس" حضور سرورِ عالم نبی محترم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وجہ کائنات ہونے کے متعلق ایک حدیث پاک نقل کرتے ہیں:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مِمَّ خُلِقْتَ قَالَ لَمَّا اَوْحٰی اِلَیَّ رَبِّیْ مَا اَوْحٰی قُلْتُ مِمَّا خَلَقْتَنِیْ قَالَ تَعَالٰی وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ اَرْضِیْ وَلَا سَمَآئِیْ قُلْتُ یَا رَبِّیْ مِمَّا خَلَقْتَنِیْ قَالَ تَعَالٰی وَعِزَّتِیْ لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ جَنَّتِیْ وَلَا نَارِیْ (نزھۃ المجالس ج ۲، ص ۸۱)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کی تخلیق کس مقصد کے تحت فرمائی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب مجھ پر وحی نازل ہوئی تو میں نے بارگاہِ پروردگار میں عرض کیا: اے میرے پروردگار! تو نے میری تخلیق کا کیا مقصد رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اے حبیب! مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! اگر میں تجھے پیدا نہ فرماتا تو نہ میں زمین کو پیدا فرماتا

اور نہ ہی آسمانوں کو وجود بخشتا۔ میں نے عرض کیا اے میرے پروردگار! تیری ذات نے مجھے کس مقصد کے تحت پیدا فرمایا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا اے میرے حبیب! مجھے اپنی عزّت کی قسم! اگر تم نہ ہوتے، تو میں اپنی جنّت اور دوزخ کو پیدا نہ کرتا۔“

اس موقع پر حفیظ جالندھری جھوم گئے اور یوں نغمہ سرا ہوئے ؎

یہ کس کی جستجو میں مہرِ عالمتاب پھرتا تھا — ازل کے روز سے بیتاب تھا بے خواب پھرتا تھا
یہ کس کی آرزو میں چاند نے سختی سہی برسوں — زمیں پر چاندنی برباد و آوارہ رہی برسوں
یہ کس کے شوق میں پتھرا گئیں آنکھیں ستاروں کی — زمیں کو تکتے تکتے آ گئیں آنکھیں ستاروں کی
کروڑوں رحمتیں کس کے لیے ایام نے بدلیں — پیاپے کروٹیں کس دھن میں صبح و شام نے بدلیں
یہ کس کے واسطے مٹی نے سیکھا گل فشاں ہونا — گوارا کر لیا پھولوں نے پامالِ خزاں ہونا
یہ سب کچھ ہو رہا تھا ایک ہی امید کی خاطر — یہ ساری کاوشیں تھیں ایک صبحِ عید کی خاطر

مشیت تھی کہ یہ سب کچھ تہِ افلاک ہونا تھا
کہ سب کچھ ایک دن نذرِ شہِ لولاک ہونا تھا

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم محبوبِ کردگار ہیں اور اپنے حبیب کی خاطر ہی اس خالق و مالک نے اس جہانِ فانی کو اور اس دارِ بقا کو وجود بخشا ہے۔ اگر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا۔ امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں ؎

ہے انہیں کے دم قدم سے باغِ عالم میں بہار
وہ نہ تھے عالم نہ تھا گر وہ نہ ہوں عالم نہ ہو

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ”مدارج النبوۃ“ میں ایک حدیث مبارکہ نقل فرماتے ہیں جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر ارشاد فرمایا ہے کہ اے محبوب صلّی اللہ علیہ وسلّم! تو میرا حبیب ہے اور میں نے تیرے لیے اس جہان کو پیدا فرمایا ہے۔ حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں،

عَنْ سَلْمَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ھَبَطَ جِبْرِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: اِنَّ رَبَّكَ یَقُوْلُ اِنْ كُنْتُ اتَّخَذْتُ اِبْرَاھِیْمَ خَلِیْلًا فَقَدِ اتَّخَذْتُكَ حَبِیْبًا وَمَا خَلَقْتُ خَلْقًا اَكْرَمَ عَلَیَّ مِنْكَ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الدُّنْیَا وَاَھْلَھَا لِاُعَرِّفَھُمْ كَرَامَتَكَ وَمَنْزِلَتَكَ عِنْدِیْ وَلَوْلَاكَ مَا خَلَقْتُ الدُّنْیَا (مطالع المسرات ص ۲۶۱ انوارِ محمدیہ من مواہب لدنیہ ص ۱۴ — مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳-۴ — فارسی)

ترجمہ: ”حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلّی اللہ علیک وسلّم! بے شک آپ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اے میرے پیارے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام! اگر میں نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا ہے تو آپ کو اپنا حبیب بنایا ہے اور بے شک میں نے کسی مخلوق کو بھی آپ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے زیادہ برگزیدہ پیدا نہیں فرمایا اور میں نے دنیا اور اہلِ دنیا کو اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ انہیں آپ کے اس مقام و مرتبہ کی پہچان کرا دوں جو میرے یہاں آپ کے لیے ہے۔ اگر آپ نہ ہوتے، تو میں دنیا کو پیدا نہ فرماتا۔“

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے،

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّوْرِ اِذْ نَادَیْنَاہُ

(سورۃ القصص آیت ۴۶)

ترجمہ: ”اور نہ تم طور کے کنارے تھے، جب ہم نے ندا فرمائی۔“

اس آیۂ مبارکہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، جب حضرت

موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سے تورات کی لکھی ہوئی تختیاں عطا ہوئیں تو وہ بہت خوش ہوئے اور بارگاہِ ایزدی میں عرض گزاری۔ اے میرے مولا! تو نے مجھے ایسی عزت کے ساتھ نوازا ہے کہ ایسی عزت کے ساتھ مجھ سے پہلے کسی کو نہیں نوازا۔ فرمانِ الٰہی ہوا، اے موسیٰ! ہم نے تیرے دل کو تواضع اور انکساری والا پایا تو تجھے اپنے ساتھ کلام اور نعمتِ رسالت سے سرفراز فرما دیا اور کہا:

فَخُذْ مَا اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ وَمُتْ عَلَی التَّوْحِیْدِ وَعَلٰی حُبِّ مُحَمَّدٍ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ: "لے لے جو میں نے تجھے عطا کیا ہے اور شکر گزار لوگوں میں شامل ہو جا اور جب تمہیں موت آئے تو میری توحید اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت پر ہی آنی چاہیے۔" (معارج النبوۃ فارسی رکن دوم صـ۱۱)

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، الٰہی! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں، جن کی محبت تیری توحید سے مقرون ہے؟ ارشاد ہوا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ ہیں کہ جن کا نام میں نے زمین و آسمان کی پیدائش سے دو ہزار سال قبل عرش پر لکھ دیا تھا۔ لہٰذا اگر تو میری بارگاہ میں قرب کا خواہش مند ہے تو اس ذاتِ اقدس پر کثرت سے درود پاک پڑھا کر۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، یا الٰہی! مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا تعارف کرا دے کہ وہ کون ہیں، جن کے وسیلہ کے بغیر میں تیری بارگاہ میں قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا تو سنو اے موسیٰ (علیہ السلام)

لَوْلَا مُحَمَّدٌ وَاُمَّتُهٗ لَمَا خَلَقْتُ الْجَنَّةَ وَلَا النَّارَ وَلَا الشَّمْسَ وَلَا الْقَمَرَ وَلَا اللَّیْلَ وَلَا النَّهَارَ وَلَا مَلَكًا مُقَرَّبًا وَّلَا نَبِیًّا مُرْسَلًا وَّلَا اِیَّاكَ۔ (معارج النبوۃ فارسی رکن دوم فصل ۱۱ – مطالع المسرات صـ۲۶۴)

ترجمہ: "اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی اُمت نہ ہوتی تو میں جنت کو پیدا کرتا نہ دوزخ کو، نہ سورج کو پیدا فرماتا نہ ہی چاند کو، نہ رات کو بناتا نہ دن کو، نہ مقرب فرشتوں کی تخلیق کرتا اور نہ ہی کسی نبی و مرسل کی اور نہ ہی (اے موسیٰ!) تجھ کو پیدا کرتا۔"

گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
(ظفر علی خاں)

عیاں تو ہی تو ہے نہاں تو ہی تو ہے — یہاں تو ہی تو ہے، وہاں تو ہی تو ہے
ترا رنگ ہر رنگ میں ہے نمایاں — یہ نیرنگِ کون و مکاں تو ہی تو ہے
(اکبر وارثی)

پھر سیدنا موسیٰ علیہ السلام بارگاہِ خداوندی میں عرض گزار ہوئے، اے مولا کریم! تیری بارگاہ میں زیادہ محبوب کون ہے؟ میں یا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ارشاد ہوا، اے موسیٰ! تو میرا کلیم ہے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے حبیب ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے مولا کریم! کلیم اور حبیب میں کیا فرق ہے؟ ارشادِ خداوندی ہوا، اے موسیٰ! جو خدا کو دوست رکھے اور اس کی رضامندی کا طالب ہو وہ کلیم ہے اور جس کو خدا دوست رکھے اور اس کی رضا چاہے، وہ حبیب ہوتا ہے۔" (معارج النبوۃ، رکنِ دوم، ص ۱۲، فارسی)

امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)

حدیثِ قدسی ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

Scanned with CamScanner

يَا مُحَمَّدُ كُلُّهُمْ يَطْلُبُوْنَ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ
رِضَاكَ فِي الدَّارَيْنِ (تفسیر کبیر ج ۴ ص ۹۵)

ترجمہ: "ہر ایک میری رضامندی کا طالب ہے اور میں دارین میں (اے
محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تیری رضا کا طالب ہوں۔"

پھر ارشادِ خداوندی ہوا کلیم وہ ہوتا ہے جو چالیس روز روزے رکھے اور
چالیس راتیں عبادت کرے، پھر خود کوہِ طور پر آئے اور میرے ساتھ ہمکلام ہونے
کا شرف حاصل کرے، جبکہ حبیب وہ ہے جو اپنے بستر پر محوِ خواب ہوگا اور میں
خود جبریل (علیہ السلام) کو بھیج کر اسے اپنے پاس بلاؤں گا اور اس سے کلام کروں
گا۔ (معارج النبوۃ رکن دوم (فارسی) ص ۱۱، ۱۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس واقعہ کو ملا معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ
نے تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معارج النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر جھوم گئے
اور یوں گویا ہوئے ؎

فرقِ مطلوب و طالب میں دیکھے کوئی — قصۂ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بیہوش جلووں میں گم ہے کوئی — کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام
(تضمین بر کلام اعلیٰحضرت)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
نے ارشاد فرمایا: جب سیدنا آدم علیہ السلام کے ساتھ گندم کا دانہ کھانے والا
معاملہ پیش آیا، تو انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی اے مولا کریم! حضرت محمد
صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میری خطا معاف فرمائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اے آدم! تو نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کیسے پہچان لیا؟ حضرت آدم علیہ السلام
نے عرض کیا: اے مولا کریم! جب تو نے اپنے دستِ قدرت سے میری تخلیق
فرمائی اور میرے جسدِ خاکی میں رُوح پھونکی تو میں نے آنکھ کھول کر اوپر دیکھا
اوپر مجھے عرشِ عظیم نظر آیا، جس کے پایوں پر یہ لکھا ہوا تھا:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: "اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں۔"

میں نے اس تحریر کو دیکھ کر سمجھ لیا کہ اے باری تعالیٰ تو نے اپنے نام کے
ساتھ اُسی ہستی مبارک کا نام ملایا ہے جو تجھے تمام کائنات سے زیادہ محبوب ہے
اس پر ارشادِ باری تعالیٰ صادر ہوا:

اَنَّهٗ اٰخِرُ النَّبِيِّيْنَ مِنْ ذُرِّيَّتِكَ لَوْلَاهُ لَمَا خَلَقْتُكَ۔

ترجمہ: "اور بے شک وہ آخری نبی ہیں تمہاری اولاد سے، اگر وہ نہ ہوتے
تو میں تمہیں پیدا نہ کرتا۔"

(معارج النبوۃ رکن دوم (فارسی) ص ۵۵، الشفا شریف ص ۱۲)

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر نامِ محمد را نیاوردے شفیعِ آدم
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجینا

ان احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں واضح ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
ہی باعثِ تخلیقِ کائنات ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے صدقہ سے اور آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر ہی کائنات کو وجود بخشا گیا۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے حبیب
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نورِ پاک کو پیدا نہ فرماتا تو کائنات کی تمام روشنیاں
بے نور ہوتیں اور کائنات کی تمام رونقیں معدوم ہوتیں۔ امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت

فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لیے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لیے
یہ شمس و قمر، یہ شام و سحر، یہ برگ و شجر، یہ باغ و ثمر
یہ تیغ و سپر، یہ تاج و کمر، یہ حکم رواں تمہارے لیے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے، وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لِوا کے تلے، ثنا میں کھلے، رضا کی زباں تمہارے لیے

ظفر علی خاں یوں گویا ہوتے ہیں ؎

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اس طرح مدح سرا ہوتے ہیں ؎

نگاہِ عشق و مستی میں، وہی اول وہی آخر
وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں وہی طٰہٰ

منبعِ انوار حضراتِ محترم! کائنات کی تمام روشنیوں اور ہر قسم کے انوار کا منبع نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کا منبع نورِ خدا ہے۔ حضرت میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

سبھے نور اُس دے نوروں اس دے انور حضوروں
اُس نوں تخت عرش دا ملیا موسیٰ نوں کوہ طوروں

حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَلَقَ قَبْلَ الْاَشْيَآءِ نُوْرَ نَبِيِّكَ مِنْ نُوْرِهٖ فَجَعَلَ ذٰلِكَ النُّوْرُ يَدُوْرُ بِالْقُدْرَةِ حَيْثُ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَلَمْ يَكُنْ فِيْ ذٰلِكَ الْوَقْتِ لَوْحٌ وَّلَا قَلَمٌ وَّلَا جَنَّةٌ وَّلَا نَارٌ وَّلَا مَلَكٌ وَّلَا سَمَآءٌ وَّلَا اَرْضٌ وَّلَا شَمْسٌ وَّلَا قَمَرٌ وَّلَا جِنِّيٌّ وَّلَا اِنْسِيٌّ فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰهُ تَعَالٰی اَنْ يَّخْلُقَ الْخَلْقَ قَسَّمَ ذٰلِكَ النُّوْرَ اَرْبَعَةَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْجُزْءِ الْاَوَّلِ الْقَلَمَ وَمِنَ الثَّانِي اللَّوْحَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْعَرْشَ ثُمَّ قَسَّمَ الْجُزْءَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَاءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ حَمَلَةَ الْعَرْشِ وَمِنَ الثَّانِي الْكُرْسِيَّ وَمِنَ الثَّالِثِ بَاقِيَ الْمَلٰٓئِكَةِ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَآءٍ فَخَلَقَ مِنَ الْاَوَّلِ السَّمٰوٰتِ وَمِنَ الثَّانِي الْاَرَضِيْنَ وَمِنَ الثَّالِثِ الْجَنَّةَ وَالنَّارَ ثُمَّ قَسَّمَ الرَّابِعَ اَرْبَعَةَ اَجْزَآءٍ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اَلْحَدِيْثُ بِطُوْلِهٖ۔ (مواہب اللدنیہ ج ۹ - سیرتِ حلبیہ ج ۱، ص ۳۰، زرقانی ج ۱، ص ۴۶ - نشر الطیب ص ۶ از اشرف علی تھانوی)

ترجمہ: "حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے جابر! بے شک اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی پیدائش سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ وہ نور قدرتِ خداوندی سے جہاں اللہ تعالیٰ نے چاہا گردش کرتا رہا۔ اُس وقت نہ لوح تھی نہ قلم، نہ جنت و دوزخ تھے نہ فرشتے، نہ زمین و آسمان تھے نہ سورج تھا اور نہ چاند، اور نہ جن و بشر تھے بلکہ کچھ نہ تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نور کے چار حصے فرما دیئے۔ پہلے حصے سے

قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے حصے سے عرش کو پیدا فرمایا۔ پھر چوتھے حصے کو چار حصوں میں بانٹ دیا۔ پہلے حصے سے عرش کو اُٹھانے والے فرشتوں کو پیدا فرمایا، دوسرے سے کرسی کو اور تیسرے سے باقی ملائکہ کو پیدا فرمایا، جبکہ چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرما دیا۔ ان میں سے پہلے حصے سے آسمان، دوسرے سے زمین، تیسرے سے جنت و دوزخ اور چوتھے حصے کو پھر چار حصوں میں تقسیم فرما دیا۔۔۔۔۔۔"

حدیث مبارکہ طویل ہے۔

یہ حدیث پاک مصنف عبدالرزاق سے جلیل القدر محدثین کرام جیسے امام قسطلانی شارح بخاری اور امام ابن حجر مکی اور علامہ فاسی اور علامہ دیار بکری نے اپنی تصانیف جلیلہ افضل القریٰ، مواہب اللدنیہ، مطالع المسرات اور زرقانی علی المواہب میں نقل فرما کر اس پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے اور اس (حدیث) سے مسائل کا استنباط کیا ہے۔

امام عبدالرزاق صاحبِ مصنف، جو اس حدیث مبارکہ کے مُخرّج ہیں۔ امام احمد بن حنبل جیسے اکابر ائمہ دین کے استادِ گرامی ہیں۔ "تہذیب التہذیب" میں ان کے بارے میں لکھا ہے:

وَقَالَ اَحْمَدُ بْنُ صَالِحِ الْمِصْرِيُّ قُلْتُ لِاَحْمَدَ بْنِ حَنْبَلٍ أَرَأَيْتَ اَحَدًا اَحْسَنَ حَدِيْثًا مِنْ عَبْدِ الرَّزَّاقِ قَالَ لَا۔

(تہذیب التہذیب ص ۳۱۱، جلد ۶)

ترجمہ: "احمد بن صالح مصری کہتے ہیں: میں نے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے حدیث میں کوئی شخص عبدالرزاق سے بڑھ کر دیکھا؟ انہوں نے فرمایا: نہیں۔"

امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ الحدیقۃ الندیۃ میں اس حدیث کی تصحیح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

قَدْ خُلِقَ كُلُّ شَيْءٍ مِنْ نُوْرِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَمَا وَرَدَ بِهِ الْحَدِيْثُ الصَّحِيْحُ۔ (میلاد النبی ص ۱۰)

ترجمہ: "ہر چیز حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نورِ پاک سے تخلیق کی گئی ہے جیسا کہ صحیح حدیثِ مبارکہ میں وارد ہوا ہے۔"

اسی حدیث مبارک کو امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "دلائل النبوۃ" میں تقریباً اسی طرح روایت فرمایا ہے۔ مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں علامہ فاسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَقَدْ قَالَ الْاَشْعَرِيُّ اِنَّهٗ تَعَالٰى نُوْرٌ لَيْسَ كَالْاَنْوَارِ وَالرُّوْحُ النَّبَوِيَّةُ الْقُدْسِيَّةُ لَمْعَةٌ مِّنْ نُوْرِهٖ وَالْمَلَائِكَةُ شَرَرُ تِلْكَ الْاَنْوَارِ وَقَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللّٰهُ نُوْرِيْ وَمِنْ نُوْرِيْ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَغَيْرُهٗ مِمَّا فِيْ مَعْنَاهُ۔

(مطالع المسرات ص ۲۶۵، میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ص ۱۰ از علامہ کاظمی رحمۃ اللہ علیہ)

ترجمہ: "یعنی عقائد میں اہلِ سنت کے امام سید ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسا نور ہے کہ وہ کسی نور کی مثل نہیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس روح اسی نور کی ایک چمک ہے اور فرشتے انہیں انوار سے جھڑے ہوئے پھول ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے میرا نور پیدا فرمایا اور میرے نور سے

Scanned with CamScanner

ہر چیز پیدا فرمائی۔"

ان احادیثِ مبارکہ اور اقوالِ علماء حق سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ نور سے ہی تمام اشیاء کو پیدا فرمایا گیا۔ اسی نور سے لوح و قلم، عرش و کرسی، فرشتے، آسمان و زمین، جنت و دوزخ اور جہان کے تمام انوار کو پیدا فرمایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصلِ کائنات ہیں اور کائنات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت سے ہی منور و روشن ہے جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نورِ ذاتِ باری تعالیٰ کے نور کی تجلی خاص سے روشن ہے ؎

محمد گر نہ بودے کس نہ بودے
نہ بودے ہر دو عالم در وجودے (جامی علیہ الرحمہ)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

باعثِ شرفِ آدم علیہ السلام و بنی آدم

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَعُوْذُ بِهٖ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا وَنُصَلِّيْ عَلٰى شَرَفِ اٰدَمَ وَبَنِيْ اٰدَمَ وَهُوَ وَجْهُ وَشَرَفُ لِّلْعَالَمِيْنَ سَيِّدُنَا وَسَنَدُنَا وَمَوْلَانَا حَبِيْبُنَا وَطَبِيْبُنَا وَطَبِيْبُ قُلُوْبِنَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالسَّلَامُ عَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِ ۝

(سورۃ البلد - آیت ۱-۲ ، پارہ ۳۰)

ترجمہ: "مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب! تم اس شہر میں تشریف فرما ہو"

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سب سے پہلے اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا فرمایا اور اسے اپنا محبوب بنایا۔ پھر اس نورِ محبوب سے کائنات کو رعنائی اور رونق سے سرفراز فرماتے ہوئے دنیا کی باقی اشیاء کو پیدا فرمایا۔ پھر اس نور کا اظہار کرنا چاہا تو ایسی مخلوق کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا جو دیگر تمام مخلوقات سے اپنی تخلیق میں افضلیت کی حامل ہو۔ اس میں ہر مخلوق کے اوصاف وضع کیے جائیں اس میں خیر و شر کے عنصر کو بھی ودیعت کیا جائے تاکہ وہ مخلوق اپنے شعور اور اپنی

عقل کو استعمال کر کے خیر و شر میں فرق کرے۔ خیر کو اپنائے اور شر سے کنارہ کشی کرے۔ پھر اس مخلوق میں اپنے محبوب کو ظاہر کر دیا جائے، چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے انسان کی تخلیق کا ارادہ فرمایا۔

شاہکارِ دستِ قدرت

اللہ تعالیٰ نے چونکہ انسان کو اپنے محبوب کے ساتھ بزرگی و عظمت سے نوازنا تھا، اس لیے اس کی تخلیق اپنے دستِ قدرت سے فرمائی اور پھر اعلان فرما دیا کہ ہم نے انسان کو ہر طرح سے کامل کر دیا ہے، یعنی اس کے اندر ہر طرح کے جوہر رکھ دیئے ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْۤ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ط

(ترجمہ کنز الایمان) "بے شک ہم نے آدمی کو اچھی صورت پر بنایا۔"

احسن الخالقین

عملِ تخلیق دو طرح کا ہے ایک حقیقی اور دوسرا مجازی۔ مجازی تخلیق یہ ہے کہ خالقِ حقیقی کی عطا کردہ فہم و فراست اور قوت کے ساتھ کوئی مخلوق بظاہر کسی چیز کو تخلیق کر ڈالے جیسا کہ آج کے سائنسی دور میں تخلیقِ مجازی کی بے شمار مثالیں موجود ہیں، لیکن ان مجازی خالقوں کی تخلیقات کسی نہ کسی اعتبار سے ناقص ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ ان مجازی خالقوں کی عقلیں اس خالقِ حقیقی کے مقابلے لاشیئ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان چھوٹی چھوٹی عقلوں کی تخلیقات بھی اس خالقِ حقیقی کی تخلیقات کے مقابلے میں بے معنی اور بے کار ہوتی ہیں، لہٰذا وہ ذاتِ خداوندی احسن الخالقین ہے، یعنی تمام مجازی خالقوں سے بڑھ کر اور ان تمام سے بہترین جوہرِ تخلیق کی حامل ہے، بلکہ تمام مجازی خالقوں کی خالق بھی وہی ذات ہے اور ان مجازی خالقوں کی تخلیقات بھی اسی خالقِ حقیقی کی عطا کردہ فہم و فراست اور قوت کی مرہونِ منت ہیں۔ یہی وجہ

ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے آپ کو احسن الخالقین (یعنی سب خالقوں سے زیادہ بہتر تخلیق فرمانے والا) کہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِیْنَ ۝ (سورۃ مؤمنون، آیت ۱۴)

ترجمہ کنز الایمان "تو بڑی برکت والا ہے، اللہ سب سے بہتر بنانے والا۔"

باعثِ احسنِ تقویم

جب احسن الخالقین اپنی کسی تخلیق کے بارے میں دعویٰ کرے کہ یہ احسن تقویم ہے، یعنی میں نے اپنی اس مخلوق کو تمام مخلوقات سے بہتر پیدا فرمایا ہے اور اس کے اندر تقویم کے سارے جوہر رکھ دیئے اور اسے احسنِ تقویم کیا ہے، تو پھر اُس کے دعوے کو کون رد کر سکتا ہے؟ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس خالقِ حقیقی نے اپنی اس مخلوق کو احسنِ تقویم کا درجہ عطا کیوں فرمایا؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ خالقِ کائنات نے ارادہ فرمایا کہ وہ اپنے محبوب کے نور کو کسی بہترین مخلوق کی صورت میں ظاہر فرمائے، چنانچہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کے لیے اللہ تعالیٰ نے یہ خاص اہتمام فرمایا اور اس مخلوق کو احسنِ تقویم کا درجہ عطا فرمایا۔

احسنِ تقویم پر ملائکہ کی رائے

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا فرمانے کا ارادہ کیا تو فرشتوں کو اپنے اس ارادہ سے آگاہ فرمایا:

اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (سورۃ بقرۃ، آیت ۳۰)

ترجمہ: "میں زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں۔"

پھر اس احسنِ تقویم کے اوصاف بھی بیان فرمائے اور اس کے اندر خیر و شر ودیعت کرنے کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔ اس پر فرشتوں نے خیال کیا کہ یہ انسان تو زمین

Scanned with CamScanner

میں فساد بھی کرے گا، خون خرابہ کرنے کا بھی مرتکب ہوگا۔ خدا تعالیٰ کی نافرمانی بھی کرے گا۔ اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنا نائب مقرر فرمالیا ہے۔ جبکہ ہم ہر وقت حکمِ خداوندی کی بجا آوری میں لگے رہتے ہیں اور ہر لحاظ سے امن و سکون قائم رکھتے ہیں۔ ہم نہ خداوند کریم کی نافرمانی کرتے ہیں، نہ فساد کرتے ہیں، لہٰذا اس شرف سے سرفراز ہونا ہمارا حق ہونا چاہیئے، چنانچہ عرض کرنے لگے:

اَتَجۡعَلُ فِیۡهَا مَنۡ یُّفۡسِدُ فِیۡهَا وَیَسۡفِكُ الدِّمَآءَ
وَنَحۡنُ نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۔

فرشتے بولے: (سورۃ بقرہ، آیت ۳۰)

ترجمہ: "کیا ایسے کو زمین میں نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے گا اور خون ریزیاں کرے گا اور ہم تجھے سراہتے ہوئے تیری تسبیح کرتے اور تیری پاکی بولتے ہیں۔"

اس موقع پر حفیظ جالندھری کہتے ہیں ؎

بظاہر اس تقرر سے نئے فتنوں کے ساماں تھے ۔۔۔ زمین و آسماں جن و ملائک سخت حیراں تھے
لگے سرگوشیاں کرنے کہ انساں ہے بہت سادہ ۔۔۔ اِدھر شیطاں کا لشکر شرارت پر ہے آمادہ

ارشادِ خداوندی ہوا:

اِنِّیۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝ (سورۃ بقرہ، آیت ۳۰)

ترجمہ: "فرمایا مجھے معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔" (کنزالایمان)

پیدائش آدم علیہ السلام اور رُوحِ خُداوندی

جب ربّ العزت نے اپنے دستِ قدرت سے حضرت آدم علیہ السلام کے پُتلے کو تیار فرمادیا تو اس ڈھانچے میں اپنی رُوح پھونک دی، جیسا کہ چاہا:

وَنَفَخۡتُ فِیۡهِ مِنۡ رُّوۡحِیۡ (سورۃ الحجر، آیت ۲۹)

ترجمہ: "اور اُس میں اپنی طرف کی خاص معزز رُوح پھونک دوں۔"

جسدِ آدم علیہ السلام میں جب رُوح پھونک دی گئی، تو اُس نے حرکت کرنا شروع کردیا اور اُس میں زندگی گردش کرنے لگی۔

شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: "جب حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اُن کی کنیت ابو محمد رکھی۔" (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۳ فارسی)

تخلیق کے بعد حضرت آدم علیہ السلام کی نظر عرش اور جنت کے دروازوں پر پڑی، تو انہوں نے دیکھا کہ وہاں لکھا ہوا ہے:

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰهِ ؕ

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۳ فارسی، الوفا ص ۳۳)

حضرت آدم علیہ السلام سمجھ گئے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کوئی بہت ہی مقرّب الی اللہ ذات ہے۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ہر جگہ اپنے نام کے ساتھ لکھا ہے اور پھر ایک وقت آیا، جب آدم علیہ السلام نے اس ذاتِ مقدسہ کا وسیلہ بارگاہِ خداوندی میں پیش کرکے توبہ کی، تو اللہ تعالیٰ نے اس ذاتِ پاک کے وسیلہ جلیلہ سے اُن کی توبہ کو قبول فرمالیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو بتادیا کہ اے آدم! یہی وہ ذاتِ گرامی ہے جس کی خاطر میں نے ساری کائنات کو بنایا ہے اور اسی ذات کے اظہار کی خاطر تجھے وجود عطا کیا گیا ہے اور تجھے افضل المخلوقات بنایا ہے۔ اس ذات کو میں تیری نسل میں ظاہر کروں گا (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲)

وجہِ تخلیقِ دو عالم ہیں بس اک آپ حضور ۔۔۔ ہوتا مقصود نہ گر آپ کی عظمت کا ظہور
آسماں ہوتا نہ چاند تارے ہوتے ۔۔۔ ہم گنہگاروں کا کوئی نہ سہارا ہوتا

مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے

گر بصورت من ز آدم زادہ ام
من بمعنیٰ جدِ جد افتادہ ام

ترجمہ: "اگرچہ بظاہر میں آدم علیہ السلام سے پیدا ہوں، لیکن حقیقت میں دادے کا دادا واقع ہوا ہوں۔"

پیشانی آدم علیہ السلام اور نور کے جلوے

اللہ تبارک و تعالیٰ نے نورِ مصطفےٰ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سیدنا آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ظاہر فرما دیا جس سے تخلیق آدم علیہ السلام کا مقصد پورا ہوگیا، یعنی آدم علیہ السلام کو پیدا ہی اسی لیے کیا گیا تاکہ اس میں اللہ تعالیٰ اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو ودیعت فرما دے اور پھر ان کی نسل میں اسے ظاہر کر دے۔ شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

"حق تعالیٰ نے نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو پیشانی آدم علیہ السلام میں رکھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اُن کی پُشت میں رکھا جو اُن کی پیشانی میں چمکتا تھا۔ پھر اعضاء میں سرایت کی، اور حق تعالیٰ نے اس نور کی برکت سے آدم علیہ السلام کو تمام مخلوقات کے اسماء تعلیم فرمائے۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۴، فارسی)

عظمتِ آدم علیہ السلام اور نورانی فرشتے

پیدائش حضرت آدم علیہ السلام اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُن میں ظاہر فرمانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرتِ بشر کی عظمت کو فرشتوں پر ظاہر فرمانے کا ارادہ کیا، اس لیے کہ انہوں

نے بشر کے صرف ایک پہلو کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے تمام مخلوقات کو فرشتوں کے سامنے کیا اور اُن سے کہا کہ ان سب کے نام بتاؤ: فَقَالَ اَنْۢبِـُٔوْنِیْ بِاَسْمَآءِ هٰۤؤُلَآءِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ۝ (سورۂ بقرہ، آیت ۳۱)

(ترجمہ کنزالایمان) "فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام تو بتاؤ۔"

فرشتے بھلا ان تمام مخلوقات کے نام کیسے بتا سکتے تھے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سکھائے ہی نہیں تھے۔ لہٰذا وہ ان کے نام نہ بتا سکے۔ عاجز اور لاجواب ہو کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کرنے لگے:

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ (سورۂ بقرہ، آیت ۳۲)

(ترجمہ کنزالایمان) "بولے پاکی ہے تجھے ہمیں کچھ علم نہیں، مگر جتنا تو نے ہمیں سکھایا۔ بے شک تو ہی علم و حکمت والا ہے۔"

جب فرشتوں نے اپنی عاجزی اور کم علمی کا اعتراف کر لیا تو بارگاہِ خداوندی سے آدم علیہ السلام کو حکم صادر ہوا۔

قَالَ یٰۤاٰدَمُ اَنْۢبِئْهُمْ بِاَسْمَآىٕهِمْ (سورۂ بقرہ، آیت ۳۳)

ترجمہ: "فرمایا اے آدم (علیہ السلام) بتا دے انہیں سب (اشیاء) کے نام۔"

حضرت آدم علیہ السلام کو چونکہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان ساری مخلوقات کے نام بتا دیے گئے تھے۔ انہوں نے سب چیزوں کے نام فرشتوں کے اس جلسے میں بتا کر فرشتوں پر اپنی برتری و عظمت کا ثبوت پیش کر دیا۔ فرشتوں نے بھی اس عظمت و برتری کو دل سے قبول کر لیا۔ چنانچہ بارگاہِ ایزدی سے فرشتوں کو اُن کی کم علمی کا احساس دلایا گیا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اُن سے ارشاد فرمایا:

Scanned with CamScanner

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
وَاَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝

(سورۃ بقرہ، پ ۱، آیت ۳۳)

(ترجمہ کنز الایمان) فرمایا میں کہتا تھا کہ میں جانتا ہوں آسمانوں اور زمین کی سب چھپی چیزیں اور میں جانتا ہوں جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ تم چھپاتے ہو۔"

پھر حکم خداوندی ہوا:

اُسْجُدُوْا لِاٰدَمَ (سورہ بقرہ: آیت ۳۴)

ترجمہ: "حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو۔"

یعنی اب تم نے اس کی عظمت کو تسلیم کر لیا ہے، لیکن تم میں سے وہ بھی ہے جس نے یہ اقرار صرف زبانی طور پر کیا ہے، جبکہ اُس کا دل حسد سے جل رہا ہے اور وہ سیدنا آدم علیہ السلام کی برتری کو کسی بھی صورت تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں، لہٰذا اپنے اس اقرار کا ثبوت اس صورت میں پیش کرو کہ میرے حکم سے آدم علیہ السلام کے سامنے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ چنانچہ سارے فرشتے سجدے میں پڑ گئے۔

فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ۔ (سورۃ بقرہ، آیت ۳۴)

(ترجمہ کنز الایمان) "تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے۔"

سارے نوری فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو سجدہ کر دیا، مگر وہ ناری جو تمام ملائکہ کا استاد تھا، جس نے اللہ تعالیٰ کی بہت عبادت کی تھی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اُسے بہت بلند مقام عطا کر رکھا تھا، وہ آدم علیہ السلام کے اس مرتبہ و مقام کو برداشت نہ کر سکا اور اُس نے تکبر اور غرور کیا اور جب حکم خداوندی ہوا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ کرو، تو اُس نے سجدہ نہ کیا، بلکہ اکڑ کر کھڑا رہا۔

اَبٰى وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

(سورۃ بقرہ، پ ۱، آیت ۳۴)

ترجمہ: "منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔"

ابلیس نے تکبر کیا اور اُس عظمتِ آدم کو جو کہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے باعث عطا فرمائی گئی تھی، اُسے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب کی یہ توہین گوارا نہ ہوئی اور اُسے ملعون و مردود قرار دے کر اپنی بارگاہ سے باہر نکال دیا اور قیامت تک کے لیے اُس کے مقدر میں لعنت کر دی، اس لیے کہ یہ توہین آدم کی نہیں تھی، بلکہ حبیبِ خدا اشرف انبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کی تھی جو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں ضو فشاں تھا اور یہ سجدہ ظاہراً آدم علیہ السلام کو تھا اور حقیقتاً حبیبِ خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تھا۔

اس موقع پر ابو الاثر حفیظ جالندھری یوں نقشہ کھینچتے ہیں ؎

یہی جلوہ ہے تخلیقِ جہاں کی علتِ غائی — اسی کی روشنی ہے دیدۂ ہستی کی بینائی
یہی جلوہ ہے جس کو پہلے سجدہ کر چکے ہو تم — اسی جلوے سے دامانِ بصیرت بھر چکے ہو تم
ہوا ابلیس اسی کے سامنے جھکنے سے انکاری — یہی تھا امتیازِ آدم کا جس سے جل گیا ناری
اسی سے دشمنی رکھنے کی کھائی ہے قسم اس نے — عبودیت کی چادر سے نکالا ہے قدم اس نے

حضرت شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ ابلیس کے تکبر کے بارے میں فرماتے ہیں:

تکبر عزازیل را خوار کرد!
بزندانِ لعنت گرفتار کرد!

سجدۂ ملائکہ کے اسباب

حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کروانے کی متعدد وجوہات تھیں:

۱۔ ایک یہ کہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو اپنے سے کمتر خیال کیا تھا اور خود کو

اُن سے زیادہ نیک اور متقی خیال کیا تھا۔ لہٰذا جب عظمتِ آدم علیہ السّلام اُن پر واضح ہو گئی، تو حضرت آدم علیہ السّلام کی اس عظمت کو تسلیم کروانے کیلئے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو۔

۲۔ دوسری وجہ یہ سامنے آتی ہے کہ سجدہ کرنے کا یہ حکم صرف نوری فرشتوں کو ہی نہیں تھا، بلکہ ناری مخلوق یعنی ابلیس کو بھی ہوا تھا۔ یہ دونوں مخلوقیں چونکہ دیگر تمام مخلوقات پر برتری رکھتی تھیں، لہٰذا انہیں حکم ہوا کہ تم آدم کی عظمت کو تسلیم کرتے ہوئے اس کے سامنے جھک جاؤ، تمہارا یہ جھک جانا باقی مخلوقات کی طرف سے بھی ہو جائے گا۔

۳۔ تیسری اور سب سے اہم وجہ اس سجدہ کروانے کی جو سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السّلام کی پیشانی مبارک میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم چمک رہا تھا۔ یہ سجدہ دراصل اُس نور کو کروایا گیا تاکہ اس نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی عظمت سب پر روشن ہو جائے۔

علامہ اسماعیل حقی تفسیر رُوح البیان جلد ۴ صفحہ ۶۲ پر اسی سجدے کی وجہ یوں بیان فرماتے ہیں:

اَلْحَقِیْقَۃِ تَعْظِیْمُ لِلنُّوْرِ الْمُنْطَبِعِ فِیْ مِرْآۃِ آدَمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَھُوَ نُوْرُ مُحَمَّدٍ وَالْحَقِیْقَۃُ الْاَحْمَدِیَۃُ۔ (روح البیان ج ۴، صفحہ ۶۲)

ترجمہ: "یہ سجدہ اس لیے کروایا گیا، آدم علیہ السّلام کی پیشانی میں نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم موجود تھا اسی نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کی بدولت سیدنا آدم علیہ السّلام کو بھی عظمت اور شان عطا ہو گئی، انہیں جنت میں اعلیٰ مقام رہنے کے لیے مل گیا اور فرشتے اُن کا ادب و احترام کرنے لگے۔"

تعظیم آدم علیہ السّلام

حضرت آدم علیہ السلام جب جنّت میں داخل ہو چکے تو انہوں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے سُبحان اللہ، سبحان اللہ کہتے ہوئے اُن کے پیچھے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔ انہوں نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی: اے مولا! یہ فرشتے میرے پیچھے پیچھے کیوں پھرتے رہتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا: اے آدم! یہ فرشتے میرے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے نور کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں۔ عرض کی یا اللہ! پھر تو یہ نور میری پیشانی میں ہونا چاہیے تاکہ فرشتے میرے سامنے آکر اس نور کی زیارت کریں۔ اللہ تعالیٰ نے سیدنا آدم علیہ السّلام کی اس درخواست کو قبول کرلیا اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ان کی پیشانی مبارک میں رکھ دیا۔ وہ نور پیشانیٔ آدم علیہ السلام میں آفتاب کی طرح چمکتا رہا اور فرشتے صفیں باندھے اس نور کی زیارت کرتے رہے۔

آدم علیہ السّلام نے نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسّلام کو چُوم لیا

اُس نورِ پاک سے فرشتوں کی عقیدت کا یہ عالم دیکھ کر آدم علیہ السّلام کو بھی اشتیاق ہوا کہ وہ بھی اس نور کی زیارت کریں؛ چنانچہ انہوں نے بارگاہِ ایزدی میں عرض کی، اے میرے پروردگار! میں بھی تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نور کی زیارت کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آدم علیہ السّلام کی اس خواہش کو پورا فرمادیا اور اُس نورِ پاک کو آدم علیہ السّلام کے دیکھنے کے لیے اُن کے انگوٹھوں میں ظاہر فرمادیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جب اس نورِ پاک کو دیکھا انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھ لیا اور کہنے لگے:

قُرَّۃُ عَیْنِیْ بِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ (صلی اللہ علیہ وسلّم)

Scanned with CamScanner

ترجمہ "اے اللہ کے رسول! آپ تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہیں"۔
اب آدم علیہ السلام نور مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت فرماتے اور کہتے
اے اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم! ظاہر میں تو تم میری نسل ہو اور حقیقت میں
میری اصل ہو ۔

ظاہر میں میرے پھول، حقیقت میں میری نخل
یہ صدا اُن کی یاد میں ابوالبشر کی ہے

انگوٹھے چومنے کا جواز

اگر کوئی یہ کہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو اپنے انگوٹھوں میں نورِ محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر آیا تھا، تب انہوں نے اپنے انگوٹھوں کو چوما تھا تمہیں کونسا نور نظر آتا ہے کہ انگوٹھے چومتے ہو؟ تو جواباً عرض یہ ہے کہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا تو صفا و مروہ پر تلاشِ آب میں دوڑی تھیں، تم کیوں دوڑتے ہو؟ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے قربانی کے لیے جاتے ہوئے راستے میں تین جگہ شیطان کو کنکر مارے تھے۔ آج تم حج پر کیوں کنکر مارتے ہو؟ اب وہاں کونسا شیطان آپ کو دھوکہ دے رہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کفار پر طاقت کا مظاہرہ فرماتے ہوئے رَمَل کیا، تم کیوں رَمَل کرتے ہو؟ اب وہاں کفار کہاں دیکھ رہے ہیں؟ معلوم ہوا انبیاء کرام کے بعض اعمال ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ انہیں بطورِ یادگار باقی رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ وہ ضرورت باقی نہ رہے، اس لیے نام مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انگوٹھے چومنا اگرچہ نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نظر نہ آئے مقبول عمل ہے جو کہ محبت کا مظاہرہ بھی ہے اور آنکھوں کے لیے فائدہ اور ذریعہ نجات بھی ہے۔

تفسیر رُوح البیان پارہ ۶، سورۃ مائدہ، زیرِ آیت وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ میں علامہ شیخ محمد اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وَضَعُفَ تَقْبِيْلُ ظُفْرَىْ اِبْهَامَيْهِ مَعَ مُسَبِّحَتَيْهِ وَالْمَسْحِ عَلٰى عَيْنَيْهِ عِنْدَ قَوْلِهٖ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لِاَنَّهٗ لَمْ يَثْبُتْ فِى الْحَدِيْثِ الْمَرْفُوْعِ لٰكِنَّ الْمُحَدِّثِيْنَ اتَّفَقُوْا عَلٰى اَنَّ الْحَدِيْثَ الضَّعِيْفَ يَجُوْزُ الْعَمَلُ بِهٖ فِى التَّرْغِيْبِ وَالتَّرْهِيْبِ ——

(رُوح البیان جلد ۲ صفحہ ۴۱)

ترجمہ: "محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کہتے وقت اپنے انگوٹھے کے ناخنوں کو مع کلمے کی انگلیوں کے چومنا ضعیف ہے، کیونکہ یہ حدیث مرفوع سے ثابت نہیں، لیکن محدثین اس پر متفق ہیں کہ حدیث ضعیف پر عمل کرنا، رغبت، اور ڈرانے کے موقع پر جائز ہے۔ نام مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انگوٹھے چومنا مستحب یعنی باعثِ ثواب ہے اور محدثین کا اس پر عمل ہے"۔

ایک اور روایت میں ہے:

عَنْ وَهْبٍ قَالَ كَانَ فِىْ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ رَجُلٌ عَصَى اللّٰهَ مِائَتَىْ سَنَةٍ ثُمَّ مَاتَ فَاَخَذُوْهُ فَاَلْقَوْهُ عَلٰى مَزْبَلَةٍ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ اَخْرِجْ فَصَلِّ عَلَيْهِ قَالَ يَا رَبِّ بَنُوْ اِسْرَائِيْلَ شَهِدُوْا اَنَّهٗ عَصَاكَ مِائَتَىْ سَنَةٍ فَاَوْحَى اللّٰهُ اِلَيْهِ هٰكَذَا كَانَ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ كُلَّمَا نَشَرَ التَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلَى اسْمِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حُوْرًا۔ (خصائصِ کُبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۱۶)

ترجمہ: "حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا، جس نے دو سو سال اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی، اس کے بعد

وہ مرا تو لوگوں نے اُسے پکڑ کر کوڑا کرکٹ پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی کہ اس کو وہاں سے نکال کر نمازِ جنازہ ادا کرو۔ عرض کی موسیٰ علیہ السلام نے کہ اے ربِّ کریم! بنی اسرائیل گواہ ہیں کہ اس شخص نے تیری دو سو سال تک نافرمانی کی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ شخص ایسا ہی تھا، مگر جب بھی یہ توراۃ کھولتا اور اس کی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر پڑتی، تو چوم کر آنکھوں کو لگا لیتا اور حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا۔ پس میں نے اُس کے شکر کو قبول کرلیا ہے اور اُس کے گناہوں کو معاف کرکے ستر حوریں دے دی ہیں۔"

حضراتِ محترم! اگر موسیٰ علیہ السلام کا گنہ گار اُمتی نامِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام چومنے کی وجہ سے جنتی ہو گیا، تو ہم عاصی و گنہ گار بھی اگر نامِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چومیں، تو دُنیا و آخرت میں فائدہ ملے گا۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

شہد سے میٹھا نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم
پیارا پیارا نامِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ایک اور روایت پیشِ خدمت ہے:

يُسْتَحَبُّ اَنْ يُّقَالَ عِنْدَ سَمَاعِ الْاُوْلٰى مِنَ الشَّهَادَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الثَّانِيَةِ مِنْهَا قُرَّتُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ثُمَّ يَقُوْلُ اللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ بَعْدَ وَضْعِ ظُفْرَيِ الْاِبْهَامَيْنِ عَلَى الْعَيْنَيْنِ فَاِنَّهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ يَكُوْنُ قَائِدًا لَّهٗ اِلَى الْجَنَّةِ كَذَا فِيْ كَنْزِ الْعِبَادِ قُهُسْتَانِيْ وَنَحْوُهٗ فِي الْفَتَاوَى الصُّوْفِيَّةِ وَفِيْ كِتَابِ الْفِرْدَوْسِ مَنْ قَبَّلَ ظُفْرَيْ اِبْهَامَيْهِ عِنْدَ

سَمَاعِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ فِي الْاَذَانِ اَنَا قَائِدُهٗ وَمُدْخِلُهٗ فِيْ صُفُوْفِ الْجَنَّةِ (فتاویٰ شامی ج ۱ ص ۲۷۹ باب الاذان)

ترجمہ: "اذان کی شہادتِ اول پر یہ کہنا مستحب ہے صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ پھر دوسری شہادت کے وقت یہ کہے قُرَّتُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ اس کے بعد اپنے انگوٹھے کے ناخن اپنی آنکھوں پر رکھے اور کہے: اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِيْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے پیچھے جنت میں لے جائیں گے اسی طرح کنز العباد میں ہے اور اسی کی مثل "فتاویٰ صوفیہ" میں ہے اور کتاب الفردوس" میں ہے کہ جو شخص اپنے انگوٹھوں کے ناخن کو چومے، اذان میں اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر، تو میں اسے اپنے پیچھے جنت میں لے جاؤں گا اور اسے جنت کی صفوں میں داخل کروں گا۔"

علاوہ ازیں "صلوٰۃ مسعودی"، "مقاصدِ حسنہ" اور دیگر کتب کثیرہ میں روایات ہیں، مگر اختصار سے عرض کر دیا ہے۔ اگر کوئی اس حدیث کو ضعیف کہے تو چاہیے کہ اس کے مقابلہ میں مرفوع حدیث لائے تاکہ ممانعت ثابت ہو اور جب ایک حدیث بھی ممانعت میں نہیں، تو پھر اس حدیث پر عمل سے کیوں روکا جاتا ہے۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ آنکھوں کی بیماری دُور ہو، حضور سید العالمین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شفاعت نصیب ہو، تو نامِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سن کر انگوٹھے چوم لیا کرو۔ مجنوں، لیلیٰ کی گلی کے کتے کے پاؤں چوم رہا تھا۔ کسی نے مجنوں سے کہا، یہ کیا کر رہے ہو؟ جواباً کہا، لیلیٰ کی نگری کے کتے کے پاؤں چوم کر محبت کا مظاہرہ کر رہا ہوں۔

محبانِ رسول، نامِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر انگوٹھے چوم کر محبت کا مظاہرہ

اکرتے ہیں۔ میں عرض یہ کر رہا تھا کہ آدم علیہ السلام نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نور انگوٹھوں میں دیکھا تو چوم لیا۔

حضرتِ حوّا علیہا السلام کی تعظیم

روایات میں آتا ہے کہ جب یہ نور حضرت حوّا علیہا السلام کی طرف منتقل ہو گیا، فرشتے حضرت حوّا علیہا السلام کی تعظیم کرنے لگے اور حضرتِ آدم علیہ السلام کی تعظیم میں کمی کر دی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی: اے مولا کریم! یہ کیا ہوا فرشتوں نے مجھے چھوڑ کر حوّا کی تعظیم کرنا شروع کر دی ہے۔ ارشادِ ربانی ہوا، اے آدم! وہ تیری تعظیم ہی کب کرتے تھے، وہ تو اس نور کی تعظیم کرتے تھے، جو تیرے پاس تھا، اب چونکہ وہ نور تجھ سے حوّا کی طرف منتقل ہو چکا ہے، لہٰذا اب فرشتے حوّا علیہا السلام کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں۔

(معارج النبوۃ رُکن اوّل (فارسی) ص ۵۸)

مختصر یہ کہ یہ نور جس جس کے پاس بھی رہا، اللہ تعالیٰ نے اُسے عظمتوں اور رفعتوں سے نوازا اور دنیا میں اس کا مقام بلند رکھا۔ جب یہ نور ایک شخصیت سے منتقل ہو کر دوسری شخصیت کے پاس پہنچا، تو اُس شخصیت کو بھی عظمتوں اور رفعتوں سے ہمکنار کر دیتا اور اُسے دنیا و آخرت کی مصیبتوں اور بلاؤں سے محفوظ کر دیتا۔ یہ نور اُسے سب سے ممتاز کر دیتا۔ اسی نور کی برکت تھی کہ آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی اور اسی نور کی برکت سے کشتئ نوح کو کنارہ نصیب ہوا۔ اسی نور کی وجہ سے نارِ نمرود حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے گلزار بن گئی اور اسی نور نے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کو ذبح ہونے سے بچا لیا۔

(نشر الطیب ص ۹، مصنفہ مولوی اشرف علی تھانوی)

حضرت مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

اگر نامِ محمّد را نیاوردے شفیع آدم
نہ آدم یافتے توبہ نہ نوح از غرق نجّینا!

خلاصہ یہ ہے کہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم آدم علیہ السلام اور اُن کی اولاد کے لیے ایک شرفِ عظیم ہے اور اسی نور کی بدولت اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے اور تمام مخلوقات کو اس کے زیرِ نگیں کر دیا ہے اور انسان کے لیے زمین و آسمان کی ہر چیز کو مسخر کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ ساری کی ساری نعمتیں عطا فرما کر حکم صادر فرمایا اے انسانو!

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (سورۃ آل عمران آیت ۱۳۲)

ترجمہ: "اور اللہ اور رسول کے فرماں بردار رہو۔"

اور پھر یہ حکم فرمایا:

وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ (سورۃ النساء، آیت ۸۰)

ترجمہ: "اور جس نے رسول کا حکم مانا۔ بے شک اُس نے اللہ کا حکم مانا۔"

یعنی اے لوگو! تمہاری تخلیق تو میں نے اسی حبیب کی خاطر کی ہے اور اسی محبوب کی خاطر تمہیں تمام مخلوقات میں عظمت و سربلندی سے نوازا ہے، لہٰذا میرے اس احسانِ عظیم کا شکر ادا کرو، جس کا طریقہ یہ ہے کہ تم میری اور میرے حبیب کی پیروی کرو اور میرے حبیب کی پیروی ہی میری پیروی ہے اور یہ حکم بھی فرمایا

وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا (سورۃ الحشر آیت ۷)

ترجمہ: "اور جو کچھ تمہیں رسول عطا فرمائیں وہ لو اور جس سے منع فرمائیں باز رہو۔"

اے لوگو! اگر تم ایسا کرو گے تو میں تمہیں مزید نعمتوں سے نوازوں گا اور تمہیں تمہارے آبائی گھر جنّت کا وارث بنا دوں گا اور اگر تم نے میرے حبیب کی عظمت کو تسلیم نہ کیا اور اس کی پیروی نہ کی تو تمہیں بھی ابلیس کی طرح ملعون قرار دے کر جہنم میں ڈال دوں گا۔ جس کی خوفناک آگ میں تمہیں جلایا جائے گا۔

خمیرِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ اصلاب میں

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَقَلَ نُوْرَ حَبِیْبِہٖ فِی الْاَصْلَابِ الطَّاھِرِیْنَ وَالْاَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ بُعِثَ خَیْرَ قُرُوْنِ بَنِیْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰی کَانَ فِی الْقَرْنِ الَّذِیْ کَانَ فِیْہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی اٰلِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الصَّادِقِیْنَ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِہِ الصَّالِحِیْنَ وَاَوْلِیَآءِ اُمَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ط اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ۙ الَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝

(پ ۱۹، سورۃ الشّعراء، آیت ۲۱۷ تا ۲۱۹)

ترجمہ: "اور اس پر بھروسہ کرو، جو عزّت والا، مہر والا ہے جو تمہیں دیکھتا ہے، جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔ (کنز الایمان)

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے خمیرِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا پاکیزہ اصلاب میں منتقل ہونے کا ذکر فرمایا ہے۔ قرآن و حدیث سے ثابت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیشہ پاک اصلاب میں رہے۔

پاکیزہ اصلاب کا ثبوت

نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزہ باپوں سے پاکیزہ اور نیک و طاہرہ ماؤں کی طرف اپنی جگہ بدلتا رہا اور اپنے سفرِ انتقال کو طے کرتا رہا۔ چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے عرض کیا:

"یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) جب حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے، تو آپ کہاں تھے۔؟"

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب ارشاد فرمایا:

کُنْتُ فِیْ صُلْبِہٖ وَاُھْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ وَاَنَا فِیْ صُلْبِہٖ وَرَکِبْتُ السَّفِیْنَۃَ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ نُوْحٍ وَقُذِفْتُ فِی النَّارِ فِیْ صُلْبِ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ، لَمْ یَلْتَقِ لِیْ اَبَوَانِ قَطُّ عَلٰی سِفَاحٍ، لَمْ یَزَلْ یَنْتَقِلُنِیْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّاھِرَۃِ اِلَی الْاَرْحَامِ النَّقِیَّۃِ مُھَذَّبًا لَا تَنْشَعِبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا کُنْتُ فِیْ خَیْرِھِمَا۔

(الوفا باحوال المصطفٰے ص ۳۵، تفسیر کبیر ج ۲۴، ص ۱۷۴)

ترجمہ: "میں (اس وقت) آدم علیہ السلام کی پُشتِ مبارک میں تھا اور جب انہیں زمین پر اُتارا گیا، تو میں اس وقت بھی آدم علیہ السلام کی پُشت میں تھا۔ میں نے اپنے باپ نوح علیہ السلام کی پُشت میں سفینۂ نوح میں سواری کی، اور جب میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی پشت میں تھا، تو اس وقت مجھے آگ میں پھینکا گیا۔ میرے آباء میں میرے والدین کبھی بھی سفّاحِ جاہلیت (زنا اور اس کی مختلف کیفیات) کے مرتکب نہیں ہوئے اور میں ہمیشہ پاک پُشتوں سے پاکیزہ رحموں کی طرف نہایت پاکیزہ طریقوں سے منتقل ہوتا رہا اور جب بھی لوگوں میں گروہ بندی ہوئی تو میں ان سے بہتر

گروہ میں رہا ہوں ۔"

اس حدیثِ پاک سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین ہمیشہ سے نیک اور صالح لوگ رہے ہیں اور یہ کہ وہ لوگ دینِ خدا پر قائم رہنے والے دین دار لوگ تھے، لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء و اجداد میں سے کوئی بھی کافر و مشرک اور فاسق و زانی نہیں گزرا اور وہ سارے کے سارے لوگ نہایت پارسا اور متقی اور پرہیزگار لوگ تھے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ

(سورۃ الشعراء، آیت ۲۱۹)

ترجمہ: "جو تمہیں دیکھتا ہے، جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔"

امام فخر الدین رازی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر لکھتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی نَقَلَ رُوْحَهٗ مِنْ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ

(تفسیر کبیر ج ۲۴، ص ۱۷۴)

"بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح کو سجدہ کرنے والے کی طرف منتقل فرمایا۔"

چنانچہ اس آیتِ کریمہ سے ثابت ہوا کہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ ساجدین میں رہا اور نیک لوگوں کی طرف منتقل ہوتا تھا۔

حضرت سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"مطلب یہ ہے کہ نبی سے نبی کی طرف منتقل ہوتے رہے ہیں اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ اصلابِ انبیاء میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا۔"
(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۵ فارسی)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیتِ مبارکہ پڑھی:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ (سورۃ التوبۃ، آیت ۱۲۸)

ترجمہ: "بے شک تمہارے پاس تشریف لائے تم میں سے وہ رسول۔"

اس آیتِ مبارکہ میں اَنْفُسِكُمْ کی فا کی زیر کو زبر کے ساتھ یعنی اَنْفَسِكُمْ پڑھا اور یہ ارشاد فرمایا:

"میں نسب و صہر اور حسب میں تم سب سے نفیس ترین ہوں اور میرے آباؤ اجداد میں آدم علیہ السلام تک سفاح نہیں، بلکہ سب نکاح سے ہیں۔" (الشفاء ص ۴۸، مدارج النبوہ ج ۲ ص ۵ فارسی، الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی اعظم ص ۱۵)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نسب اور اُس کی طہارت

ایک دفعہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اس خطبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا حسب و نسب اور اُس کی طہارت و پاکیزگی کو بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمِ بْنِ عَبْدِ مَنَافِ بْنِ قُصَیِّ بْنِ كِلَابِ بْنِ مُرَّةَ بْنِ كَعْبِ بْنِ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ بْنِ فِهْرِ بْنِ مَالِكِ بْنِ النَّضِیْرِ بْنِ كِنَانَةَ بْنِ خُزَیْمَةَ بْنِ مُدْرِكَةَ بْنِ اِلْیَاسِ بْنِ مُضَرَ بْنِ نِزَارٍ وَمَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَیْنِ اِلَّا جَعَلَنِیَ اللّٰهُ فِیْ خَیْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ اَبَوَیَّ فَلَمْ یُصِبْنِیْ شَیْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِیَّةِ وَخُرِجْتُ

Scanned with CamScanner

مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ حَتّٰى
انْتَهَيْتُ إِلَىٰ أَبِيْ وَأُمِّيْ فَأَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَخَيْرُكُمْ أَبًا
وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى أَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ أَتَمُّ۔

(الدر المنظم ص ۱۷، ۱۸ بحوالہ الدلائل للامام بیہقی)

ترجمہ: "میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدمناف بن قصی بن کلاب بن مُرّہ بن کعب بن لوّی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضیر بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہوں۔ جونہی لوگ گروہوں میں بٹے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین گروہ میں رکھا۔ میں اپنے ماں باپ سے پیدا ہوا ہوں، مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی چیز نے بھی نہیں چھوا اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے ماں باپ تک میری ولادت نکاح سے ہے، لہٰذا میں اپنی ذات میں بھی اور اپنے نسب میں بھی تم سب سے بہترین ہوں۔ اللہ تعالیٰ بزرگ و برتر ہے۔ وہ خوب جانتا ہے اور اسی کا علم کامل ترین ہے۔"

اس حدیثِ پاک میں بھی یہ بات روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آباء اور تمام امّہات حضرتِ آدم و حوا علیہما السلام تک نیک پاک اور صالح تھے اور اُن کا شمار مومنین میں ہوتا ہے (مطالع المسرات ص ۳۰۲)

آباؤ اجداد کا میثاقِ طہارت

حضرت آدم علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو اُنہوں نے اپنے بیٹے حضرتِ شیث علیہ السلام کو وصیت فرمائی کہ اس نورِ پاک کو پاک بیبیوں میں منتقل کرنا۔ حضرت آدم علیہ السلام کے بعد یہی وصیت حضرت شیث علیہ السلام نے بھی اپنے بیٹے "انوش" کو فرمائی۔ اسی طرح اس وصیت کا سلسلہ ایک قرن سے دوسرے قرن تک جاری رہا، یہاں تک کہ یہ نورِ مبارک حضرت عبدالمطلب سے حضرت

عبداللہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) تک آ پہنچا اور حق تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب کو سفاحِ جاہلیت (یعنی وہ زنا جو زمانۂ جاہلیت میں رائج تھا) سے پاک و صاف رکھا۔ (تلخیص) (بحوالہ مدارج النبوۃ (فارسی) ج ۲، ص ۵)

نکاحِ جاہلیت

زمانۂ جاہلیت میں عام رواج تھا کہ نادان لوگ اپنی بیویوں کو شریفوں کے پاس بھیجتے تھے تاکہ اُن کے نطفے سے حاملہ ہوں۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ ایک عورت کسی مرد سے مدتوں زنا کرتی رہتی۔ پھر اُسی سے نکاح کر لیتی۔ (بحوالہ مدارج النبوۃ فارسی ج ۲ ص ۵)

نکاحِ جاہلیت کی اقسام

ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں نکاح چار طرح کا ہوتا تھا۔ ایک نکاح متعارف جیسا کہ آجکل ہے کہ زوج و زوجہ کے ولی مہرِ معین پر متفق ہو جائیں اور ایجاب و قبول ہو جائے۔ دوسرا نکاح، نکاحِ استبضاع اس طرح ہوتا تھا کہ شوہر اپنی بیوی کو اس کے حیض سے پاک ہو جانے پر کہتا کہ جا تو فلاں آدمی سے استبضاع یعنی اولاد حاصل کر لے اور وہ شوہر خود اُس کے پاس اس وقت تک نہیں جاتا تھا جب تک کہ اس کا حمل ظاہر نہ ہو جاتا۔ اس حمل کے ظاہر ہونے کے بعد اگر وہ چاہتا تو اُس کے ساتھ مجامعت کرتا اور اس استبضاع کی غرض اُن کے ہاں بیٹے کی نجابت ہوتی تھی۔ تیسری قسم کا نکاح "جمع" کہلاتا تھا۔ اس کا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد دیگرے داخل ہوتے۔ یہاں تک کہ وہ عورت حاملہ ہو جاتی۔ بچے کی ولادت کے چند دن بعد عورت اُن سب مردوں کو بلاتی اور اُن سے کہتی کہ تم نے جو کچھ کیا، اُسے تم لوگ خوب جانتے ہو۔ میرے ہاں یہ بچہ پیدا ہوا ہے، اور پھر وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ

یہ بچہ تیرا ہے - چنانچہ وہ بچہ اسی مرد کا سمجھا جاتا تھا اور وہ شخص اس کا انکار نہیں کرسکتا تھا -

نکاح کی چوتھی قسم "نکاحِ بغایا" کہلاتی تھی - اس کا طریقہ یہ تھا کہ بہت سے مرد بے روک ٹوک بغایا (زنا کار عورتوں) پر داخل ہوتے - یہ بغایا علامت کے طور پر اپنے مکانوں پر جھنڈے نصب کردیتی تھیں - جو چاہتا اُن کے پاس جاتا - پھر ان میں سے جب کوئی عورت حاملہ ہوجاتی، تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد وہاں جمع ہوتے اور قافہ کو بلاتے، وہ قافہ اس بچے کو (اس کے اعضاء دیکھ کر اپنی فراست سے) جس مرد سے منسوب کردیتا، وہ بچہ اُسی کا سمجھا جاتا تھا اور وہ شخص اس سے انکار نہیں کرسکتا تھا -

(سیرتِ رسولِ عربی ص ۶۸، ۶۹ بحوالہ کشف الغمہ ج ۲، ص ۵۶)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سفاح جاہلیت سے طہارت

بیہقی نے اپنی سُنن میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں زمانۂ جاہلیت کی کسی بُرائی سے پیدا نہیں ہوا - یہاں تک کہ میں ہمیشہ اسلامی نکاح سے پیدا ہوا ہوں اور حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

ترجمہ: "میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، سفاحِ جاہلیت سے نہیں، یہاں تک کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آج تک میرے والدین کبھی زنا و سفاحت کے قریب نہیں گئے -"

(مدارج النبوۃ (فارسی) ج ۲ ص ۵، مطالع المسرات ص ۴۸)

ایک اور حدیثِ پاک میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: "حق تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ اصلابِ طاہرہ سے ارحامِ طاہرہ مُصفّا و مُہذّبہ میں منتقل فرمایا - ان میں جب بھی دو قبیلے بنے تو مجھے ان میں سے بہترین قبیلہ میں رکھا -" (مطالع المسرات ص ۳۰۲

(بحوالہ مدارج النبوۃ (فارسی) ج ۲، ص ۵، نشر الطیب ص ۱۴)

خمیرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیاری

حفیظ جالندھری لکھتے ہیں ؎

یہی تابندگی ہے خاکیوں کے ناز کا باعث
اسی کا عکس ہے مٹی میں ہر اعجاز کا باعث

حضرت جبرائیل، میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کو حکم ملا کہ خطۂ زمین پر جائیں اور آرام گاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خاک پُر انوار لے کر آئیں، پھر اُس خاکِ طیبہ سے صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے جسدِ عنصری کے لیے خمیر تعمیر کریں - جب ملائکہ مقربین نے یہ بشارت اس خاک کو پہنچائی تو وہ فرطِ مسرت و شوق سے جوش میں آگئی اور وہاں کی خاک کافور سے زیادہ سفید ظاہر ہوئی اور اور جنابِ جبرائیل علیہ السلام نے بقدرِ ایک مثقال (یعنی ۴½ ماشہ تقریباً) خاکِ پاک لے لی اور ملأ الاعلیٰ واپس چلے گئے - پھر حکم ہوا جبرائیل! جنت میں جاؤ اور مُشک و زعفران و سنبل و ماءِ معین و سلسبیل اور شرابِ تسنیم حاصل کرو اور پھر اُن کو اس خاکِ پاک میں ملا دو - حضرت جبریل علیہ السلام نے ان چیزوں کے ملانے کی حکمت کے بارے میں دریافت کیا تو جواب عطا ہوا کہ کافور سے استخوان، زعفران سے پُشت اور مشک سے خون اور سنبل سے بال اور سلسبیل سے دہانِ مبارک اور ماءِ معین سے لبِ مبارک، دندانِ مبارک اور دورانِ خون

Scanned with CamScanner

کو شرابِ تسنیم سے جاری کروں گا اور اس ذاتِ مقدس کو تمام مخلوقات کا شفیع بناؤں گا۔ (الوفاء ص ۳۴، معارج النبوۃ رکنِ اوّل (فارسی) ص ۱۰)

خمیرِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی سیر

جب نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے لیے خمیر تیار ہو گیا تو حضرت جبریل علیہ السّلام کو حکم ہوا "اسے لے جاؤ اور تمام آسمانوں میں گھماؤ پھراؤ، اسے ملائکہ کے محلّات میں لے جاؤ، اسے بہشت کی نہروں میں غوطہ زن کرو، پھر اسے تمام دنیا کے بحر و بر دکھاؤ اور ساتھ ساتھ یہ اعلان کرو:

طِينَةُ حَبِيبِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَشَفِيعِ الْمُذْنِبِينَ
وَمَشْهُوْرٍ فِي الْاَوَّلِينَ وَمَذْكُوْرٍ فِي الْاٰخِرِيْنَ۔

ترجمہ: "یہ خمیر محبوبِ ربّ العالمین شفیع المذنبین اور اُس ہستیِ مبارک کا ہے جو پہلوں میں مشہور اور بعد والوں میں مذکور ہے۔"

اس کے بعد اُس خاکِ پاک کو نور سے منوّر کر کے قندیل میں رکھ کر عرشِ اعلیٰ کے پائے کے ساتھ لٹکا دیا گیا؛ چنانچہ وہ جگہ نورِ مصطفوی سے جگمگا اُٹھی۔ یہ خمیر آدم علیہ السلام کی پیشانی میں رکھے جانے تک اس قندیل میں روشن رہا۔
(بحوالہ مدارج النبوہ، معارج النبوۃ رکنِ اوّل (فارسی) ص ۱۱، الوفا ص ۳۴، ۳۵)

خمیر نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پشتِ آدم علیہ السّلام میں

جب آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کیا گیا تو اس خمیر کو سیدنا آدم علیہ السّلام کے جسدِ انور میں رکھ دیا گیا۔ پھر جب آدم علیہ السّلام کے اس ڈھانچے میں رُوح پھونکی گئی تو یہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت آدم علیہ السّلام کی پیشانی میں دمکنے لگا۔
(معارج النبوۃ رکن اوّل (فارسی) ص ۱۱، الوفا ص ۳۴ - ۳۵)

خمیرِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تسبیح اور میثاقِ آدم علیہ السّلام

حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی پشت سے پرندے کی سی آواز سنائی دیا کرتی تھی۔ انہوں نے عرض کی کہ اے مولا کریم! یہ آواز کیسی ہے؟ جواب ملا: یہ میرے حبیب صلّی اللہ علیہ وسلّم کی تسبیح کی آواز ہے۔ تم میرا عہد پکڑو اور اس نور کو پاک رحموں اور مقدس پُشتوں میں امانت رکھنا۔ جب وہ نور حضرت آدم علیہ السّلام کی پیشانی میں چمکا تو حکم ہوا اے فرشتو! آدم علیہ السّلام کو سجدہ کرو۔ سب فرشتوں نے حکمِ خداوندی کو بجا لاتے ہوئے آدم علیہ السّلام کو سجدہ کیا، لیکن شیطان لعین نے سجدہ کرنے سے انکار کر دیا اور اپنے انکارِ سجدہ پر سات دلیلیں پیش کیں۔ بارگاہِ خداوندی سے حکم ہوا اے ابلیس! تو نکل جا! اس لیے کہ تو میری بارگاہ سے ٹھکرا دیا گیا ہے۔ تجھ پر قیامت تک میری لعنت برستی رہے گی۔ دوسری طرف سجدہ کرنے والوں کے مرتبوں کو اور بلند فرما دیا گیا (   )

گیا شیطان راندا ایک سجدے کے نہ کرنے سے
اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

حضرت حوّا علیہا السّلام کی پیدائش

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدثِ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: "جب حضرت آدم علیہ السّلام کو جنّت میں داخل کیا گیا تو انہوں نے اپنے جنسی رفیق کی خواہش کا اظہار کیا کہ ایسا رفیق کہ جس کے ساتھ وہ محبّت کریں اور ذکرِ حق میں باطنی سکون اور قرار حاصل کریں۔ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو نیند میں مبتلا کر دیا اور اسی نیند کی حالت میں اُن کی

بائیں پسلی نکال کر اس سے سیدہ حوا علیہا السلام کو پیدا فرما دیا۔
حضرت حوا علیہا السلام کا نام حوا اسی لیے رکھا گیا کہ وہ "حی" یعنی
زندہ سے پیدا کی گئی تھیں۔" (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۴ (فارسی)
(معارج النبوۃ، رکن اول (فارسی) ص ۴۴)

حضرت آدم علیہ السلام کی شادی

جب حضرت آدم علیہ السلام نیند سے بیدار ہوئے تو انہوں نے حضرت حوا
علیہا السلام کو اپنے سامنے موجود پایا۔ حضرت حوا علیہا السلام کو دیکھا تو حضرت آدم
علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھ اُن کی طرف بڑھائے۔ فرشتوں نے کہا "ٹھہریئے!
تاکہ آپ کا اور سیدہ حوا کا نکاح ہو جائے اور آپ ان کا مہر ادا کر دیں۔" حضرت
آدم علیہ السلام نے پوچھا "مہر کیا ہے؟" جواب ملا "تین مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات بابرکات پر درود پاک بھیجو، مہر ادا ہو جائے گا۔ ایک روایت میں بیس مرتبہ
درود پاک بھی آیا ہے۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کا نکاح حضرت حوا
علیہا السلام سے فرما دیا اور اپنے کلامِ اقدس سے خطبہ پڑھا۔
(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۴ (فارسی) معارج النبوۃ رکنِ اول (فارسی) ص ۴۵)
(نشر الطیب، از مولوی اشرف علی تھانوی، ص ۱۱)

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حوا علیہا السلام کے پاس

حضرت حوا علیہا السلام جب حاملہ ہوئیں اور بطنِ اطہر میں حضرت شیث علیہ السلام
تھے، تو نورِ مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت حوا علیہا السلام کی طرف منتقل ہو گیا۔
حضرت حوا علیہا السلام کے ہر حمل سے دو بچے پیدا ہوتے تھے، لیکن جب حضرت
شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ تنہا تھے اور یہ آقا و مولا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی بزرگی و برکت اور عظمت کی وجہ سے تھا۔"
(الوفا ص ۳۵، معارج النبوۃ رکنِ اول (فارسی) ص ۵۷)

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیث علیہ السلام کے پاس

جب حضرت شیث علیہ السلام کی ولادتِ پاک ہوئی تو نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
حضرت حوا علیہا السلام سے ان کی طرف منتقل ہو گیا۔ حضرت شیث علیہ السلام حضرت
آدم علیہ السلام کی تمام اولاد میں سب سے زیادہ خوبصورت تھے اور حسن و جمال کا ایک انوکھا پیکر
تھے۔ جب حضرت شیث علیہ السلام سنِ بلوغت کو پہنچے تو ان سے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی حفاظت کا عہد لیا گیا۔ اُن سے عہد لیا گیا کہ وہ اس نورِ مقدس کو نہایت پاکیزہ
طریقہ سے ارحامِ طاہرات اور اصلابِ طیبات تک پہنچائیں گے۔ پھر یہی عہد نامہ
اُن کی اولاد میں ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ یہ نورِ مصطفیٰ
حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ
تک پہنچ گیا۔ (معارج النبوۃ رکنِ اول فارسی، ص ۵۸)

انتقالِ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت شیث علیہ السلام سے اُن کے
فرزند حضرت انوش علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا اور پھر حضرت انوش علیہ السلام سے
یہ نور سلسلہ در سلسلہ منتقل ہوتا ہوا حضرت ادریس علیہ السلام تک پہنچا۔ صاحبِ
معارج النبوۃ علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے انتقالِ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ
علیہ وسلم کے اس سلسلہ کو اس طرح بیان کیا ہے:
"اخنوخ (ادریس) علیہ السلام بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن
انوش۔" (بحوالہ معارج النبوۃ، رکنِ اول، ص ۷۲، فارسی)

Scanned with CamScanner

اس سلسلۂ نسب میں علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ادریس علیہ السلام کے والدِ محترم کا نام قینان لکھا ہے۔

حضرت ادریس علیہ السلام

حضرت ادریس علیہ السلام وہ پیغمبر ہیں جن کو زندہ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا اور اُن کی وفات کے بارے میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ بعض روایات کے مطابق انہوں نے زمین پر ہی موت کا ذائقہ چکھ لیا تھا۔ انہیں پھر زندہ کر دیا گیا اور پھر انہیں زندہ آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا اور انہیں زندگی ہی میں جنت میں داخل کر دیا گیا تھا۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ انہیں زمین سے آسمان کی جانب زندہ اٹھا لیا گیا تھا اور آسمانوں پر پہنچ کر اُن کا انتقال ہوا تھا (واللہ اعلم بالصواب)

(معارج النبوۃ رکنِ اول (فارسی) ص ۷۴، ۷۵)

حضرت ادریس علیہ السلام کو زمین پر موت کا ذائقہ چکھایا گیا اور پھر زندہ کر کے آسمانوں کی طرف اٹھایا گیا یا آسمانوں پر پہنچ کر اُن کا انتقال ہوا۔ جو بھی صحیح ہو، لیکن یہ بات نصِ قطعی سے ثابت ہے کہ انہیں آسمانوں کی طرف اٹھا لیا گیا تھا۔ قرآنِ حکیم ان کے بارے میں ارشاد فرماتا ہے:

وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ۝ (سورۃ مریم، آیت ۵۷)

ترجمہ: "اور ہم نے اُسے بلند مقام پر اٹھا لیا۔"

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نوح علیہ السلام کے پاس

نورِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر نسل در نسل چلتا ہوا حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے کتاب "العرائس" کے حوالے سے حضرت سیدنا نوح کا سلسلۂ نسب یوں بیان کیا ہے:

"نوح بن لامک بن متوشلخ بن اخنوخ (ادریس) بن یارد بن مہلائیل بن قینان بن حضرت شیث علیہ السلام بن حضرت آدم علیہ السلام۔"

(معارج النبوۃ رکنِ اول (فارسی) ص ۷۶)

اس سلسلۂ نسب میں حضرت نوح علیہ السلام کے والد کا نام لامک بیان کیا گیا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام

حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم میں تقریباً ساڑھے نو سو سال تبلیغ کی لیکن چند لوگوں کے سوا ساری قوم نے آپ کی اطاعت کرنے اور احکاماتِ خداوندی کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے قومِ نوح کی حالت ان الفاظ میں بیان کی ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ۔ (سورۃ الاعراف، آیت ۶۴)

ترجمہ: "بے شک وہ اندھا گروہ تھا۔"

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

إِنَّهُمْ كَانُوا هُمْ أَظْلَمَ وَأَطْغٰى (سورۃ النجم، آیت ۵۲)

ترجمہ: "بے شک وہ اُن سے بھی ظالم اور سرکش تھے۔"

چنانچہ وہ لوگ اپنے دلوں کے اندھے پن اور اپنے ظلم و سرکشی کی وجہ سے حضرت نوح علیہ السلام کو اذیت پہنچاتے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان مصائب و آلام کو خندہ پیشانی سے برداشت کیا اور اپنی قوم کے حق میں بارگاہِ ربّ العزت میں دعا کی:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: "اے اللہ! میری قوم کو ہدایت فرما، یقیناً یہ لوگ جانتے نہیں ہیں۔"

اُدھر کفار تھے کہ اپنے کفر پر اڑے ہوئے تھے اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہنچانے میں ہر حربہ آزما رہے تھے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کی اس کیفیت کو اپنے پروردگار کی بارگاہِ عالیہ میں اس طرح بیان کیا:

Scanned with CamScanner

رَبِّ اِنِّیْ دَعَوْتُ قَوْمِیْ لَیْلًا وَّنَهَارًا فَلَمْ یَزِدْهُمْ دُعَآءِیْۤ اِلَّا فِرَارًا (سورۂ نوح، آیت ۵)

ترجمہ: "اے میرے رب! میں نے اپنی قوم کو دن رات بُلایا، تو میرے بُلانے سے انہیں بھاگنا ہی پڑا۔"

اے ربِّ کریم! ان لوگوں پر رحمت فرما اور اُن کو ہدایت نصیب فرمادے اور ان کی طرف سے پہنچائی جانے والی اذیتوں پر مجھے صبر عطا فرما۔

بارگاہِ ربّ العزّت سے یہ فرمان جاری ہوا:

اِنَّهٗ لَنْ یُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ (سورۂ ھود، آیت ۳۶)

ترجمہ: "کہ تمہاری قوم مُسلمان نہ ہوں گے، مگر جتنے کہ ایمان لاچکے۔"

طُوفانِ نوح

جب حضرت نوح علیہ السّلام نے یہ ارشادِ باری تعالیٰ سُنا، تو عرض کی، مولا! کیا ان کی نسل میں بھی کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

یَا نُوْحُ لَمْ یَبْقَ مِنْ اَصْلَابِ الرِّجَالِ وَلَا فِیْ اَرْحَامِ النِّسَآءِ مُؤْمِنٌ۔ (معارج النبوۃ ج ۱ ص ۵۱۴)

ترجمہ: "اے نوح! اب ایمان لانے والا نہ تو ان مردوں کی پُشتوں میں کوئی ہے اور نہ ہی ان عورتوں کے رحموں کے اندر کوئی مومن موجود ہے۔"

یعنی اے نوح! اب ان کی نسل میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے۔ حضرت نوح علیہ السّلام کو جب یہ بات معلوم ہوئی تو انہوں نے بارگاہِ ربّ العزّت میں عرض کیا:

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا ۝ (سورۂ نوح آیت ۲۶)

ترجمہ: اور نوح علیہ السّلام نے عرض کی، "اے میرے رب! زمین پر کافروں میں سے کوئی بسنے والا نہ چھوڑ۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السّلام کی دعا کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمایا اور اُس نافرمان قوم کے لیے عذابِ الٰہی کا فرمان بارگاہِ الٰہ العالمین سے جاری ہوگیا۔

اور حضرت نوح علیہ السّلام کو حکم ملا:

وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ (سورۂ مومنون آیت ۲۷)

ترجمہ: "اور ان ظالموں کے معاملہ میں مجھ سے بات نہ کرنا۔ یہ ضرور ڈبوئیے جائیں گے۔"

یعنی اے نوح! اب نافرمان وسرکش لوگوں کو پانی کے ذریعے تباہ وبرباد کرکے آتشِ دوزخ میں دھکیل دیا جائے گا۔ آپ اور آپ کے اصحاب کو اس عذاب سے بچا لیا جائے گا۔ لہٰذا اب ان کافروں کے بارے میں کوئی بات نہ کرنا۔ پھر حضرت نوح علیہ السّلام کو حکمِ خداوندی ہوا:

وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْیُنِنَا وَوَحْیِنَا (سورۃ ھود، آیت ۳۷)

ترجمہ: "اور کشتی بناؤ ہمارے سامنے اور ہمارے حکم سے۔"

حضرت نوح علیہ السّلام نے باذنِ الٰہی ایک بہت بڑی کشتی تیار کی اور اس کشتی میں ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا سوار کیا اور پھر اپنے اصحاب کو لے کر کشتی میں سوار ہوگئے اور پھر وعدۂ خداوندی کا وقت آپہنچا، بہت زبردست طوفان آیا بارش کی صورت میں قہرِ خداوندی نازل ہوا، طوفانی ہواؤں کے جھکڑ چلنے لگے اور تباہی وبربادی نے زمین پر اپنا سایہ مسلط کردیا۔ ایک طرف آسمان قہر وغضب بن کر ٹوٹ رہا تھا، تو دوسری طرف زمین نے بھی کفّار کی تباہی کے سامان مہیا کرنے شروع کردیئے۔ چنانچہ زمین نے بھی اپنے اندر سے پانی اُگلنا شروع کردیا جس سے زمین پر ہر طرف پانی ہی پانی ہوگیا۔ یہ باد وباراں کا طوفان چالیس روز تک قہر وغضب بن کر کافروں پر ٹوٹتا رہا، جس کے نتیجہ میں تمام باطل وسرکش اس عذابِ الٰہی کا شکار ہوئے اور ڈوب کر صفحۂ ہستی سے مٹ گئے۔ اب صرف وہی لوگ باقی بچے جو سفینۂ

Scanned with CamScanner

نوح علیہ السلام میں سوار ہو گئے تھے۔ جب اس طوفان نے اپنا کام مکمل کر دیا تو پھر زمین کو ارشادِ باری تعالیٰ ہوا:

یَا اَرْضُ ابْلَعِیْ مَآءَكِ (سورۂ ھود، آیت ۴۴)

ترجمہ: "اور حکم فرمایا کہ اے زمین اپنا پانی نگل لے۔"

اور آسمان کو حکمِ خداوندی ہوا:

یَا سَمَآءُ اَقْلِعِیْ (سُورۃ ھُود، آیت ۴۴)

ترجمہ: "اے آسمان تھم جا۔"

یعنی اے آسمان اب تو بھی پانی برسانا بند کر دے، چنانچہ آسمان نے پانی برسانا بند کر دیا اور زمین نے بھی پانی کو نگلنا شروع کر دیا۔

مختلف روایات کے مطابق نوح علیہ السلام کی کشتی پانچ یا چھ ماہ تک اس پانی میں تیرتی رہی اور پھر کشتیِ نوح کو حکم ہوا کہ تو ایک پہاڑ پر ٹھہر جا۔

چنانچہ حضرتِ نوح علیہ السلام کی کشتی "نصیبین" کے مقام پر جودی نامی پہاڑ پر ٹھہر گئی اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی عرصہ دراز تک طوفان میں رہنے کے بعد زمین پر دوبارہ اُترے۔ پھر ان چند نفوس نے زمین پر بسیرا کیا اور زمین پر گھر بنا کر رہنا شروع کیا۔ پھر ان کی اولاد بڑھی اور انسانوں کی آبادی میں اضافہ ہونا شروع ہو گیا۔

کشتیٔ نوح علیہ السّلام کی نجات

طوفانِ نوح نے ساری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا اور سرکش اور باغی لوگوں کو اس میلِ بیکراں نے ڈبو ڈبو کر ہلاک کر دیا تھا صرف حضرت نوح علیہ السّلام اور ان کے مومن ساتھی ہی اس طوفان سے نجات پا سکے۔ حقیقت حال یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام اور اُن کے ساتھیوں کی نجات کا باعث

بھی نورِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم تھا۔ اسی نُور کی برکت سے اُن کی کشتی چھ ماہ تک پانی پر تیرتی رہی اور چھ ماہ بعد اُس کشتی کو کنارا مل گیا۔ یہ سب نورِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ہی برکات اور کرشمے تھے۔ (ماخوذ از معارج النبوۃ)

مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں فرماتے ہیں ؎

اگر نامِ محمّد را نیاوردے شفیع آدم!
نہ آدم یافتے توبہ، نہ نوح از غرق نجیّنا
نہ ایوب آں شکیبائی، نہ یوسف آں دلآرائی
نہ عیسیٰ آں مسیحائی، نہ مُوسیٰ آں یدِ بیضا

نورِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرتِ ہُود علیہ السّلام کے پاس

نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت نوح علیہ السّلام سے اُن کے بیٹے سام کی طرف منتقل ہوا اور پھر یہ نسل درنسل منتقل ہوتا ہوا حضرت ہود علیہ السّلام کے پاس پہنچ گیا۔

جب حضرت ہُود علیہ السّلام اس دنیا میں تشریف لائے تو چہار دانگِ عالم میں یہ صدا گونجی کہ اے لوگو! یہ ہود پیغمبر ہے، اس کی پیشانی میں نورِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم جلوہ فرما ہے۔ ان کے فرائض میں بُتوں کی تباہی، منکرین کی سزائیں اور باطل کے چراغوں کو گل کرنا شامل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السّلام کو قوم عاد کی طرف بھیجا تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہوتا ہے:

وَاِلٰی عَادٍ اَخَاھُمْ ھُوْدًا (سورۂ ھود، آیت ۵۰)

ترجمہ: "اور عاد کی طرف اُن کے ہم قوم ہود کو۔"

نورِ مُصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم سیّدنا ابراہیم علیہ السّلام کے پاس

نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا پاک اور صالح لوگوں کی پشتوں میں سفر جاری تھا۔

چنانچہ حضرت ہود علیہ السّلام سے منتقل ہوتا ہوا یہ نورِ پاک حضرت ابراہیم علیہ السّلام تک پہنچ گیا۔

حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والدِ محترم کا نام تارخ تھا۔ تارخ ایک نیک پاک اور صالح شخص تھے۔ آپ نہایت عابد و زاہد تھے۔ آپ پہاڑوں پر تشریف لے جاتے اور وہاں کئی کئی ماہ عبادتِ خداوندی میں مشغول رہتے۔ آپ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے اور ہمیشہ نیک کاموں میں لگے رہتے تھے۔

جنابِ تارخ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی ولادت سے کچھ عرصہ پہلے، اُن دنوں انتقال فرما گئے تھے، جب حضرت ابراہیم علیہ السّلام رحمِ مادر میں تشریف لا چکے تھے۔

بعض روایات کے مطابق جب ابراہیم علیہ السّلام پیدا ہوئے تو اُن کی پرورش اِن کے دادا نے کی۔ دادا کی وفات کے بعد ان کی نگہداشت کا ذمہ ان کے چچا آذر نے لیا۔ حضرت ابراہیم کا چچا آذر بُت تراش اور بُت فروش تھا۔ جب ابراہیم علیہ السّلام جوان ہوئے تو انہیں اپنے چچا کا یہ کام بہت بُرا لگا۔ انہوں نے اپنے چچا سے فرمایا،

یَاۤ اَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّیْطَانَ (سورۃ مریم، آیت ۴۴)

ترجمہ: "اے میرے باپ شیطان کا بندہ نہ بن۔"

اس موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے چچا کو "اَبْ" کہہ کر پکارا ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے:

وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِیْمُ لِاَبِیْهِ اٰزَرَ (سورۃ انعام، آیت ۷۴)

ترجمہ: "اور یاد کرو، جب ابراہیم نے اپنے باپ آذر سے کہا:"

اس لفظ اَبْ سے کچھ لوگ سخت غلط فہمی کا شکار ہو گئے اور انہوں نے "اَبْ" سے حقیقی باپ مراد لیا، حالانکہ عربوں کے ہاں "اَبْ" کا لفظ حقیقی والد کے لیے مخصوص نہیں ہے، بلکہ اس کا اطلاق چچا اور دادا پر بھی ہوتا ہے جیسا کہ حضرت یعقوب

علیہ السّلام کے بیٹوں نے اس لفظ کو چچا اور دادا پر بھی استعمال فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے اپنے باپ سے کہا:

قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرَاهِیْمَ وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ

(سورۃ البقرۃ، آیت: ۱۳۳)

ترجمہ: "بولے ہم پوجیں گے اُسے جو خدا ہے آپ کا اور آپ کے آبا ابراہیم و اسماعیل و اسحاق کا، ایک خدا۔"

اس آیتِ کریمہ میں لفظ "آباء" "اَبْ" کی جمع ہے اور اس آیتِ کریمہ میں اس لفظ کا اطلاق حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر بھی ہوا ہے، حالانکہ حضرت ابراہیم علیہ السّلام حضرت یعقوب علیہ السّلام کے دادا ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السّلام پر بھی اس لفظ کا اطلاق ہوا، جبکہ حضرت اسحاق علیہ السّلام حضرت یعقوب علیہ السّلام کے والد ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ قرآن پاک میں آذر کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا "اَبْ" یعنی باپ کہہ دینا اس بات کا ثبوت نہیں کہ آذر حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا حقیقی والد تھا، اس لیے کہ عربوں کے ہاں لفظ "اَبْ" کا اطلاق تو غیرِ والد پر بھی ہوتا ہے اور قرآنِ حکیم میں آذر اَبِیْهِ کا بدل بن کے آیا ہے، جو اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے اصل اَبِیْهِ (حضرت ابراہیم علیہ السّلام کا باپ) کوئی اور ہے، لیکن یہاں جس کا تذکرہ ہو رہا ہے، اُس کا نام آذر ہے اور اس اپنے چچا کو حضرت ابراہیم علیہ السّلام، شرک سے منع کر رہے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے والدِ گرامی تارخ تھے، نہ کہ آذر۔ اس لیے کہ آذر چچا تھا اور عربوں کے ہاں چچا کو "اَبْ" یعنی باپ بھی کہہ لینا جائز ہے۔

پھر دوسری طرف یہ بات بھی آذر کے باپ ہونے کے راستے میں حائل ہوتی ہے کہ آذر ایک کافر اور بُت گر شخص تھا۔ پھر اس پر مزید یہ کہ وہ نمرود کا خاص درباری بھی تھا

جبکہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جن پشتوں میں منتقل ہوتا رہا ہے وہ مومنین و صالحین کی پشتیں تھیں اور وہ پشتیں بارگاہِ ربّ العزت میں سجدہ ریز ہونے والوں کی پشتیں تھیں۔ اور ان میں کوئی کافر و فاجر شخص نہیں گزرا۔

(مطالع المسرات ص ۳۰۴، الشفاء، ص ۹۴)

ارشادِ خداوندی ہے :

اَلَّذِیۡ یَرٰٮكَ حِیۡنَ تَقُوۡمُ ۙ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیۡنَ ۝

(سورۃ الشعراء، آیت ۲۱۹)

ترجمہ: "جو تمہیں دیکھتا ہے، جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو"

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ اس آیہ مبارکہ کی تفسیر اس طرح فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی نَقَلَ رُوۡحَہٗ مِنۡ سَاجِدٍ اِلٰی سَاجِدٍ ۔

(تفسیر کبیر ج ۲۴، ص ۱۷۴)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوح مبارک کو ایک ساجد سے دوسرے ساجد کی طرف منتقل فرمایا۔"

اور تفسیر ابن عباس (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) میں ہے:

وَيُقَالُ فِي أَصْلَابِ آبَائِكَ الْأَوَّلِينَ ۔

(تنویر المقباس من تفسیر ابن عباس ص ۲۳۴)

ترجمہ: "اور کہا جاتا ہے کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے گزشتہ آباؤ اجداد کی پشتوں میں منتقل ہوتے رہے۔"

قرآن حکیم اس آیتِ مبارکہ میں اِس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ رسولِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں حضرت آدم علیہ السلام تک کوئی بھی مشرک و کافر نہیں گزرا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا والد تسلیم

نہیں کرتے، اس لیے کہ وہ کافر و مشرک شخص تھا اور لفظ "اَبٌ" کی وضاحت بیان ہو چکی ہے۔ آزر حضرت ابراہیم کا چچا تھا اور وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے سمجھانے کے باوجود کفر و شرک سے باز نہیں آیا تھا۔ اس بات کی مزید تحقیق کرنا مقصود ہو تو حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ فرمائیں:

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرتِ اسماعیل کے پاس

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ تارخ سے حضرتِ ابراہیم علیہ السلام کے پاس پہنچا اور پھر جب حضرت ہاجرہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی والدہ بنیں تو یہ نور حضرتِ ابراہیم علیہ السلام سے اُن کے رحم میں تشریف لے آیا اور جب اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے، تو یہ نور اُن کی پشت میں منتقل ہو گیا۔ پھر یہ نور کافی عرصہ تک حضرت اسماعیل علیہ السلام کے پاس رہا اور اسی نورِ پاک کی برکت سے سیدنا اسماعیل علیہ السلام کی ایڑیوں سے آبِ زمزم جاری ہوا اور اسی نورِ مقدس کی برکت سے لوگوں نے بیت اللہ شریف کو آباد کیا۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام سے منتقل ہوتا ہوا یہ نورِ مقدس حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جدِ امجد جنابِ عدنان تک پہنچا۔ اُن سے معد کے پاس اور معد سے نزار پھر نزار سے مضر، الیاس، مدرکہ، خزیمہ، کنانہ، نضر وغیرہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء کرام سے ہوتا ہوا یہ نورِ مقدس جنابِ ہاشم کے پاس پہنچا۔

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ ہاشم کے پاس

جنابِ ہاشم کا اصلی نام عبد العلیٰ تھا۔ ایک روایت کے مطابق عمرو تھا اور ہاشم اُن کا لقب تھا۔ حضرتِ ہاشم ایک بہت نیک اور صالح بزرگ تھے اور عرب ان کی بہت عزت کرتے تھے

Scanned with CamScanner

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جنابِ ہاشم کی پیشانی مبارک میں چمکا کرتا تھا - اس نور کو دیکھ کر اہلِ کتاب حضرتِ ہاشم کے ہاتھوں کو بوسہ دیا کرتے تھے اور اُن کا بہت احترام کرتے تھے - آپ کے حُسنِ جمال، سخاوت اور اعلیٰ اخلاق کی وجہ سے ہر قبیلہ نے اپنی لڑکیاں نکاح کے لیے پیش کیں - یہاں تک کہ قیصرِ روم نے بھی اپنی بیٹی کو ان کے نکاح میں دینے کی خواہش کا اظہار کیا - اس لیے کہ اُس نے پہلی کتابوں میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی علامتیں پڑھی تھیں اور وہ علامتیں جنابِ ہاشم میں موجود تھیں لیکن حضرت ہاشم نے ان تمام لوگوں کی پیشکش کو رَد فرما دیا اور کہا کہ میں ایسی عورت سے ساتھ شادی کروں گا جو دُنیا کی تمام عورتوں سے زیادہ نیک اور پاکباز ہو - چنانچہ حضرت ہاشم کو خواب میں اشارہ ہوا کہ سلمیٰ بنت عَمرو سے نکاح کرو، جو یثرب (مدینہ منورہ) میں ہے چنانچہ حضرت ہاشم یثرب (مدینہ طیبہ) تشریف لے گئے اور وہاں حضرت سلمیٰ بنت عمرو سے شادی کی - حضرت سلمیٰ بنت عمرو حُسن و جمال اور فصاحت و بلاغت میں بے مثال اور یگانۂ روزگار تھیں - (بحوالہ معارج النبوۃ، رکنِ اوّل (فارسی) ص ۱۶۶)

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبد المطلب کی پُشت میں

حضرت ہاشم سے یہ نورِ پاک اُن کے نیک اور صالح بیٹے حضرت عبد المطلب کی طرف منتقل ہوا - حضرت عبد المطلب حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا تھے - آپ کا اصل نام شیبہ (سفید بالوں والا) تھا - آپ کے اس نام کی وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرتِ عبد المطلب پیدا ہوئے تو آپ کے بال سفید تھے - آپ کو "شیبۃ الحمد" بھی کہا جاتا ہے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگ آپ کے اچھے کاموں اور عمدہ اخلاق کی بہت تعریف کرتے تھے - چنانچہ لوگوں نے آپ کو "شیبۃ الحمد" (نورانی تعریف والے) کہنا شروع کر دیا - (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۳، ص ۶ (فارسی)

عبد المطلب نام کی وجہ تسمیہ

آپ کے نام عبد المطلب (مطلب کا غلام) کی کئی وجوہات بیان ہوتی ہیں - ایک وجہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ حضرت عبد المطلب یثرب (مدینہ منورہ) میں پیدا ہوئے تھے اور آپ نے پرورش بھی وہیں پائی تھی اور آپ کے والدِ گرامی جنابِ ہاشم کا انتقال بھی یثرب ہی میں ہوا تھا - جنابِ ہاشم کے انتقال فرمانے کے بعد اُن کے بھائی مطلب یثرب تشریف لائے، وہاں انہیں ایک خوبصورت بچہ دکھائی دیا - اُس بچے کو دیکھ کر جنابِ مطلب نے محسوس کیا کہ یہ ہمارے خاندان کا بچہ ہے - جب انہوں نے تحقیق کی تو پتہ چلا کہ یہ بچہ تو اُن کا بھتیجا ہے اور اُن کے مرحوم بھائی ہاشم کی نشانی ہے - چنانچہ انہوں نے اُس بچے کو اپنے ہمراہ لیا اور مکہ شریف کی طرف روانہ ہو گئے - اس وقت بچہ چونکہ یتیمی اور مسکینی کے دن گزار رہا تھا، اس لیے اُس کی حالت بہت خستہ تھی - اُس کے کپڑے پُرانے اور پھٹے ہوئے تھے - جنابِ مطلب اپنے بھائی کی نشانی کو اسی حالت میں لے کر چل پڑے تھے - چنانچہ راستے میں جب کوئی اس بچے کے متعلق دریافت کرتے تو وہ کہہ دیتے هٰذَا عَبْدِیْ (یہ میرا غلام ہے) پھر اسی واقعہ کی وجہ سے اُس بچے کا نام عبد المطلب یعنی مطلب کا غلام مشہور ہو گیا - (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۶ (فارسی)

مکہ کی سرداری

جب حضرت ہاشم کے بھائی مطلب اس دُنیا سے رُخصت ہو گئے تو مکہ والوں نے اُن کی جگہ سرداری کے لیے جنابِ عبد المطلب کا انتخاب کیا اور خانہ کعبہ کی دربانی اور حاجیوں کو آبِ زمزم پلانے کا منصب ان کو عطا ہوا - اس طرح کعبے کی عزت و تکریم کی وجہ سے تمام اہلِ مکہ جنابِ عبد المطلب کے مطیع و فرمانبردار ہو گئے اور ان کو عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھنے لگے - (مدارج النبوۃ ج ۴، ص ۷ (فارسی)

Scanned with CamScanner

واقعۂ فیل اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

جب ابرہہ حاکمِ یمن نے اصحمہ نجاشی کے کہنے پر مکہ مکرمہ پر چڑھائی کی، اور بیت اللہ شریف کو گرانے کے لیے ایک بہت بڑا سفید ہاتھی لے کر آیا تو لوگوں نے اس کی آمد کی خبر جناب عبدالمطلب کو پہنچائی۔ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: "اے لوگو! ڈرو نہیں، اس گھر کا محافظ خود خدا تعالیٰ ہے، وہی اس کی حفاظت فرمائے گا۔" پھر یہ ہوا کہ ابرہہ قریش کی بھیڑ بکریاں اور اونٹ ہنکا کر لے گیا۔ ان میں جناب عبدالمطلب کے چار سو اونٹ بھی تھے۔ حضرت عبدالمطلب قریش کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر نکلے اور "جبلِ ثبیر" پر تشریف لائے۔ اس وقت نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جناب عبدالمطلب کی پیشانی میں ہلال کی مانند چمکنے لگا اور اس نورِ پاک کی تیز شعاعیں بیت اللہ شریف پر پڑنے لگیں، جن سے وہ خوب چمک اٹھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اس نورِ پاک کو دیکھا تو لوگوں سے فرمانے لگے: "اے گروہِ قریش! جاؤ، بے شک اس معاملہ میں اللہ تعالیٰ تمہیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرمائے گا۔ خدا کی قسم! یہ نور اسی وقت روشن ہوتا ہے جب کامیابی و کامرانی ہمارا مقدر ہوتی ہے۔" جب قریش نے یہ بات سنی، تو وہ سب وہیں سے لوٹ گئے اور بکھر کر اِدھر اُدھر چلے گئے۔ ابرہہ کو قریش کے اس اجتماع کی خبر ہو چکی تھی۔ اُس نے ایک شخص کو فوج دے کر بھیجا کہ جا کر قریش کو شکست دے۔ لیکن جب وہ مکہ مکرمہ میں داخل ہوا تو اُس کی نظر جناب عبدالمطلب کے چہرۂ انور میں جگمگانے والے نور پر پڑی، تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور ذبح کی ہوئی گائے کی طرح ڈکارنے کی سی آوازیں نکالنے لگا۔ جب اُس شخص کو ہوش آیا، تو اُس نے حضرت عبدالمطلب کو سجدہ کیا اور کہنے لگا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ قریش کے سچے

سردار ہیں۔" (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۷، (فارسی) نشر الطیب ص ۶)

ہاتھی کا سجدہ

ایک روایت کے مطابق جناب عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ جب آپ اُس کے پاس پہنچے تو اُس نے اُس سفید ہاتھی کو بُلایا، جس کو اُس نے بطورِ خاص خانہ کعبہ کو گرانے کے لیے اپنے ہمراہ لیا تھا۔ وہ ہاتھی ابرہہ کے دربار میں پیش کیا گیا تو اُس ہاتھی نے جونہی جناب عبدالمطلب کی مبارک پیشانی میں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمکتا دمکتا دیکھا تو فوراً اُن کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا۔ حالانکہ یہ ہاتھی اتنا مغرور تھا کہ اس نے دوسرے عام ہاتھیوں کی طرح ابرہہ کو کبھی سجدہ نہیں کیا، لیکن نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ خود بخود سجدہ ریز ہو گیا اور ایسا سجدے میں پڑا کہ فیل بانوں کے اٹھانے کے باوجود اپنا سر زمین سے نہیں اٹھاتا تھا۔ انہوں نے اس کا سر اُٹھانے کے لئے بہت کوڑے مارے، لیکن عشقِ حبیبِ خدا علیہ التحیۃ والثناء میں مست و سرشار ہاتھی نے اپنا سر اٹھانے سے صاف انکار کر دیا۔ گویا زبانِ حال سے عرض کر رہا تھا کہ اے عبدالمطلب! میرا اُس مقدس ہستی کو سلام پہنچے جو تیری پُشت میں جلوہ فرما ہے۔ جب ابرہہ نے یہ کیفیت دیکھی تو اسے یقین ہو گیا کہ وہ بیت اللہ شریف کو گرانے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ بعد میں وہ یمن کی طرف واپس ہونا چاہتا تھا کہ بارگاہِ ربّ العزت سے اس پر عذاب نازل ہونا شروع ہو گیا۔ ابابیل پرندوں کو تین تین کنکریاں دے کر دریا کی جانب سے بھیجا گیا۔ ایک ایک کنکری اُن کے منہ میں تھی اور دو دو ان کے پنجوں میں پکڑی ہوئی تھیں اور کوئی کنکری مسور کے دانہ سے بڑی نہ تھی۔ یہ کنکری جس پر پڑتی، وہ زمین پر ڈھیر ہو جاتا۔ چنانچہ ابرہہ کے جسم پر یہ کنکری پڑی تو اُس کی انگلیاں ٹکڑے ٹکڑے ہو کر گر پڑیں اور اُس کے جسم سے خون اور پیپ اور پانی بہنا شروع ہو گیا، حتیٰ کہ اُس کے دل میں بھی سوراخ ہو گیا۔ نعوذ باللہ من غضب اللہ القہار۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۷ (فارسی)

حضرت عبدالمطلب کی پہلی شادی

حضرت کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں تاباں ہوا اور وہ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت و برکات حاصل کرنے لگے، تو ایک روز اُن کے ساتھ عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ جنابِ عبدالمطلب بیت اللہ شریف کے ایک گوشے مقامِ حجر میں آرام فرما رہے تھے۔ جب اُن کی آنکھ کھلی تو دیکھا کہ اُن کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہے، سر کے بالوں میں تیل لگا ہوا ہے اور بیش قیمت لباس اُن کے جسم پر زیب تن ہو چکا ہے اور اُن کا جلال و جمال پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ چکا ہے۔ لوگوں نے جب اُن کے اس حُسن و جمال اور جاہ و جلال کو دیکھا تو حیران رہ گئے اور سوچنے لگے کہ ان کو یہ سب کچھ کہاں سے اور کس طرح عطا ہو گیا ہے۔ پھر جنابِ مطلب آپ کو کاہنوں کے پاس لے گئے اور اُن کی ساری کیفیت کاہنوں سے بیان کی۔ کاہنوں نے سُن کر جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ کی صورت میں یہ حکم دیا ہے کہ فوراً اس نوجوان کی شادی کر دو۔ چنانچہ حضرت عبدالمطلب کا نکاح قیلہ نامی ایک خاتون سے کر دیا گیا۔ اس خاتون سے آپ کے بڑے صاحبزادے حارث پیدا ہوئے۔ اس کے بعد اُس عورت کا انتقال ہو گیا۔ قیلہ کے بعد جناب عبدالمطلب نے ہند بنت عمرو سے نکاح کیا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۷، فارسی)

ابن ہشام کا قول ہے کہ حضرت عبدالمطلب کے ہاں پانچ بیویوں سے دس لڑکے اور چھ لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص ۳۵)

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ نمائیاں

جنابِ مطلب کے بعد مکہ والوں کی سرداری اُن کے بھتیجے حضرت عبدالمطلب کو مل گئی اور رفادت اور سقایت

یعنی حاجیوں کی مہمان نوازی اور انہیں آبِ زمزم مہیا کرنے کا عہدہ ان کے سپرد ہو گیا۔ جنابِ عبدالمطلب کی پیشانی میں نورِ حبیبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چمکا کرتا تھا اور ان کے جسم سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ جب قریش کو کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ جنابِ عبدالمطلب کو "کوہِ ثبیر" پر اپنے ساتھ لے جاتے اور وہاں جا کر ان کے وسیلہ سے بارگاہِ ربّ العزت میں دُعا مانگتے۔ اور ایامِ قحط میں ان کے واسطہ سے بارش طلب کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کی یہ دُعا بارگاہ ربّ العزت میں شرفِ قبولیت حاصل کر لیتی تھی۔ جنابِ عبدالمطلب پہلے ایسے شخص ہیں جو تحنث کیا کرتے تھے یعنی ہر سال رمضان شریف کے مہینہ میں کوہِ حرا پر جا کر گوشہ نشین ہو جاتے اور ذاتِ خداوندی کے بارے میں غور و فکر کیا کرتے تھے۔ یہ اس لیے تھا کہ آپ موحد یعنی ایک خدا کو ماننے والے تھے۔ آپ شراب نوشی اور زنا کو حرام سمجھتے تھے۔ محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے اور ننگے ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے سے روکتے تھے اور لڑکیوں کے قتل سے بھی منع کیا کرتے تھے۔ چور کی سزا کے طور پر اس کا ہاتھ کاٹ دیا کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے بہت مستجاب الدعوات اور فیاض تھے۔ اپنے دسترخوان سے پہاڑوں کی چوٹیوں پر رہنے والے پرندوں کو بھی کھانا کھلایا کرتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ انہیں "مطعم الطیر" بھی کہا جاتا تھا اور یہ سب خوبیاں نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے انہیں حاصل ہوئی تھیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی، ص ۳۵، ۳۶، مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۷، فارسی)

چاہِ زمزم کا ظہور

جنابِ عبدالمطلب نے زمزم کے کنوئیں کو نئے سرے سے کھدوا کر درست کر دیا تھا اور اس کا واقعہ یہ ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی تولیت ثابت بن اسماعیل کے سپرد ہوئی۔ ثابت کے بعد اُس کا نانا مضاض بن عمرو جرہمی اس کا متولی ہوا۔ جب بنو جرہم

حرم شریف کی بے حرمتی کرنے لگے اور کعبہ کے مال کو اپنے خرچ میں لانے لگے تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ اور غبشان خزاعی نے ان لوگوں کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا اور پھر بنو خزاعہ کعبہ کے متولّی بن گئے۔ بنو جرہم کے آخری متولی جلیل بن حارث بن مضاض جرہمی نے جاتے وقت کعبہ میں پڑے ہوئے دو سونے کے ہرنوں کے مجسموں کو جنہیں اسفندیار فارسی نے خاص طور پر تحفہ کے طور پر بیت اللہ کیلئے بھیجا تھا، ان مجسموں کو "غزال الکعبہ" کہا جاتا تھا اور دوسرے چند ہتھیاروں کو جو کعبہ میں موجود تھے اور حجرِ رکن یعنی حجر اسود کو رُکن کعبہ سے اکھاڑ کر زمزم کے کنوئیں میں ڈال کر اسے اس انداز سے بند کر دیا کہ مدت گزرنے پر کسی کو اس کا نشان تک بھی یاد نہ رہا۔ عرصہ دراز کے بعد حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد مکہ میں واپس آئی، اور یہاں وہ قیام کرنے لگی، لیکن زمزم کا کنواں اسی دن سے پوشیدہ اور بے نشان رہا۔ جس وقت اہلِ مکہ کی سرداری کی نوبت جناب عبد المطلب تک پہنچی اور ارادہ خداوندی چاہِ زمزم کو ظاہر کرنے کا ہوا، تو ایک روز اللہ تعالیٰ نے عبد المطلب کو خواب میں زمزم کا کنوآں دکھا کر حکم دیا کہ تم اس کنوئیں کو کھود کر ظاہر کرو۔ جب بیدار ہوئے تو انہوں نے اس مقام کو دیکھا جو انہیں دکھایا گیا تھا۔ وہ خاص مقام پہچاننے میں انہیں دقت پیش آئی، لیکن بہت غور و فکر اور آثار و قرائن کا جائزہ لینے پر آخر کار انہوں نے اُس مقام کو تلاش کر لیا۔ اب انہوں نے اُس مقام کی کھدائی کرنا چاہی تو قریشی قوم نے آپ کے اس کام کی راہ میں رکاوٹ کھڑی کی اور آپ کو اس کھدائی سے منع کیا۔ یہاں تک کہ اس بے وقوف گروہ نے انہیں تکلیفیں اور ایذائیں پہنچائیں۔

قریش کی مخالفت کی بنیادی وجہ یہ تھی کہ زمزم کے کنوئیں کے مقام پر اساف اور نائلہ نامی دو بُت نصب تھے اور قریش اس بات کو کسی صورت میں پسند نہیں کرتے

تھے کہ اِن بُتوں کے درمیان کنوآں کھود دیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات کو اپنے عقیدے اور مذہب کا مسئلہ بنا کر جناب عبد المطلب کی مخالفت شروع کر دی۔ جناب عبد المطلب کے ہاں اُس وقت صرف ایک ہی صاحبزادہ حارث تھا۔ آپ اُسی کو لے کر کنوآں کھودنے میں مصروف رہے۔ زمین کھودتے کھودتے جب کنوئیں کے اوپر والا حصہ نظر آیا، تو دونوں باپ بیٹے نے خوشی سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر مزید کھدائی کرنے میں مصروف ہو گئے، یہاں تک کہ وہ دونوں ہرن کے طلائی مجسمے اور وہ اسلحہ وغیرہ برآمد ہو گیا۔ پھر آب زمزم بھی نکل آیا۔ تب اس کنوئیں کی کھدائی بند کر دی گئی۔ قریش نے جب ان باپ بیٹوں کی کامیابی اور قیمتی اشیاء کی دریافت کو دیکھا تو کہنے لگے کہ اس مال میں ہمارا بھی حق ہے۔ حضرت عبد المطلب نے یہ معاملہ مقابلہ کی بجائے قرعہ اندازی پر چھوڑ دیا۔ چنانچہ جب قرعہ ڈالا گیا، تو دونوں ہرن کعبہ کے نام نکلے اور زرہیں اور تلواریں وغیرہ اسلحہ حضرت عبد المطلب کے نام۔

جناب عبد المطلب نے زمزم کے کنوئیں کو کھود کر درست کر دیا۔ اُس وقت سے زمزم کا پانی ہی حاجیوں کے استعمال میں آنے لگا اور مکہ کے دوسرے کنوؤں کی ضرورت باقی نہ رہی۔

(سیرتِ رسولِ عربی ص ۳۶ - ۳۷، مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۱)

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا ایمان

نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنُصَلِّيْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَسُوْلِهِ الْمُصْطَفٰى، نُوْرِهِ الطَّيِّبِ الطَّاهِرِ الزَّاهِرِ الَّذِيْ نَزَّهَهٗ مِنْ كُلِّ رِجْسٍ وَّاَوْدَعَهُ اللّٰهُ فِيْ كُلِّ مُسْتَوْدَعٍ طَاهِرٍ طَيِّبٍ وَنَقَلَهٗ مِنْ طَيِّبٍ اِلٰى طَيِّبٍ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الْاَطْيَبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ ۝ اَمَّا بَعْدُ:

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كَلَامِهِ الْمَجِيْدِ وَالْفُرْقَانِ الْعَظِيْمِ ۝ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝[۲۱۷] الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ۝[۲۱۸] وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ۝[۲۱۹] (سورۃ الشعراء پ۱۹)

ترجمہ: "اس پر بھروسہ کرو جو عزت والا، مہر والا ہے جو تمہیں دیکھتا ہے جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں تمہارے دورے کو۔"

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے آباؤ اجداد لیتے ہیں۔ لہٰذا اس آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بھی بت گر یا بت کی پوجا کرنے والا کافر و مشرک نہ تھا، بلکہ سب کے سب اسلام پر تھے۔

حضرات گرامی! حضور پُرنور شافعِ یوم النشور سرکارِ دو عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین جو کہ حضور رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی اس دارِ فنا سے عالمِ بقا کی طرف رحلت فرما گئے تھے، اُن کے بارے میں اجماعِ امت یہ ہے کہ وہ اہلِ جنت میں سے ہیں اور بروزِ قیامت دوسرے مومنین کی طرح وہ بھی جنت میں اعلیٰ مقام پر متمکن ہوں گے۔

اہلِ سُنّت وجماعت کا عقیدہ

اہل سنت وجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ناجی یعنی جنتی ہیں۔ عقائدِ اہل سنت کی بہت اہم اور مشہور کتاب "شرح عقائد" میں درج ہے:

رُوِيَ بِاَسَانِيْدَ ضَعِيْفَةٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَعَا بِهٖ فَاَحْيَاهُ وَاٰمِنَةَ اُمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاٰمَنَا بِهٖ وَاخْتَارَ الْاِمَامُ الرَّازِيُّ اَنَّهُمَا مَاتَا عَلٰى مِلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَالْجَمْعُ اَنَّ الْاِحْيَاءَ كَرَامَةٌ لَهُمَا يُضَاعِفُ ثَوَابُهُمَا وَقَدْ اَلَّفَ الْحَافِظُ الْمُحَقِّقُ جَلَالُ الدِّيْنِ السُّيُوْطِيُّ رَسَائِلَ سِتًّا فِيْ اِثْبَاتِ اِيْمَانِهِمَا وَاِيْمَانِ جَمِيْعِ اٰبَاءِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلٰى اٰدَمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَتَبِعَهُ الْمُحَقِّقُوْنَ الْمُتَاَخِّرُوْنَ وَعَارَضَهٗ عَلِيُّ بْنُ سُلْطَانَ الْقَارِيْ بِرِسَالَةٍ فِيْ اِثْبَاتِ كُفْرِهِمَا فَرَاٰى اُسْتَاذُهُ ابْنُ حَجَرٍ مَكِّيٍّ فِيْ مَنَامِهٖ اَنَّ الْقَارِيْ سَقَطَ مِنْ سَقْفٍ فَانْكَسَرَتْ رِجْلُهٗ فَقِيْلَ هٰذَا جَزَاءُ اِهَانَةِ وَالِدَيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَوَقَعَ كَمَا رَاٰى وَمَنْ اَرَادَ كَشْفَ مُشْكِلَاتِ هٰذِهِ الْمَسْئَلَةِ فَلْيَنْظُرْ فِيْ رَسَائِلِ السُّيُوْطِيِّ۔ (نبراس شرح عقائد ص ۵۲۶)

ترجمہ: "اسنادِ ضعیفہ کے ساتھ روایت کیا گیا ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدِ گرامی کے حق میں دُعا کی، تو اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی اور حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کو زندہ فرما دیا اور وہ دونوں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایمان لا کر مسلمان ہو گئے۔ امام رازی علیہ الرحمہ کا مسلک یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ملتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ مختصر یہ کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کا زندہ کیا جانا اُنہیں عظمت عطا کرتے اور اُن کے اجر و ثواب کو دوگنا کرنے کے لیے تھا۔ حافظ و محقق جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کریمین اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت آدم علیہ السلام تک تمام آباء و اجداد کے ایمان کو ثابت کرنے کے لیے چھ رسالے تالیف کیے ہیں۔ بعد میں آنے والے محققین نے بھی اس مسئلے میں امام سیوطی کی پیروی کی ہے۔ شیخ علی بن سُلطان قاری نے اپنے رسالے میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو کافر ثابت کرنے کی کوشش کی تو اُن کے استاد علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ ملا علی قاری چھت سے گر پڑے ہیں اور اس کے نتیجہ میں اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کے اس خواب کی تعبیر میں کہا گیا کہ یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی توہین کرنے کی سزا ہے۔ پھر یہی واقعہ جو ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کے اُستادِ گرامی نے خواب میں دیکھا تھا، حقیقت کی دنیا میں سامنے آ گیا۔ جو شخص اس مسئلہ کی پیچیدگیوں کا حل تلاش کرنا چاہتا ہو، اُسے چاہیے کہ وہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے

اُن رسالوں کا مطالعہ کرے جو انہوں نے اس سلسلہ میں تالیف کیے ہیں (یہ رسالے علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف "الحاوی للفتاوی" جلد دوم۔ میں موجود ہیں۔")

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین صالحین تھے

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین نیک اور صالح لوگوں میں سے تھے اور اس کی گواہی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود اپنی زبانِ حق ترجمان سے دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ صرف اپنے والدین کریمین، بلکہ آدم علیہ السلام تک اپنے تمام آباؤ اجداد کی طہارت و پاکیزگی اور اُن کے نیک سیرت ہونے کی گواہی دی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الْكَرِيْمَةِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ حَتّٰى اَخْرَجَنِيْ مِنْ اَبَوَيَّ فَلَمْ يَلْتَقِيَا عَلٰى سِفَاحٍ قَطُّ۔

(الشفاء، ص ۸۴)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے ہمیشہ کرم والی پشتوں اور طہارت والے شکموں میں منتقل فرمایا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والدین سے پیدا ہوا اور وہ کبھی سفاحِ جاہلیت پر اکٹھے نہ ہوئے۔"

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ نیک سیرت، طیب و طاہر والدین کی پشتوں اور رحموں میں سفر طے کرتے رہے۔ ایک اور حدیث مبارک میں ارشاد ہوتا ہے،

لَمْ يَزَلِ اللّٰهُ يَنْقُلُنِيْ مِنَ الْاَصْلَابِ الطَّيِّبَةِ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَةِ مُصَفًّى مُهَذَّبًا لَا تَتَشَعَّبُ شُعْبَتَانِ اِلَّا كُنْتُ فِيْ خَيْرِهِمَا

(رواہ ابونعیم فی الدّلائل النبوۃ عن ابن عباس رضی اللہ عنھما)
(مطالع المسرّات ص ۳۰۲، الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۱۱،
الوفا، ص ۶۹)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاک اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں نقل فرماتا رہا۔ بڑے صاف ستھرے اور مہذّبانہ طریقے سے اور جب بھی ان کے دو گروہ بنے، میں ان دونوں میں سے بہتر گروہ میں ودیعت کیا گیا۔"

ایک اور حدیث پاک میں اس طرح آیا ہے:

"لَمْ اَزَلْ اَنْقُلُ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِيْنَ اِلٰى اَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ"
(رَوَاهُ اَبُوْنُعَيْمٍ فِي الدَّلَائِلِ النُّبُوَّةِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا)
(الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۲۱۰)

ترجمہ: "میں ہمیشہ پاک مردوں کی پشتوں سے پاک بیبیوں کے رحموں میں منتقل ہوتا رہا۔"

خلاصہ یہ کہ حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ہمیشہ نیک والدین کی پشتوں اور رحموں میں ہی رہے اور کبھی بھی خمیر مبارک بدسیرت اور بدکردار والدین کے ہاں نہیں رہا۔ سراپائے طہارت آقا صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد گرامی ہے:

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ مَا افْتَرَقَ النَّاسُ فِرْقَتَيْنِ اِلَّا جَعَلَنِيَ اللّٰهُ فِيْ خَيْرِهِمَا فَاُخْرِجْتُ مِنْ بَيْنِ اَبَوَيَّ فَلَمْ يُصِبْنِيْ شَيْءٌ مِنْ عَهْدِ الْجَاهِلِيَّةِ وَخَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ اَخْرُجْ مِنْ سِفَاحٍ مِنْ لَدُنْ اٰدَمَ حَتّٰى انْتَهَيْتُ اِلٰى اَبِيْ وَاُمِّيْ فَاَنَا خَيْرُكُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُكُمْ اَبًا
اَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الدَّلَائِلِ النُّبُوَّةِ۔

(الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۱۰)

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے جب بھی لوگوں کو دو گروہوں میں تقسیم کیا، مجھے اُن میں سے بہتر گروہ میں ودیعت فرمایا۔ چنانچہ میں آدم علیہ السلام تک اپنے والدین سے پیدا ہوا ہوں، مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی بُرائی نے نہ چھوا، اور میں سفاح سے پیدا نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ میں اپنے والد اور والدہ تک پہنچ گیا، لہٰذا میں شخصیت کے اعتبار سے بھی تم سے بہتر ہوں۔"

گزشتہ احادیث مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے سیدنا آدم علیہ السلام تک اپنے تمام آباؤ اجداد کے پاک و صاف طیّب و طاہر ہونے کی گواہی دی ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ (بے شک مشرک ناپاک اور نجس ہیں) اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے آباء و اجداد میں کوئی بھی مشرک نہ تھا، بلکہ تمام کے تمام موحّد یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے قائل و عامل تھے۔

مقام غور ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے جن پشتوں اور رحموں میں خمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم کو ودیعت کرنا تھا، وہ بھی پاک اور طیّب و طاہر منتخب ہوئیں، تو پھر وہ پشت اور رحم جن سے خمیر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم نے لبادہ بشریت اوڑھ کر جہانِ آب و گل میں ظہور فرمانا تھا، اُن کی طہارت و پاکیزگی اور نیک سیرتی کا کیا عالم ہوگا۔ یعنی حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدین گرامی باقی آباؤ اجداد (غیر انبیاء) کی نسبت زیادہ نیک اور طیّب و طاہر تھے۔ اور طیّب و طاہر لوگ فرمان خداوندی کے مطابق کامیاب و کامران لوگ ہیں اور مفلحین کا ٹھکانا جنّت ہے، جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۝ (سورۃ الاعلیٰ، پ ۳۰)

ترجمہ: "بے شک مُراد کو پہنچا جو ستھرا ہوا۔"

قَدْ اَفْلَحَ یعنی فلاح و کامیابی سے ہمکنار ہوگیا اور کامیاب لوگوں کا ٹھکانا جنّت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

Scanned with CamScanner

لَا يَسْتَوِىٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ (سورۃ الحشر۔ پارہ ۲۸)

ترجمہ: "دوزخ والے اور جنّت والے برابر نہیں، جنّت والے ہی مراد کو پہنچے"

یعنی اصحابِ نار اور اصحابِ جنّت آپس میں کیسے برابر ہو سکتے ہیں جبکہ اصحابِ نار دنیا کے امتحان میں ناکام ہونے والے اور اصحابِ جنّت دارِ فنا کے امتحان میں کامران و کامیاب ہونے والے لوگ ہیں۔ ناکام ہونے والے لوگوں کا ٹھکانا جہنّم اور کامیاب ہونے والوں کا مسکن جنّت ہے۔ حدیث پاک میں آتا ہے:

ترجمہ: "بے شک دنیا شیریں اور سرسبز و شاداب ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ ہمیں کام سونپنے والا ہے۔ پھر یہ دیکھنے والا ہے کہ تم کام کیسے کرتے ہو۔"

مراد یہ کہ یہ دنیا امتحان گاہ ہے اور اس امتحان میں پاس ہونے والے جنّتی اور فیل ہونے والے دوزخی ہیں، چونکہ حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے والدین کریمین مقبلین اور فائزین ہیں، اس لیے وہ جنّت کے حقدار ہیں اور وہ جنّت میں جائیں گے۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین خیر القرون ہیں

حضور سرورِ دو عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کریمین خیر القرون ہیں۔ قرون قرن کی جمع ہے۔ اس کے لغوی معنی بہت سے ہیں، جن میں ایک "زمانے کے لوگ" یا قوم یا ملّت بھی ہے، چنانچہ خیر القرون سے مراد تمام زمانوں کے لوگوں سے بہتر لوگ ہیں۔ مراد یہ ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کریمین اور آپ کے تمام آبا و اجداد حضرت آدم علیہ السلام تک اپنے اپنے زمانے کے لوگوں سے بہتر رہے ہیں سوائے انبیاء کرام کے، اس لیے کہ انبیاء کرام کا درجہ غیر انبیاء سے بہرحال بلند ہوتا ہے۔ حضور

رسولِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے والدین کریمین اور اپنے تمام آبائے کرام اور امّہات کی اس برتری کو بڑے واضح الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے:

بُعِثْتُ مِنْ خَيْرِ قُرُوْنِ بَنِىْ اٰدَمَ قَرْنًا فَقَرْنًا حَتّٰى كُنْتُ مِنَ الْقَرْنِ الَّذِىْ كُنْتُ مِنْهُ۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۵۰۳، مشکوٰۃ المصابیح ص ۵۱۱ باب فضل سید المرسلین، البدایۃ والنہایۃ ج ۲ ص ۲۵۶، الحاوی للفتاوٰی ج ۲ ص ۱۰۱)

ترجمہ: میں نسل در نسل بنی آدم کے بہترین لوگوں میں بھیجا گیا ہوں، یہاں تک کہ میں ان لوگوں تک پہنچا ہوں، جن میں میں اس وقت موجود ہوں۔"

وضاحت

اس حدیث مبارکہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں میں ہمیشہ بہترین لوگوں میں رہا۔ ایک سے دوسرے گروہ تک منتقل ہوتے ہوتے میں اپنے اس خاندان اور اپنے ان والدین کریمین تک پہنچا ہوں اور میرے خاندان والے باقی تمام انسانوں سے بہتر ہیں۔ جبکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین نے جس خاندان میں پیدا فرمایا ہے، وہ باقی تمام خاندانوں سے بہتر ہے، تو پھر اس خاندان کے وہ میاں بیوی جن کی گود میں رب تعالیٰ نے اپنے محبوب کو ڈالا، وہ خاندان کے باقی تمام لوگوں سے بہتر کیوں نہ ہوں گے۔ ایک اور حدیث مبارک میں رسولِ اعظم سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم ارشاد فرماتے ہیں:

اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ الْخَلْقَ فَجَعَلَنِىْ مِنْ خَيْرِ فِرَقِهِمْ وَخَيْرِ الْفَرِيْقَيْنِ ثُمَّ خَيَّرَ الْقَبَائِلَ فَجَعَلَنِىْ مِنْ خَيْرِ الْقَبِيْلَةِ ثُمَّ خَيَّرَ الْبُيُوْتَ فَجَعَلَنِىْ مِنْ خَيْرِ بُيُوْتِهِمْ فَاَنَا خَيْرُهُمْ نَفْسًا وَّخَيْرُهُمْ بَيْتًا ۔ هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ۔ (جامع الترمذی جلد ۲ ابواب المناقب)

Scanned with CamScanner

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے سب سے بہتر فرقے میں رکھا اور دو گروہوں کا انتخاب کیا، تو مجھے بہترین قبیلے میں کیا۔ پھر گھروں کو چُنا تو مجھے سب سے بہتر گھر میں رکھا۔ چنانچہ میں از رُوئے ذات اور گھر کے اُن سب سے بہتر ہوں۔"

وضاحت

اس حدیثِ مبارک میں بھی اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام آبا و اجداد اور والدین خیر القرون تھے اور اپنے وقت کے بہترین لوگ تھے۔ مسلم شریف میں ہے کہ رسولِ محتشم نبیِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

عَنْ وَاثِلَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ ۔ ۔ ۔ ۔ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِبْرَاهِيْمَ اِسْمَاعِيْلَ وَاصْطَفٰى مِنْ وُلْدِ اِسْمَاعِيْلَ بَنِيْ كِنَانَةَ وَاصْطَفٰى مِنْ بَنِيْ كِنَانَةَ قُرَيْشًا وَاصْطَفٰى مِنْ قُرَيْشٍ بَنِيْ هَاشِمٍ وَاصْطَفَانِيْ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ۔ (جامع الترمذی ج ۲ ابواب المناقب وصححہ ۔ ۔ ۔ صحیح مسلم شریف ج ۲، ص ۲۵۳)

ترجمہ: "بے شک اللہ تعالیٰ نے اولادِ ابراہیم علیہ السلام سے حضرت اسماعیل کو چنا اور اولادِ اسماعیل سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ سے قریش کا انتخاب کیا اور قریش سے بنی ہاشم کو اختیار کیا اور بنی ہاشم میں میرا انتخاب فرمایا۔"

خیر القرون مومن لوگ تھے

حضراتِ محترم! گزشتہ احادیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ حضور سرورِ عالم نبیِ مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے محترم والدین اور آپ کے تمام آبا و اجداد خیر القرون یعنی اپنے اپنے زمانے کے بہترین لوگ گزرے ہیں اور خیر القرون کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے بدسیرت، بدکردار، بد اعمال اور کفر و شرک سے بھرے ہوئے لوگوں کے

مقابلے میں نیک سیرت، اچھے کردار والے، اعمالِ حسنہ والے اور کفر و شرک والے عمل سے اجتناب کرنے والے ہوں۔ اور کفر و شرک سے اجتناب وہی کرتا ہے جو اللہ رب العزت کی ذات پر ایمان رکھتا ہے اور اس کی توحید و وحدانیت پر دل سے یقین رکھتا ہو۔ حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم سے مروی ہے کہ حضور نبیِ محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لَمْ يَزَلْ عَلٰى وَجْهِ الدَّهْرِ فِي الْاَرْضِ سَبْعَةٌ مُّسْلِمِيْنَ فَصَاعِدًا فَلَوْلَا ذٰلِكَ هَلَكَتِ الْاَرْضُ وَمَنْ عَلَيْهَا۔ اَخْرَجَهٗ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ — بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ

(الحاوی للفتاوی ج ۲، ص ۱۱۲)

ترجمہ: "ہر زمانے میں کم از کم سات مسلمان ضرور رہے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو زمین اور اہلِ زمین ہلاک ہو جاتے۔"

وضاحت

اس حدیثِ مبارکہ میں ہر زمانے کے خیر القرن کا تذکرہ ہے۔ ہر زمانے کے یہ کم از کم سات مسلمان اپنے زمانے کے بہترین لوگ ہوتے تھے اور ان کے بارے میں یہ صراحت موجود ہے کہ یہ مسلمان ہوتے تھے۔ مسلمان کے ہوتے ہوئے کسی کافر کو خیر القرن ہونے کا اعزاز حاصل نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ مسلمان بہرصورت بارگاہِ خداوندی میں کافروں سے بہتر ہی ہوتا ہے اور اس بات کا فیصلہ خود خدائے ذوالجلال نے قرآنِ حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ۔

(سورۃ البقرۃ - آیت ۲۲۱، پ ۲)

ترجمہ: "اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے۔ اگرچہ وہ (مشرک) تمہیں بھاتا ہو۔"

Scanned with CamScanner

یعنی ایک مُسلمان غلام، مُشرک سے بہتر ہے۔ مشرک اپنے زمانے کا چاہے جتنا بڑا آدمی ہی کیوں نہ ہو، وہ بارگاہِ خداوندی میں ایک مسلمان غلام سے بھی کمتر اور حقیر ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ یہ مُسْلِمِیْنَ فَصَاعِدًا (جن کی برکت سے زمین اور اہلِ زمین ہلاکت سے محفوظ رہے ہیں۔ خیر القرون یہی لوگ ہیں اور حضور نبیِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا خمیرِ مبارک جن خیر القرون لوگوں میں رہا، وہ اسی گروہ کے لوگ تھے اور ان لوگوں میں زمین اور اہلِ زمین کو ہلاکت سے بچانے والی برکت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خمیرِ مبارک کی برکت سے پیدا ہوتی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روحِ کائنات ہیں، لہٰذا جب ہر زمانے میں رُوحِ کائنات، کائنات میں موجود رہی تو یہ کائنات، یہ زمین اور اس زمین پر بسنے والے ہلاکت کا شکار کیسے ہوسکتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا۔ ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو!

جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے

ایک دوسری حدیثِ صحیح میں بھی ان خیر القرون لوگوں کا تذکرہ ملتا ہے اور اس حدیث پاک کے راوی سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

مَا خَلَتِ الْاَرْضُ مِنْ بَعْدِ نُوْحٍ مِنْ سَبْعَةٍ يَدْفَعُ اللّٰهُ بِهِمْ عَنْ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ اَخْرَجَهُ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ فِي الزُّهْدِ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْهُمَا (الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۱۲)

ترجمہ "حضرت نوح علیہ السلام کے بعد، زمین کبھی بھی سات بندگانِ خدا سے خالی نہ ہوئی، جن کے سبب اللہ تعالیٰ اہلِ زمین سے عذاب دفع فرماتا ہے۔"

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اپنی تالیف "الزہد" میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا،

لَمْ يَزَلْ بَعْدَ نُوْحٍ فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ عَشَرَ يُدْفَعُ بِهِمُ الْعَذَابُ۔ (الحاوی الصاوی (عربی) ص ۲۱۲)

ترجمہ "حضرت نوح علیہ السلام کے بعد چودہ بندے ہمیشہ ایسے رہے، جن کے باعث عذابِ الٰہی ٹلا رہا۔"

ان احادیثِ مبارکہ سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قرن و طبقہ میں بندگانِ صالحین کی ایک جماعت ضرور رہی اور یہ نیک لوگ مسلمان ہوتے تھے اور ان کی عظمت یہ تھی کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ اہلِ زمین کو اپنے قہر و غضب سے محفوظ رکھتا تھا اور صحیح بخاری کی حدیث سے ثابت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد ہر زمانہ و ہر قرن میں خیر القرون تھے اور قرآن کہتا ہے کہ کافر اپنے حسب و نسب کے اعتبار سے چاہے جتنا بھی شریف القوم ہو، وہ کسی غلام مسلمان سے خیر اور بہتر نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین انہیں مومن، مسلمان اور مقبولِ بارگاہِ خداوندی لوگوں میں سے تھے۔

بخاری، مسلم، ترمذی و دیگر کتب کی ان احادیث سے ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین خیر القرون میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

والدینِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرّف باسلام ہونا

حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے ہی اس دارِ فنا کو چھوڑ کر دارِ بقا کی طرف منتقل ہو گئے تھے۔ حضور

نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی بعثت سے پہلے کے صالحین توحیدِ باری تعالیٰ کے قائل و عامل تھے، وہ ربّ العزّت کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے اور حضور سرکارِ دو عالم رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم ان موحدوں یعنی اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان رکھنے والوں کی بھی شفاعت فرمائیں گے، جن تک کسی نبی کا پیغام رسالت نہیں پہنچا اور وہ لوگ حضور سرورِ دو عالم کی شفاعت سے جنّت میں جائیں گے، جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم رحمتِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم ہم غریبوں کے غمگسار، شفیعِ روزِ شمار ہماری شفاعت بار بار فرمائیں گے۔ یہاں تک کہ تمام اہلِ ایمان حضور علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی شفاعت سے جنّت کے حقدار ہو جائیں گے۔ پھر حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن لوگوں کی شفاعت فرمائیں گے، جن کے پاس توحیدِ خداوندی پر ایمان کے علاوہ کوئی نیکی نہ ہوگی۔ حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم انکی شفاعت کی خاطر پھر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ حق تعالیٰ کی جانب سے حکم ہوگا:

يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ وَسَلْ تُعْطَهْ

(بخاری شریف ج ۱، ص ۷۰۴)۔

ترجمہ: "اے پیارے محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنا سر اُٹھاؤ اور عرض کرو، تمہاری عرض سُنی جائے گی اور مانگو تمہارا سوال پورا کیا جائے گا اور شفاعت کرو کہ تمہاری شفاعت قبول ہوگی۔"

حضور رحمۃ للعالمین، سردارِ شافعین صلّی اللہ علیہ وسلّم بارگاہِ ایزدی میں گزارش پیش فرمائیں گے:

يَا رَبِّ ائْذَنْ لِي فِيمَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (بخاری شریف ج ۱، ص ۷۴)

ترجمہ: "اے پروردگار! مجھے ان کے بارے میں شفاعت کی اجازت عطا فرما، جنہوں نے صرف لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے

اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے ارشاد فرمائے گا:

وَعِزَّتِي وَجَلَالِي وَكِبْرِيَائِي وَعَظَمَتِي لَاُخْرِجَنَّ مِنْهَا مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (بخاری شریف ج ۱، ص ۴۷)

ترجمہ: "اے محبوب! (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم) مجھے اپنی عزت و جلال اور اپنی عظمت و کبریائی کی قسم! میں ان سب کو ضرور جہنّم سے نکال لوں گا جنہوں نے لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہا ہے۔"

اس حدیث مبارک کو شیخین نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

محترم حضرات! اگر صرف اتنا تسلیم کر لیا جائے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے والدین موحّد تھے تو بھی یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ وہ باقی اہلِ ایمان کے بعد جنّت میں داخل ہو جائیں گے، لیکن سرکارِ دو عالم شفیعِ اعظم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ کہاں گوارا تھا کہ باقی لوگ تو جنّت میں جا رہے ہوں اور اُن کے پیارے والدِ محترم اور پیاری امّی جان انتظار میں کھڑے ہوں اور اہلِ اسلام کے بعد اپنی باری آنے کا انتظار فرما رہے ہوں، لہٰذا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے بارگاہِ ایزدی میں عرض گزاری کہ اے مولیٰ کریم! اپنا فضل وکرم فرما اور میرے والدین کو میری خاطر دوبارہ زندہ فرما دے تاکہ میں انہیں کلمہ پڑھا کر اہلِ اسلام کی صف میں کھڑا کر دوں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

حَجَّ بِنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَجَّةَ الْوَدَاعِ فَمَرَّ بِي عَلٰى عُقْبَةِ الْحَجُوْنِ وَهُوَ بَاكٍ حَزِيْنٌ مُغْتَمٌّ فَنَزَلَ فَمَكَثَ عَنِّي طَوِيْلًا ثُمَّ عَادَ اِلَيَّ وَهُوَ فَرِحٌ مُتَبَسِّمٌ فَقُلْتُ لَهٗ فَقَالَ ذَهَبْتُ لِقَبْرِ اُمِّي فَسَأَلْتُ اللّٰهَ اَنْ يُحْيِيَهَا فَاَحْيَاهَا فَاٰمَنَتْ بِي وَرَدَّهَا اللّٰهُ۔ (رواہ دارقطنی وابن عساکر فی "غرائب مالک" ابن

شاهین فی "الناسخ والمنسوخ" والخطیب البغدادی فی "السابق واللاحق"
(الحاوی للفتاوٰی ص ۲۳۰)

ترجمہ: "رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ساتھ حجۃ الوداع فرمایا۔ پھر ہم حاجیوں کے ہمراہ مقام عقبہ سے گزرے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رونا شروع کر دیا۔ بڑے حُزن وغم میں مبتلا ہو گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے کافی دیر تک غائب رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب تشریف لائے تو بہت خوش تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔ میرے پوچھنے پر سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں اپنی امی جان کی قبر پر گیا تھا، پھر میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے مولا! انہیں زندہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا۔ میری والدہ محترمہ مجھ پر ایمان لے آئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ (عالمِ برزخ کی طرف) لوٹا دیا۔"

محدثین کرام کا اس حدیثِ مبارک کے بارے میں اتفاق ہے کہ یہ ضعیف حدیث ہے۔ بعض لوگوں نے اسے موضوع حدیث قرار دیا ہے، لیکن صحیح یہی ہے کہ یہ ضعیف ہے، موضوع نہیں، کیونکہ اس کے مشابہ کئی اور حدیثیں بھی موجود ہیں جو اس کے حدیث ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہیں، مثلاً علامہ سہیلی نے اپنی کتاب "الروض الانف" میں حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہی ایک حدیث پاک نقل کی ہے جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے احیاء کا تذکرہ ہے۔ حدیثِ مبارک کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهَا اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَ رَبَّهٗ اَنْ يُّحْيِيَ اَبَوَيْهِ فَاَحْيَاهُمَا لَهٗ فَاٰمَنَا بِهٖ ثُمَّ اَمَاتَهُمَا۔ (الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۳۰)

ترجمہ: "حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں عرض کی کہ اے مولا کریم! میرے والدین کو زندہ فرما دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس عرض کو قبول فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کو دوبارہ زندہ کر دیا۔ اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کلمہ پڑھا اور دائرۂ اسلام میں داخل ہو گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی۔"

اس حدیث مبارک کی اسناد کے بارے میں علامہ سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے بعض راوی مجہول ہیں۔

حضراتِ گرامی! ان احادیثِ مبارکہ میں اس بات کا واضح بیان ہے کہ حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کریم والدین کو کلمہ طیبہ پڑھا کر دائرۂ اسلام میں داخل کیا اور انہیں اس بات کا حقدار بنا دیا کہ وہ جنت میں جانے والے پہلے گروہ میں شامل ہو جائیں۔

اِحیاءِ مَوتیٰ خلافِ عقل و شرع نہیں

مُردوں کو زندہ کرنا خلافِ عقل ہے نہ خلافِ شرع، کیونکہ یہ ممکنات میں سے ہے کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کو بعد از وصال دوبارہ باذن اللہ زندہ کیا، اور انہیں کلمہ طیبہ پڑھایا ہو۔ اس ضمن میں علامہ ناصر الدین بن منیر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قَدْ وَقَعَ لِنَبِيِّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْيَاءُ الْمَوْتٰى نَظِيْرَ مَا وَقَعَ لِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ۔ (کتاب المقتفٰی فی شرف المصطفٰی۔ الحاوی ص ۲۳۰)

ترجمہ: "یہ حقیقت ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو زندہ فرمایا، اور یہ ممکن ہے، بالکل اسی طرح جیسے حضرت سیدنا عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام سے ممکن ہے۔"

Scanned with CamScanner

اسی بحث کو علامہ قرطبی اسی طرح بیان کرتے ہیں ؛

وَلَيْسَ إِحْيَاءُهُمَا وَإِيْمَانُهُمَا بِهٖ يَمْتَنِعُ عَقْلًا وَلَا شَرْعًا فَقَدْ وَرَدَ فِي الْقُرْآنِ إِحْيَاءُ قَتِيْلِ بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ وَإِخْبَارُهٗ بِقَاتِلِهٖ وَكَانَ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يُحْيِي الْمَوْتٰى وَكَذٰلِكَ نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَحْيَا اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ جَمَاعَةً مِنَ الْمَوْتٰى، قَالَ: وَإِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَمَا يَمْتَنِعُ مِنْ إِيْمَانِهِمَا بَعْدَ إِحْيَائِهِمَا زِيَادَةُ كَرَامَةٍ فِيْ فَضِيْلَتِهٖ۔

(الحاوی للفتاوی ج ۲- ص ۲۳۰)

ترجمہ: "رسولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کا زندہ کیا جانا اور اُن کا حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانا خلافِ عقل و شرع نہیں ہے اس لیے کہ قرآنِ حکیم میں بنی اسرائیل کے مقتول کے زندہ کیے جانے اور اس کا اپنے قاتل کے بارے میں خبر دینے کا واقعہ وارد ہوا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السّلام نے مُردوں کو زندہ کیا اور اسی طرح ہمارے نبی کریم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے مُردوں کی جماعت کو زندہ فرمایا۔ پھر علامہ قرطبی کہتے ہیں، جب یہ سب کچھ ثابت ہے تو اس میں کیا چیز مانع ہے کہ حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کریمین اپنے زندہ کیے جانے کے بعد ایمان لے آئیں، اس سے تو حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی عظمت اور فضیلت میں اضافہ ہی ہوتا ہے۔"

متردّد کو غیبی تنبیہ

امامِ اہلِ سُنّت، اعلیٰ حضرت مولانا الشّاہ محمّد احمد رضا خاں بریلوی قدس سرّہ العزیز

اپنے رسالہ "والدینِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم" میں تحریر فرماتے ہیں کہ سید شریف مصری نے اپنی کتاب "عِبْرَةٌ فَاخِرَةٌ" میں "حواشی دُرّ" کے حوالے سے ایک عالمِ دین کا واقعہ بیان کیا ہے؛

ایک عالمِ دین رات بھر مسئلہ ابوین کریمین رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں متفکر رہے کہ کیونکر تطبیقِ اقوال ہو، اسی فکر میں چراغ پر جھک گئے کہ بدن جل گیا۔ صبح ایک لشکری آیا کہ میرے یہاں آپ کی دعوت ہے۔ راہ میں ایک ترہ فروش ملے کہ اپنی دکان کے آگے باٹ ترازو لیے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے اُٹھ کر اس عالمِ دین کے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور یہ اشعار پڑھے

اٰمَنْتُ اَنَّ اَبَا النَّبِيِّ وَ اُمَّهٗ	اَحْيَاهُمَا الْحَيُّ الْقَدِيْرُ الْبَارِيْ
حَتّٰى لَقَدْ شَهِدَا لَهٗ بِرِسَالَةٍ	صَدِّقْ فَذَاكَ كَرَامَةُ الْمُخْتَارِ
وَبِهِ الْحَدِيْثُ وَمَنْ يَّقُوْلُ بِضُعْفِهٖ	فَهُوَ الضَّعِيْفُ عَنِ الْحَقِيْقَةِ عَارِ

ترجمہ: "میں ایمان لایا کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدینِ گرامی کو اسی زندۂ ابدی قادرِ مطلق خالق جلّ جلالہٗ نے زندہ کیا، یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی پیغمبری کی گواہی دی۔ اے شخص! اس بات کی تصدیق کر کہ یہ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے اعزاز کے واسطے ہے اور اس ضمن میں حدیث وارد ہوئی ہے جو اسے ضعیف بتائے، وہ آپ ہی ضعیف ہے اور علمِ حقیقت سے بالکل خالی ہے۔" (والدینِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم ص ۳۷، مصنفہ احمد رضا خاں بریلوی)

یہ اشعار سُنا کر اُس عالمِ دین سے فرمایا: انہیں لے اور نہ رات جاگ اور نہ اپنی جان کو فکر میں ڈال کہ چراغ جلا ڈالے۔ ہاں جہاں جا رہا ہے، وہاں نہ جانا کہ لقمۂ حرام کھانے میں ملے گا۔ اُن کے اس فرمانے سے وہ عالم بے خود ہو کر رہ گئے، پھر انہیں تلاش کیا، لیکن وہ نہ مل سکے، دکانداروں سے پوچھا، کسی نے نہ پہچانا۔ سب بازار والے یہ کہنے لگے کہ یہاں کوئی شخص بیٹھتا ہی نہیں، وہ عالمِ دین، اُس عالمِ ربّانی، ہادیٔ غیب کی ہدایت سُن کر اپنے مکان پر واپس آگئے اور اُس لشکری کے ساتھ نہ گئے۔

(والدینِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم، ص ۳۷ - ۳۸)

حضراتِ محترم! ایک عالمِ دین، نبی پاک صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدین کے جنّتی ہونے

Scanned with CamScanner

کے متعلق شکوک و شبہات کا شکار ہو رہے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے عالمِ غیب سے اپنے ایک ولی کے ذریعے اُن کو تنبیہ کر دی۔ ہمیں تو اور بھی احتیاط سے کام لینا چاہیے، اس لیے کہ نبی پاک صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کے متعلق ایسی توہین آمیز باتیں کرکے ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچاتے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانے کا نتیجہ جہنم کی بھڑکتی آگ ہے۔ طبری کی ایک حدیث پاک میں رسولِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "مُردوں کو بُرا کہہ کر زندوں کو ایذا نہ پہنچاؤ" حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں اور ہمارے تمام کاموں اور ہماری تمام باتوں کی ان کو خبر ہو جاتی ہے اور قرآنِ حکیم میں ارشادِ خداوندی ہے: وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ (سورۂ توبہ، آیت ۶۱، پ ۹)

ترجمہ: "اور جو رسول اللہ کو ایذا دیتے ہیں، اُن کیلئے دردناک عذاب ہے۔"

لہٰذا نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے والدین کو جہنمی کہنا اور اس پر دلیلیں پیش کرنا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا پہنچانا ہی ہے اور اس فعلِ بد کا انجام عذابِ الیم ہے۔ ——— اس لیے ہمیں ایسا گمان بھی اپنے دل و دماغ میں نہیں لانا چاہیے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایمانی کلمات

حضرت امِ سماعہ یعنی اسماء بنت ابی رُہم اپنی والدہ سے بیان کرتی ہیں کہ جب سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ کا وقتِ نزع قریب آیا، اس وقت میری والدہ بھی اُن کے پاس موجود تھیں۔ وصال کے وقت پانچ سالہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی والدۂ محترمہ کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدۂ محترمہ نے اپنے پیارے اور لاڈلے نورِ نظر کی جانب شفقت و محبت بھری نگاہ سے دیکھا اور یہ اشعار پڑھے

بَارَكَ فِيْكَ اللّٰهُ مِنْ غُلَامٍ — يَا ابْنَ الَّذِيْ مِنْ حَوْمَةِ الْحِمَامِ
نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمُنْعَامِ — فُوْدِيَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ
بِمِائَةٍ مِّنْ إِبِلٍ سَوَامِ — إِنْ صَحَّ مَا أَبْصَرْتُ فِي الْمَنَامِ
فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الْأَنَامِ — مِنْ عِنْدِ ذِي الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ
تُبْعَثُ فِي الْحِلِّ وَفِي الْحَرَامِ — تُبْعَثُ بِالتَّحْقِيْقِ وَالْإِسْلَامِ
دِيْنُ أَبِيْكَ الْبَرِّ إِبْرَاهَامِ — فَاللّٰهُ أَنْهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ
أَنْ لَا تُوَالِيْهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

ترجمہ: اللہ تجھے برکت دے، اے اُس باپ کے فرزند جو انعام و اکرام کرنے والے شہنشاہ کی مدد سے موت کے شکنجے سے بچ نکلا تھا اور جس صبح قرعہ ڈالا گیا تھا، اُسی صبح سو تندرست و توانا اُونٹ اُس کے فدیے کے طور پر دیئے گئے تھے۔ میں نے خواب میں جو کچھ دیکھا، اگر وہ درست ہے تو پھر تجھے اللہ عزّوجلّ لوگوں کی طرف رسول بنا کر بھیجے گا۔ تجھے سارے جہان کی طرف رسول بنایا جائے گا۔ تجھے حق گوئی اور دینِ اسلام یعنی تیرے نیک جدِّ امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی نعمت سے مالا مال کر کے بھیجا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے بتوں اور لوگوں کے ساتھ مل کر بتوں کی نگرانی کرنے سے روک دیا ہے۔" (الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۲۲)

اس کے بعد فرمانے لگیں:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ وَكُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنٰى وَأَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِيْ بَاقٍ وَقَدْ تَرَكْتُ خَيْرًا وَوَلَدْتُ طُهْرًا۔

(دلائل النبوۃ للامام ابو نعیم بطریق محمد بن شہاب الزہری ۔۔۔۔۔ الحاوی للفتاوٰی ج ۲، ص ۲۲۲)

ترجمہ "ہر زندہ کو مرنا ہے اور نئی چیز کو پرانا ہونا ہے اور ہر بڑے کے لیے فنا ہے۔ میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر رہی ہوں، لیکن میری یاد ہمیشہ تازہ رہے گی، اس لیے کہ میں یقیناً ایک خیرِ عظیم یعنی بھلائی چھوڑ کر جا رہی ہوں اور میں نے کیسے ستھرے پاکیزہ کو جنم دیا ہے۔"

حضرت سماعہ کی والدہ فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا یہ کلمات فرمانے کے بعد راہِ عدم کی جانب کوچ فرما گئیں۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی اِبْنِہَا الْکَرِیْمِ الرَّحِیْمِ وَذُرِّیَّتِہٖ وَبَارَکَ وَسَلَّمَ۔

حضراتِ محترم! حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کی یہ ایمانی فراست اور آپ کی یہ نورانی پیشین گوئی قابلِ توجہ ہے کہ میں اس جہان سے کوچ کر رہی ہوں اور میرے جانے کے بعد میرا ذکرِ خیر ہمیشہ باقی رہے گا۔ دنیا میں ہزاروں عورتیں، کروڑوں خواتین اپنے دور میں عظمت کے بلند میناروں کو چھوئیں گی لیکن جب وہ اس دنیا سے کوچ کر جائیں گی، تو اُن کا ذکر بھی صفحۂ ہستی سے مٹ جائے گا پھر اُنہیں جاننے والا کوئی نہیں ہوگا، لیکن میری مبارک یاد دُنیا اور اہلِ دنیا کے دل و دماغ میں رس بس جائے گی اور قیامت تک مشرق و مغرب میں اپنی محفلوں میں میرا ذکرِ خیر کرتے رہیں گے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کی یہ پیشین گوئی کتنی سچی ہے اور آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے اشعار میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے ایمانی کردار کی جھلک صاف اور واضح نظر آتی ہے۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ گرامی کا کلام

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے ان اشعار کو علامہ صلاح الدین صفدری نے اپنے "تذکرہ" میں نقل کیا ہے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ؎

لَقَدْ حَکَمَ السَّادُوْنَ فِیْ کُلِّ بَلْدَۃٍ ۔۔۔ بِاَنَّ لَنَا فَضْلًا عَلٰی سَادَۃِ الْاَرْضِ
وَاَنَّ اَبِیْ ذُوالْمَجْدِ وَالسُّؤْدَدِ الَّذِیْ ۔۔۔ یُشَارُ بِہٖ مَا بَیْنَ نَشْزٍ اِلٰی خَفْضٍ
وَجَدِّیْ وَاٰبَاءٌ لَّہٗ اَثَّلُوا الْعُلَا ۔۔۔ قَدِیْمًا بِطِیْبِ الْعِرْقِ وَالْحَسَبِ الْمَحْضِ

(الحاوی الفتاوی ج ۲، ص ۳۳۳)

ترجمہ: "ہمارے خاندان کے لوگ جس شہر میں بھی جاتے ہیں، وہاں کے سردار بن جاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں زمین کے تمام سرداروں پر سرداری حاصل ہے۔ اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ میرے والدِ گرامی کی بزرگی اور سرداری کا چھوٹے بڑے لوگ اعتراف کرتے ہیں اور میرے والدِ گرامی کے آباؤ اجداد بہت عظمتوں والے ہمیشہ سے پاکیزہ اور خالص حسب نسب والے ہیں۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے کفر پر مخالفین کی دلیل

مخالفین حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فی النّار کہتے ہیں اور اس پر اپنے دلائل پیش کرتے ہیں اور جس حدیثِ مبارکہ کو اپنے لیے سب سے بڑی حجت قرار دیتے ہیں، وہ یہ ہے:

وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّهٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَهٗ فَقَالَ اِسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَهَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُهٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَهَا فَاُذِنَ لِیْ۔

(صحیح مسلم ج ۱ باب زیارۃ القبور ص ۳۳۴ / مشکوٰۃ شریف ص ۱۵۴، باب زیارۃ القبور)

ترجمہ: "سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی، پھر خود بھی روئے اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو بھی رُلایا، پھر ارشاد فرمایا، میں نے اپنے پروردگار سے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت مانگی، تو وہ مجھے نہ ملی اور میں نے اُن کی قبر کی اجازت طلب کی تو مجھے اجازت مل گئی۔"

مخالفین اس حدیث مبارکہ سے استدلال کرتے ہیں کہ ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ مسلمان نہ تھیں، اسی لیے استغفار کی اجازت نہ ملی ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجازت ضرور مل جاتی۔

دلیل مخالف کا رد اور اثبات ایمان

مسلم شریف کی اس حدیث کے علماء اکابرین اور خصوصًا علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے جواب پیش کیے ہیں۔ اُن میں سے ایک اہم جواب یہ ہے کہ اس حدیث مبارک سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا کفر و شرک کی بجائے اُن کا ایمان دار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے مسلمان ہونے کے تین ثبوت ملتے ہیں،

پہلا ثبوت

اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں اور مشرکوں کے لیے استغفار کرنے سے سختی سے منع فرمایا ہے

ارشادِ باری تعالیٰ ہے،

وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ (پ ۱۰، سورۂ توبہ - آیت ۸۴)

ترجمہ: "اور اُن میں سے کسی کی میت پر کبھی نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر کھڑے ہونا، بے شک وہ اللہ اور رسول کے مُنکر ہوئے اور فسق ہی میں مر گئے۔"

اللہ تبارک و تعالیٰ کا کافروں کے بارے میں یہ ارشاد بھی ہے،

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِیْنَ مَرَّةً فَلَنْ یَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۔ (پ ۱۰، سورۂ توبہ، آیت ۸۰)

ترجمہ: "تم اُن کی معافی چاہو یا نہ چاہو۔ اگر تم ستر بار اُن کی معافی چاہو گے تو اللہ ہرگز انہیں نہیں بخشے گا، یہ اس لیے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے منکر ہوئے۔"

اِن آیاتِ مبارکہ میں کفار و مشرکین کے بارے میں استغفار کی نہی وارد ہو چکی تھی، جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی والدہ کے لیے استغفار کرنے کی اجازت طلب کی تھی۔ اگر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مشرکہ کافرہ تھیں، تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کبھی بھی اُن کے لیے استغفار کی اجازت نہ مانگتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس فعل سے منع فرما چکا تھا اور یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں کہ وہ حکمِ خداوندی کی خلاف ورزی فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استغفار کی اجازت مانگنا اس بات کی دلیل ہے

کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ مومنہ ومسلمہ تھیں اور ان کا انتقال ایمان واسلام کے ساتھ ہوا تھا، جیسا کہ اُن کے ایمانی اشعار میں واضح ہے۔

دوسرا ثبوت حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہِ خداوندی سے کسی محال چیز کو طلب نہیں فرماتے، بلکہ وہی چیز طلب فرماتے ہیں جس کے ساتھ اُن کا پروردگار راضی ہوتا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے ناپسندیدہ فعل کی اجازت نہیں مانگتے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اپنی والدہ کے لیے استغفار کیا وہ اُن کے اہلِ توحید و اہلِ ایمان ہونے کی وجہ سے تھا۔

تیسرا ثبوت اللہ رب العزت کا قرآنِ حکیم میں واضح الفاظ میں ارشاد ہے،
وَلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِهٖ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ - (پ ۱۰، سورۂ توبہ - آیت ۸۴)

ترجمہ: "اور نہ اُس کی قبر پر کھڑے ہونا بے شک وہ اللہ اور رسول سے منکر ہوئے۔"

قرآنِ حکیم کی یہ آیتِ مبارکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے والدہ کے بارے میں استغفار طلب کرنے سے پہلے نازل ہو چکی تھی۔ حضور سرورِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی بارگاہِ الٰہی سے اجازت طلب کی تو اللہ کے نزدیک اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ مشرکہ کافرہ تھیں تو اللہ تعالیٰ نے حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی اجازت کیوں مرحمت فرمائی؟ جبکہ اللہ تعالیٰ نے قرآنِ حکیم میں ایک طرف یہ ارشاد فرمایا ہے،

لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمَاتِ اللّٰهِ (پ ۱۱، سورۃ یونس، آیت ۶۴)

ترجمہ: "اللہ کی باتیں بدل نہیں سکتیں۔"

اس سے ثابت ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ اللہ تعالیٰ کے اس حکمِ نہی کے دائرہ میں نہیں آتیں، اس لیے رب العالمین نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کو اپنی والدہ محترمہ کی قبرِ اطہر کی زیارت کرنے کی اجازت مرحمت فرمادی۔

مختصر یہ کہ مخالفین تو اس حدیث مبارک کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے فی النار ہونے کے ثبوت میں حجت بناتے ہیں، لیکن حقیقت میں یہ حدیثِ مبارکہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے موحدہ (اہلِ ایمان) ہونے کا ثبوت پیش کرتی ہے اور مخالف کو اس حدیثِ مبارک سے کوئی فائدہ نہ پہنچا۔

اِن دلائل کے علاوہ مخالفین کے دیگر دلائل اتنے کمزور اور ضعیف ہیں کہ اُن پر بحث کرنا وقت کا ضیاع ہے۔

حضراتِ گرامی! وہ لوگ جو حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارے میں زبان درازی کرتے ہیں، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا،

لَا تُؤْذُوا الْاَحْيَاءَ بِسَبَبِ الْاَمْوَاتِ -

(طبرانی شریف، الحاوی للفتاویٰ ج ۲ ص ۲۳۱، بحوالہ الروض الانف للسہیلی)

ترجمہ: "تم مرنے والوں کے ذریعے زندہ لوگوں کو ایذا نہ پہنچاؤ۔"

اور اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشادِ گرامی ہے،

اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝

(پ ۲۲، سورۃ الاحزاب: آیت ۵۷)

ترجمہ: "بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو، اُن پر اللہ کی لعنت ہے دُنیا اور آخرت میں، اور اللہ نے اُن کے لیے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔"

Scanned with CamScanner

قاضی ابوبکر ابن العربی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ

حضرت قاضی ابوبکر المعروف ابن العربی مسلکِ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ایک بہت بڑے مفتی گزرے ہیں، اُن سے کسی شخص نے فتویٰ دریافت کیا کہ آپ اُس شخص کے بارے میں کیا فتویٰ دیتے ہیں، جو یہ کہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین (معاذاللہ) دوزخی ہیں - قاضی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا،

فَھُوَ مَلْعُوْنٌ بِقَوْلِہٖ تَعَالٰی، اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ (جواہر البحار جلد ۲، ص ۲۲۷)

ترجمہ: "وہ آدمی لعنتی ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول کی بنا پر: بے شک جو ایذا دیتے ہیں اللہ اور اُس کے رسول کو، اُن پر اللہ کی لعنت ہے دنیا اور آخرت میں"

یعنی وہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشادِ گرامی کے مطابق لعنتی ہے اور پھر فرمانے لگے کہ اس سے بڑھ کر ایذا اور کونسی ہو سکتی ہے کہ حضور پُر نور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کو جہنمی کہا جائے۔

تروتازہ جسدِ اطہر

آج سے تیرہ سال قبل مسجدِ نبوی کی مزید توسیع کے لیے اس کے گردو نواح کی زمین کو ہموار کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ اس سلسلہ میں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ محترم کا جسدِ اطہر تروتازہ حالت میں قبرِ انور کے اندر موجود پایا گیا۔ یہ خبر دنیا بھر کے اخبارات میں شائع ہوئی۔ پاکستان میں بھی اخبارات نے اس خبر کو شائع کیا۔ ملاحظہ فرمائیں ۱۲ر جنوری ۱۹۷۸ء کی "نوائے وقت" اخبار۔

محترم حضرات! غور فرمائیں کہ جن کا جسدِ مبارک ۱۵ سو سال گزرنے کے باوجود محفوظ و مامون اور کفن بھی بوسیدہ نہیں ہوا، اُن کے جنتی ہونے میں بھلا

شک و شبہ کی کوئی گنجائش رہ سکتی ہے؟

اس پر اگر کوئی بختوں کا مارا ہوا یہ اعتراض کرنے بیٹھ جائے کہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کی قبر تو مدینہ منورہ میں ثابت ہی نہیں، تو اُس کے لیے یہی جواب کافی ہے کہ اس توسیعِ مسجدِ نبوی کے پروگرام سے قبل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدِ ماجد کی قبرِ انور مسجدِ نبوی کے قریب موجود تھی، اس پر باقاعدہ طور پر ایک حجرہ بھی موجود تھا اور اُس حجرہ کے باہر سُلطان محمود غزنوی کا نصب کردہ ایک قطعہ بھی موجود تھا، جس پر لکھا ہوا تھا،

"اے صاحبِ قبر! آپ کے حضور کمینہ محمود کھڑا ہے۔ آپ اپنے بیٹے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کر دیں تاکہ میری بخشش ہو جائے۔ عبداللہ کے نام والے یوں تو لاکھوں ہوں گے لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا والد کہلانے کا حق صرف آپ ہی کو حاصل ہے۔"

لہٰذا اِن زبان دراز مخالفین کو چاہیے کہ وہ اپنی گندی زبان کو لگام دیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے متعلق کلماتِ بد کہنے سے پرہیز کریں۔ اگر ان کے دامنِ دل عشقِ رسول اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عقیدت و محبت سے خالی ہیں اور انہیں دینِ اسلام اور ان نورانی اور ایمانی حقائق کو سمجھنے کی توفیق نہیں ملی، تو کم از کم اپنی زبانوں کو لگام دے کر بارگاہِ الٰہی میں ملعون ہونے سے عذابِ مُہین یعنی ذلیل و رسوا کر دینے والے عذاب سے بچے رہیں اور اگر ایسا نہیں کرتے تو پھر اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب کا نشانہ بننے کے لیے خود کو تیار رکھیں ——— اللہ تعالیٰ کے حضور دعا ہے کہ وہ ہمیں عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور دینِ مُبین کی فہم و فراست کی بے پایاں دولت سے مالا مال فرمائے۔ آمین بجاہِ سید المرسلین، نبی الکریم الامین ——— وَمَا عَلَیْنَآ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ۔

حضرت عبداللہ اور نورِ مصطفیٰ کے جلوے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَظْھَرَ حَبِیْبَہٗ فِی الدُّنْیَا مِنَ الْاَصْلَابِ
الطَّاھِرَۃِ وَالْاَرْحَامِ الطَّاھِرَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ
عَلٰی مَنِ الَّذِیْ نُقِلَ فِیْ اَرْحَامِ اُمَّھَاتِہٖ الصَّالِحَاتِ وَ
فِیْ اَصْلَابِ اٰبَائِہِ الصَّالِحِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَبَوَیْہِ
الْمُتَّقِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الْمُتَّقِیْنَ وَاَصْحَابِہِ
الْمُحِبِّیْنَ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہِ الْکَامِلِیْنَ اَجْمَعِیْنَ ○
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ الَّذِیْ یَرٰکَ حِیْنَ
تَقُوْمُ ○ وَتَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○

سورۃ الشعراء آیت ۲۱۹ پارہ ۱۹)

ترجمہ: اور اُس پر بھروسہ کرو جو عزّت والا مہر والا ہے جو تمہیں دیکھتا ہے، جب تم کھڑے ہوتے ہو اور نمازیوں میں دورے کو۔"

اس آیۂ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے والدین کریمین مومن تھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے انوار و برکات کی تجلّیات کا مشاہدہ فرماتے رہے۔

سیرتِ ابن ہشّام کے مطابق حضرت عبدالمطلب کے نکاح میں پانچ عورتیں آئیں، اُن میں سے ایک عورت کا نام فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ تھا، اور آپ کی اس بیوی کا

تعلق خاندان بنو مخزوم سے تھا۔ آپ کی اس زوجہ سے آپ کے تین فرزند ابوطالب (ان کا اصل نام عبد مناف تھا)، زبیر اور عبداللہ (حضور انور صلّی اللہ علیہ وسلّم کے والدِ گرامی) اور چار بیٹیاں بیضاء، عاتکہ، برّہ امیمہ اور اروٰی پیدا ہوئیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی ص ۳۸ نشر الطّیب ص ۸۵)

نورِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم حضرت عبداللہ کے پاس

حضرت عبدالمطلب سے نورِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم اُن کے سب سے چھوٹے صاحبزادے حضرت عبداللہ کی طرف منتقل ہوگیا۔ حضرت عبداللہ بہت خوبصورت اور نیک سیرت انسان تھے۔ آپ اپنے والدگرامی کے نزدیک بہت محبوب اور پیارے تھے، اس لیے کہ آپ کی پیشانی میں نورِ مصطفیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم جلوہ گر تھا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بڑے حسن و جمال والے اور بڑے بہادر، پہلوان اور تیر انداز تھے۔ اُن کے ساتھ اُن کے سب بہن بھائی اور رشتہ دار بہت محبّت و پیار کرتے تھے۔

(بحوالہ مدارج النبوّۃ ج ۲، ص ۱۲ (فارسی)

حضرت عبداللہ کی قربانی

حضرت عبدالمطلب جب زمزم کا کنواں کھود رہے تھے، تو انہوں نے محسوس کیا تھا کہ ان کے مددگار بہت کم ہیں۔ اس پر انہوں نے بارگاہِ ربّ العزّت میں یہ منّت مانی تھی کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں دس بیٹے عطا فرمائے اور وہ اُن سب کو اپنی زندگی میں جوان دیکھ لیں، تو اُن میں سے ایک کو راہِ خدا میں قربان کر دیں گے۔ جب اللہ تعالیٰ نے اُن کی یہ منّت پوری کر دی اور انہیں دس بیٹے عطا فرما دیئے اور وہ سب اُن کے سامنے جوان بھی ہو گئے، تو ایک رات کعبہ کے نزدیک سوتے ہوئے کسی کہنے والے نے اُنہیں خواب میں کہا کہ اے عبدالمطلب! اپنی اس منّت کو پورا کر جو تو نے ربِّ کعبہ کے لئے مانی تھی۔ جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اُن پر خوف سے لرزہ طاری ہو گیا، اس لیے کہ اس منّت کو پورا کرنے

میں اُن سے تاخیر ہوگئی تھی، چنانچہ فوراً ایک دُنبہ ذبح کرکے کھانا تیار کرکے اُسے مسکینوں کو کھلایا۔ اس کے بعد جب سوئے تو کہنے والے نے پھر کہا کہ اس سے بڑی قربانی دو۔ بیدار ہوئے تو گائے کی قربانی دی۔ پھر جب سوئے تو کہنے والے نے کہا کہ اس سے بھی بڑی چیز کی قربانی پیش کرو۔ بیدار ہونے پر حضرت عبدالمطلب نے اُونٹ کی قربانی پیش کی۔ اس مرتبہ سوئے تو کہا گیا کہ اس سے بھی بڑی قربانی پیش کرو۔ عرض کی اس سے بڑھ کر کونسی قربانی پیش کروں؟ حکم ہوا تم نے اپنے فرزندوں میں سے ایک کو ذبح کرنے کی منّت مانی تھی، اس منّت کو پورا کرو۔ اس پر وہ بہت غمگین ہوئے اور اپنے تمام فرزندوں کو جمع کرکے صورتِ حال سے انہیں آگاہ کیا۔ تمام بیٹوں نے بیک زبان جواب دیا، اے ہمارے والدِ محترم! آپ کو پورا اختیار ہے ہم سب قربانی پیش کرنے کے لیے تیار ہیں۔ حضرت عبدالمطلب کو اپنے بیٹوں کی یہ سعادت مندی بہت اچھی لگی۔ آپ نے فرمایا کہ تمام کے نام قرعہ ڈالو، جس کا نام نکل آئے میں اُسی کو راہِ خدا میں قربان کردوں گا۔ چنانچہ قرعہ ڈالا گیا ـــــ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکل آیا۔ حضرت عبداللہ اپنے والد کو بہت ہی محبوب تھے، اس لیے کہ اُن کی پیشانی میں نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم چمک رہا تھا۔

حضرت عبداللہ کے ساتھ اپنی بے پناہ محبت اور الفت کے باوجود حضرت عبدالمطلب اپنے اس فرزندِ عزیز کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوگئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضاجوئی کی خاطر اپنے اس فرزندِ عزیز کو قربان کرنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑا، چھری لی اور قربان گاہ کی جانب روانہ ہوگئے۔ جب قریش کو اس بات کا علم ہوا تو وہ بھاگے اور انہوں نے حضرت عبدالمطلب کو اس قربانی سے روکا، خاص طور پر ان لوگوں نے، جو اُن کے قریبی عزیز تھے۔ ان لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کو مجبور کردیا کہ وہ بیٹے کو ذبح کرنے کی بجائے کاہن کے پاس لے جائیں اور اس کا کوئی حل تلاش کریں۔ چنانچہ وہ لوگ انہیں ایک ماہر کاہن عورت کے پاس لے گئے۔ یہ عورت حجاز کے تمام کاہنوں سے زیادہ دانا اور عقلمند تھی۔ اُس وقت تک جنات وغیرہ کا آسمانوں کی طرف جانا اور وہاں کی باتیں چوری چھپے سُننا منع نہیں ہوا تھا۔ کہتے ہیں کہ وہ جنات وغیرہ کاہنوں کو آسمان پر ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا کرتے تھے اور انہیں اپنے کاموں کے نتیجے نکالنے میں مدد دیا کرتے تھے، چنانچہ قریش بھی حضرت عبدالمطلب کو کاہنہ عورت کے پاس لے گئے۔ جب اُس کاہنہ عورت نے حضرت عبدالمطلب کی گفتگو سُنی تو اُس نے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ اور کل آنا۔ اس دوران میں مَیں اپنے ہمزاد سے اس مسئلے کا حل معلوم کرلوں گی۔ جب دوسرے دن اُس عورت کے پاس پہنچے تو اُس کاہنہ عورت نے ان سے پوچھا کہ تم لوگوں کے ہاں ایک آدمی کی دیت کتنے اُونٹ ہیں۔ لوگوں نے بتایا دس اونٹ۔ اس عورت نے کہا کہ ان دس اونٹوں کو لڑکے کے سامنے کرکے اُونٹوں اور لڑکے کے درمیان قرعہ ڈالو۔ قرعہ اگر اونٹوں کے نام نکل آئے تو اُونٹوں کو قربان کردینا اور اگر قرعہ لڑکے کے نام نکلے تو اتنے ہی اُونٹ اور بڑھا دینا اور دوبارہ قرعہ ڈالنا۔ اگر پھر قرعہ لڑکے کے نام نکلے، تو اتنے ہی اونٹ اور بڑھا دینا، یعنی اگر قرعہ لڑکے کے نام نکلے، تو ہر دفعہ دس اونٹ بڑھاتے جانا۔ یہاں تک کہ قرعہ اُونٹوں کے نام نکل آئے، تو اُن اُونٹوں کو قربان کردینا۔ یہ اُونٹ اس لڑکے کا فدیہ بن جائیں گے اور تمہاری منّت پوری ہوجائے گی۔ اس کاہنہ کے پاس سے واپس آکر قریش نے اس پر عمل کیا، لیکن ہر دفعہ قرعہ حضرت عبداللہ کے نام ہی نکلا۔ پہلے دس اونٹوں پر قرعہ نکالا۔ پھر بیس ۲۰ پھر تیس ۳۰ پر یہاں تک کہ دس ۱۰ مرتبہ قرعہ ڈالا گیا اور دسویں ۱۰ مرتبہ سو ۱۰۰ اُونٹوں پر قرعہ اونٹوں کے نام نکل آیا۔ اس پر حضرت عبدالمطلب کو اطمینان نصیب ہوا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور حضرت عبداللہ کو ذبح ہونے سے خلاصی مل گئی۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے سو اونٹوں کو ذبح کیا اور ان کا گوشت ہر خاص و عام اور جانوروں، پرندوں اور چرندوں کو کھلایا۔ پھر عرب میں ایک آدمی کی دیت دس ۱۰ اونٹ سے سو ۱۰۰ اونٹ مقرر ہوگئی اور اسلام کی روشنی نے عرب کو جگمگایا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایک آدمی کی دیت سو اونٹ ہی مقرر فرمائی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۱، فارسی)

خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کی دیت سَو اونٹ ہی مقرر فرمائی اور فرمایا کہ جو شخص اس میں کمی بیشی کرے گا تو اس کی یہ حرکت زمانۂ جاہلیت کی ایک جہالت ہوگی اور اس کے علاوہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی سرتابی بھی ہے۔ (دیکھئے خطبہ حجۃ الوداع)

نکتہ: چونکہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشت میں جلوہ گر تھا، اس لیے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو آزمائش میں ڈالا اور جب وہ اس آزمائش میں کامیاب و کامران ہو گئے تو انہیں ذبح ہونے سے صاف بچا لیا۔ یہی کیفیت حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ساتھ پیش آئی کہ پہلے انہیں قربانی کی آزمائش میں مبتلا کیا گیا اور جب وہ اس آزمائش میں ثابت قدمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کامیاب و کامران ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے عین ذبح کے وقت اُن کو بچا لیا ـــــ اور وہ ذبح ہوتے بھی کیسے؟ جبکہ نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی امانت اُن کے پاس تھی۔ اگر وہ ذبح ہو جاتے تو یہ امانت وہیں رہ جاتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے آپ کو دو ذبیحوں کا فرزند فرمایا ہے اور ان دو ذبیحوں سے مُراد حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام اور حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

صاحبِ "مواہب" نے "زمخشری کی "الکشاف" اور حاکم کی مستدرک کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ہم رسولِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بیٹھے تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اُس نے قحط سالی کی شکایت کی اور کہنے لگا: "اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آپ کو مالِ غنیمت عطا فرمایا ہے، اُس میں سے مجھے بھی عطا فرمائیں۔"

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا دیئے اور اُس کی بات کو رد نہ فرمایا۔

(الخصائص الکبریٰ ص ۵۹ ۔ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی) بحوالہ الوفا ص ۸۶)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا حُسن و جمال

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ جب جوان ہوئے، تو آپ کا حُسن و جمال پہلے سے بھی دوبالا ہو گیا۔ چنانچہ آپ کے حُسن و جمال کی شہرت عام ہو گئی اور آپ کی شہرت اور مقبولیت کا باعث آپ کے ذبح ہونے اور فدیہ دینے والا واقعہ بنا۔ آپ کے حُسن و جمال کی شہرت سُن کر قریش کی کئی عورتیں آپ کے جمال و وصال کی طالب بن کر راہ میں نکل آئیں اور آپ کو اپنی طرف بُلانے لگیں، مگر اللہ تعالیٰ نے نورِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور اپنی رحمتِ خاصہ سے انہیں اس بلائے ایمان کُش سے بچائے رکھا۔ (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۲ فارسی ـــ شواہد النبوۃ ص ۴۸)

اہلِ کتاب دُشمن بن گئے

اہلِ کتاب بعض آثار و قرائن سے جان گئے تھے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا وجودِ مسعود حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی پشتِ مبارک میں ودیعت ہے۔ ان میں سے بعض بنی اسماعیل سے تعصب و عداوت کی بناء پر اس بات کو برداشت نہ کر سکے اور وہ حضرت عبداللہ کے دُشمن ہو گئے اور اطراف و اکناف سے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کے ارادے سے مکّہ میں آنے لگے، لیکن مکّہ پہنچ کر انہوں نے عجیب و غریب آثار کا مشاہدہ کیا تو مایوس ہو کر بے نیل و مرام واپس چلے گئے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۲ فارسی)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ پر دشمنوں کی یلغار

ایک دن حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ شکار کرنے کے ارادے سے جنگل میں تشریف لے گئے۔ آپ جنگل میں شکار کھیل رہے تھے کہ اچانک ایک جانب سے لوگوں کی ایک جماعت جس نے تلواریں بے نیام کی ہوئی تھیں، اس جماعت نے حضرت عبداللہ پر حملہ کر دیا۔ یہ ملکِ شام کے اہلِ کتاب لوگوں کی جماعت

Scanned with CamScanner

تھی جو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئی تھی۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نانا جان حضرت وہب بن مناف بھی اتفاق سے اس وقت جنگل میں موجود تھے۔ انہوں نے اس منظر کو دیکھا اور پھر انہوں نے دیکھا کہ چند سوار جن کی شکلیں اس دُنیا کے لوگوں کے مشابہ نہیں ہیں۔ وہ غیب سے ظاہر ہوئے اور انہوں نے اس حملہ آور گروہ کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے دُور کر دیا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۲ (فارسی) — شواہد النبوۃ ص ۴۹)

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی شادی

اس واقعہ کو دیکھ کر جناب وہب بن مناف بہت متاثر ہوئے، گھر تشریف لائے تو اپنے گھر والوں سے کہنے لگے کہ میں اپنی بیٹی آمنہ کا نکاح اس نوجوان سے کر دوں۔ پھر انہوں نے اپنے دوستوں کے ذریعے یہ بات جنابِ عبدالمطلب تک پہنچائی۔ حضرت عبدالمطلب بھی یہی چاہتے تھے کہ اب جناب عبداللہ کی شادی کر دی جائے۔ چنانچہ وہ اس سلسلہ میں کسی ایسی لڑکی کی تلاش میں تھے جو حسب و نسب اور عفّت و حیا میں ممتاز ہو۔ چنانچہ سیدہ آمنہ بنت وہب میں یہ تمام صفات موجود تھیں، اس لیے حضرت عبدالمطلب نے اس رشتہ کو بخوشی قبول کر لیا اور حضرت عبداللہ کا نکاح سیدہ آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) سے کر دیا گیا۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۳ (فارسی) شواہد النبوۃ ص ۵۱، الوفا ص ۸۶)

نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طلبگار

روایات میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ ایک روز خانہ کعبہ کے قریب سے گزر رہے تھے کہ وہاں انہیں قبیلہ بنو اسد کی ایک عورت ملی۔ اُس عورت کا نام رقیصہ یا قتیلہ بنت نوفل تھا۔ جب اس عورت کی نظر حضرت عبداللہ کے حسن و جمال پر پڑی تو وہ آپ پر فریفتہ ہو گئی

اور آپ کو روک کر کہنے لگی کہ وہ جو سو اونٹ تم پر فدا کئے گئے ہیں، وہ میں اپنے ذمہ لے لیتی ہوں اور تم میری خواہش پوری کر دو، لیکن حضرت عبداللہ نہایت شریف النفس تھے، اس لیے عفّت و حیا اُن کے دامن گیر ہو گئی اور وہ انکار کر کے نکل گئے۔

اگلے روز قبیلہ بنو خشعم کی ایک عورت جو علم کہانت (علمِ نجوم) میں ماہر اور بہت مالدار تھی، اُس نے اپنے مال کے ذریعے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ورغلانا چاہا لیکن حضرت عبداللہ اُس کے فریب میں نہ آئے۔ گھر تشریف لائے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے زفاف کیا اور نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے رحم میں جلوہ فگن ہو گیا اور اُن پر حمل کے آثار ظاہر ہو گئے۔ یہ ایام منیٰ کے تھے۔ حضرت عبداللہ جب دوسری مرتبہ اس خشعمی عورت کے قریب سے گزرے، تو اُس عورت نے آپ کی پیشانی میں اُس مقدّس نور کو جلوہ گر نہ پا کر پوچھا کہ کیا آپ نے میرے پاس سے جانے کے بعد کسی عورت کے ساتھ صحبت کی ہے؟ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ہاں میں نے اپنی منکوحہ بیوی کے ساتھ زفاف کیا ہے۔ یہ سُن کر اس عورت نے کہا اے عبداللہ! مجھے تم سے اب کوئی سروکار نہیں ہے۔ میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ مجھے تو اس نورِ پاک کی طلب تھی جو تمہاری پیشانی میں روشن تھا۔ اب تو وہ کسی اور کے نصیب میں ہو چکا ہے لہٰذا اب مجھے تمہاری کوئی خواہش نہیں ہے۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۳، الوفا ص ۸۶)

حفیظ جالندھری نے "شاہنامہ اسلام" میں اس عورت کے جذبات کی ترجمانی کچھ اس طرح سے کی ہے ؎

وہ جس کے نور سے تیری چمکتی تھی یہ پیشانی
اُسی کی تھی میں طالب، اُسی کی تھی میں دیوانی
مگر میں رہ گئی محروم قسمت میری پھوٹی ہے
سُنا ہے وہ نعمت آمنہ نے تجھ سے لوٹی ہے

آمدِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی منادی

احادیث مبارکہ میں ہے کہ جس رات استقرارِ حمل ہوا، اُس رات عالمِ ملکوت میں ہاتفِ غیبی نے یہ صدا بلند کی کہ — سارے جہان کو انوارِ قدس سے روشن و منوّر کر دیا جائے۔ اس صدا کو سُن کر زمین و آسمان کے تمام فرشتے جھوم گئے — جنّت کے داروغہ کو حکمِ خداوندی ہوا "فردوسِ اعلیٰ کے سارے دروازے کھول دو اور ساری کائنات کو جنّت کی خوشبوؤں سے معطر کر دو اور زمین و آسمان کے ہر طبقہ اور ہر مقام میں اس خوشخبری کا اعلان کر دو کہ آج کی شب نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم رحمِ والدہ میں قرار پا گیا ہے — ایسا کیوں نہ ہوتا؟ جبکہ تمام خیرات و برکات، کرامات و سعادات اور انوار و تجلیات کا مصدر و مبدا خلقِ عالم، اصلِ اصولِ آدم و بنی آدم کی اس جہانِ آب و گل میں تشریف آوری اور ظہور کا وقت قریب آ پہنچا تھا۔

(بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۳ (فارسی) (الوفا ص ۸۸)

ـــ ایہہ کون آیا جیہدے آیاں بہاراں مُسکرا پیاں
کِھڑے نے پُھل نے کلیاں، ہزاراں مُسکرا پیاں

بُت تھرتھرا کر گر گئے

روایات میں آتا ہے کہ اس رات کی صبح کو لوگوں نے دیکھا کہ رُوئے زمین کے تمام بُت اوندھے پڑے ہیں۔ اُس رات سے شیطان کا آسمان کی طرف چڑھنا روک دیا گیا اور تمام دُنیا بادشاہوں کے تخت اُلٹ دیئے گئے۔ (مدارج النبوۃ، ج ۲، ص ۱۴، فارسی)

شبِ انوارِ قدس

اس رات کو ہر گھر روشن و منوّر ہو گیا، کوئی جگہ ایسی نہ تھی جو انوارِ قدس سے جگمگا نہ رہی ہو اور کوئی جانور ایسا نہ تھا جس کو اس رات قوتِ گویائی نہ عطا کی گئی ہو اور اس جانور نے اس مژدے کا اعلان نہ کیا ہو۔ مشرق کے پرندوں نے مغرب کے پرندوں کو خوشخبریاں سنائیں (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۴)

نوری محفل پہ چادر تنی نور کی، نور پھیلا ہوا آج کی رات ہے
چاندنی میں ہیں ڈوبے ہوئے دو جہاں کون جلوہ نما آج کی رات ہے
اِس طرف نور ہے اُس طرف نور ہے سارا عالم مسرّت سے معمور ہے
جس کو دیکھو وہی آج مسرور ہے مہک اُٹھی فضا آج کی رات ہے
وقت لائے خدا سب مدینے چلیں، لوٹنے رحمتوں کے خزینے چلیں،
سب کے منزل کی جانب سفینے چلیں، میری صائم دعا آج کی رات ہے

صدقہ نُور کا

جب نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دنیا میں تشریف آوری کا وقت آیا تو یہ زمانہ اہلِ مکّہ کے لیے بہت تنگی کا تھا۔ قریش کا حال یہ تھا کہ وہ سخت تنگی کے دن کاٹ رہے تھے اور اُن پر بڑا زبردست قحط مسلط تھا۔ اس قحط سالی کی وجہ سے سبزہ ختم ہو گیا تھا، درخت سُوکھ گئے تھے اور تمام جانور بھوک کے رہنے کی وجہ سے نحیف و ناتواں ہو گئے تھے۔ پھر جب آمدِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کا وقت قریب آیا تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس نورِ پاک کی آمد کی برکت سے بارانِ رحمت کا نزول فرمایا، جس نے دنیا کو سرسبز و شاداب کر دیا۔ ہر طرف سبزہ لہلہانے لگا، درختوں میں تازگی آگئی اور پودوں کی شاخوں میں ننھے ننھے شگوفے پھوٹنا شروع ہو گئے۔ ہر طرف خوشی و مسرت کی ایسی لہر دوڑی کہ قریش نے اس سال کا نام ہی سَنَةُ الْفَتْحِ وَالْاِبْتِهَاجِ یعنی فتح و کامرانی اور مسرت و خوشی کا سال رکھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۲، فارسی)

مہکو ذرا فضاؤ سرکار آگئے ہیں — گاتی پھرو ہواؤ سرکار آگئے ہیں
عاصی گنہ گارو صلِّ علیٰ پکارو — سجدے میں سر جھکاؤ سرکار آگئے ہیں
بخشش کا ہے یہ ساماں گھر گھر کرو چراغاں — راہوں کو بھی سجاؤ سرکار آگئے ہیں

کون و مکاں کے والی، آئے ہیں بے سہارو
بولو بھی بے نواؤ، سرکار آگئے ہیں

Scanned with CamScanner

مُبارک بادیاں

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ محترمہ سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ارشاد فرماتی ہیں کہ جب میں اپنے پیارے لاڈلے اور منتظار بیٹے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کے ساتھ حاملہ ہوئی تو اپنے حمل کے پہلے ماہ یعنی رجب المرجب میں ایک رات سو رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ ایک نہایت خوبصورت، پاکیزہ خوشبو والا اور جگمگاتے انوار والا بزرگ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: مَرْحَبًا بِكَ يَا مُحَمَّدُ۔

ترجمہ: "اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) آپ کا آنا مبارک ہو۔"

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اس شخص سے پوچھا: اے نیک صورت اور نیک سیرت بزرگ ہستی آپ کون ہیں؟ انہوں نے جواب دیا، میں ابوالبشر آدم ہوں — میں نے پوچھا، آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں؟ حضرت آدم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا: اے آمنہ! تجھ کو مبارک ہو کہ تو سیّد البشر اور فخرِ ربیعہ و مضر کی والدہ بننے والی ہے۔

جب دوسرا مہینہ آیا تو میرے پاس ایک شخصیت تشریف لائی۔ انہوں نے میرے پاس آکر کہا، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

ترجمہ: "اے اللہ کے رسول! آپ پر سلام ہو۔"

میں نے اس بزرگ سے پوچھا، حضرت آپ کون ہیں؟ انہوں نے ارشاد فرمایا، میں شیث (علیہ السلام) ہوں۔ میں نے پوچھا، آپ کس لیے تشریف لائے ہیں؟ وہ فرمانے لگے، اے آمنہ! تجھ کو مبارک ہو کہ تو صاحب تاویل اور صاحب حدیث کی والدہ ماجدہ ہے۔

پھر جب تیسرا ماہ آیا تو میرے پاس ایک نورانی شخص وارد ہوا اور کہنے لگا،

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم)

ترجمہ: "اے اللہ کے نبی! آپ پر سلام ہو۔"

میں نے اُس شخص سے پوچھا کہ حضرت آپ کا کیا تعارف ہے؟ اُس بزرگ نے جواب دیا کہ "میں ادریس (علیہ السلام) ہوں۔" میں نے دریافت کیا، حضرت آپ کا کیسے آنا ہوا؟ فرمانے لگے "اے آمنہ! میں تجھے مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں کہ آپ شہنشاہِ دوعالم نبیٔ مکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدہ بن چکی ہیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب چوتھا ماہ آیا تو میرے خواب میں ایک اور بزرگ تشریف لائے اور کہنے لگے: اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ۔

ترجمہ: "اے محبوبِ خدا! آپ پر سلام ہو۔"

میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کون ہیں اور آپ کا کیسے آنا ہوا؟ اس ہستی نے اپنا تعارف کرواتے ہوئے بتایا کہ اے آمنہ! میرا نام نوح (علیہ السلام) ہے اور میری تمہارے پاس آنے کی غرض و غایت یہ ہے کہ میں تمہیں مبارک پیش کروں کہ آپ کو صاحب نصر اور صاحب فتوحات کی والدہ ہونے کا شرف حاصل ہو رہا ہے۔

جب پانچواں ماہ آیا تو میرے پاس ایک اور پیغمبر تشریف لائے اور فرمانے لگے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا صَفْوَةَ اللّٰهِ۔

ترجمہ: "اے اللہ کے دوست! آپ پر سلام ہو۔"

میں نے اُن سے پوچھا کہ آپ کا تعارف اور تشریف آوری کا سبب کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا، میں ہود (علیہ السلام) ہوں۔ اور اے آمنہ! میں آپ کو اس بات کی مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں کہ آپ کو اس عظیم ہستی کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہو رہا ہے جو محبوب خدا، امام الانبیاء ہے اور بروزِ قیامت بارگاہِ ربّ العزت میں شفاعتِ کبریٰ کا حق دار ہے۔

پھر یہ ماہ بھی گزر گیا اور چھٹا مہینہ شروع ہوا تو ایک روز خواب میں ایک اور

Scanned with CamScanner

پیغمبر تشریف لائے - اُن کی آمد پر میں نے اُن سے عرض کیا کہ حضرت ! مجھے اپنا تعارف بھی کروائیں اور قدم رنجہ فرمانے کی وجہ بھی بیان فرمائیں - انہوں نے پہلے تو میرے لال کو ان الفاظ میں سلام پیش کیا :

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَحْمَةَ اللّٰہِ -

ترجمہ: اے رحمت خداوندی ! آپ پر سلام ہو -"

پھر انہوں نے مجھے مخاطب کرکے ارشاد فرمایا: اے آمنہ ! میرا نام ابراہیم خلیل اللہ ہے اور میں تجھے تیرے لال کی مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں - تجھے مبارک ہو کہ تمہیں ایک عظیم الشان نبی کی ماں بننے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے -

ساتویں ماہ خواب میں ایک اور پیغمبر کی تشریف آوری ہوئی - انہوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو ان الفاظ میں سلام پیش کیا ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مَنِ اخْتَارَہُ اللّٰہُ ط

ترجمہ: اے ایسی مبارک ہستی کہ رب تعالیٰ نے تجھے چن لیا ہے ، تجھ پر سلام ہو -"

جب حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کا تعارف دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا: اے آمنہ ! میں اسماعیل (علیہ السلام) ہوں اور تمہیں اس پر مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں کہ آپ متحمل وبردبار اور حسن وجمال کے پیکر نبی کی والدہ ہیں -

اسی طرح آٹھویں ماہ ایک اور پیغمبر تشریف لائے اور آکر فرمانے لگے ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خِیَرَةَ اللّٰہِ -

ترجمہ: سلام ہو تجھ پر اے اللہ کے پسندیدہ (نبی)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دریافت فرمانے پر انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں موسیٰ بن عمران پیغمبر (علیہ السلام) ہوں اور میں تجھے اس بات پر مبارک باد پیش کرتا ہوں

کہ آپ اُس بے مثال لال کی والدہ محترمہ ہیں، جس پر اللہ تبارک و تعالیٰ کی آخری الہامی کتاب قرآن مجید نازل ہونے والی ہے -

جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو رحم مادر میں تشریف لائے نو ماہ گزرے تو نویں مہینے یعنی ربیع الاول شریف کے مہینے میں حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس حضرت سیدنا عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام تشریف لائے اور انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو ان الفاظ میں سلام پیش کیا ،

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا خَاتَمَ رُسُلِ اللّٰہِ ط
دَنَی الْقُرْبُ مِنْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ط

ترجمہ: اے خاتم المرسلین ! آپ پر سلام ہو ---
اے اللہ کے رسول ! آپ کو انتہائی قرب حاصل ہے -

پھر انہوں نے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ میرا نام عیسیٰ بن مریم ہے ، اور میں تجھے اس سعادت عظمیٰ پر مبارک باد پیش کرنے آیا ہوں کہ تو عنقریب نبی مکرم رسول اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ بنے گی اور بہت جلد تجھ سے دکھ درد مصیبتیں اور غم والم دور ہو جائیں گے -

(بحوالہ اَلنِّعْمَةُ الْکُبْرٰی عَلَی الْعَالَمِ فِیْ مَوْلِدِ سَیِّدِ وُلْدِ آدَمَ ، ص ۴۴ تا ۴۷)

(از علامہ شہاب الدین احمد بن حجر ، مطبوعہ استنبول)

آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس واقعہ کو علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "اَلْمِیْلَادُ النَّبَوِیْ" میں کچھ اختلاف روایات کے ساتھ تفصیلاً بیان کیا ہے -

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ط

نورِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کا جہانِ آب و گل میں ظہور

اَلحَمدُ لِلّٰہِ الَّذِی نَوَّرَنَا وَنَوَّرَنَا بِوُجُودِ سَیِّدِنَا وَمَولَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَولَانَا وَمَاْوٰنَا وَمَلجَاْنَا مُحَمَّدِنِ الَّذِی اَصطَفَاہُ اللّٰہُ حَبِیبًا لَبِیبًا۔ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصحَابِہٖ اَجمَعِینَ ہ اَمَّا بَعدُ ط

فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ط

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ط

لَقَد مَنَّ اللّٰہُ عَلَی المُؤمِنِینَ اِذ بَعَثَ فِیہِم رَسُولًا ط

(سورۃ ال عمران، آیت ۱۶۴)

ترجمہ: "بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر یہ کہ اُن میں سے ایک رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا۔"

اس آیہ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی تشریف آوری کا مومنوں پر احسان جتایا۔ اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، مگر کسی نعمت پر سوائے اپنے حبیب پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے احسان نہ جتایا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جس نے اس نعمتِ عظمیٰ کو مان لیا اور آمدِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر خوشی و مسرت کا اظہار کیا۔ اُس نے تمام نعمتوں کو مان لیا، اس لیے کہ تمام نعمتوں کا سبب ذاتِ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے اور سب نعمتیں آپ ہی کے توسل سے ملی ہیں۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس موقع پر فرماتے ہیں ؎

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں ذکرِ آیاتِ ولادت کیجیے
غیظ سے جل جائیں بے دینوں کے دل یا رسول اللہ کی کثرت کیجیے
کیجیے چرچا انہیں کا صبح و شام جانِ کافر پہ قیامت کیجیے
یا رسول اللہ دُہائی آپ کی گوشمالی اہلِ بدعت کیجیے

ولادتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑے بڑے جید علماء اسلام نے بڑی محبت اور تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس واقعہ کو مدارج النبوۃ جلد دوم میں بیان فرمایا ہے اور علامہ ابن جوزی نے اس واقعہ کو روایتوں میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ اپنے رسالہ المیلاد النبوی میں بیان کیا ہے اور دیگر بہت سے جید علماء و فقہاء نے واقعہ ولادتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اپنی کتابوں میں بیان کیا ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے علامہ واقدی کے حوالے سے ولادت کے واقعات کو اس طرح بیان کیا ہے:

ولادت سے قبل نوازشات

جب ماہِ ربیع الاول کی پہلی شب آئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بہت زیادہ خوشی و مسرت محسوس کی۔ دوسری رات آئی تو انہیں خوشخبری دی گئی کہ آپ کی آرزوئیں اور تمنائیں پوری ہونے کا وقت آگیا ہے ۔ تیسری رات آئی تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو خبردار کیا گیا کہ اُس شخصیت کے دُنیا میں ظہور فرمانے کا وقت قریب آگیا ہے جو ہماری حمد و ثناء بیان کرے گی اور ہمارا شکر ادا کرے گی ۔۔۔۔ چوتھی رات میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرشتوں کو بلند آواز کے ساتھ تسبیح کرتے سُنا ۔۔۔۔ پانچویں رات میں جناب آمنہ رضی اللہ عنہا کے خواب میں حضرت خلیل اللہ علیہ السلام تشریف لائے اور فرمانے لگے، اے آمنہ! اس جلیل القدر نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مبارک ہو ۔۔۔۔ اس نورانی

خوشیوں اور رونقوں والے نبی کی تجھے مبارک ہو اور اس شان و شوکت والے، معزز اور قابلِ صد تعریف کی آمد پر اے آمنہ تجھ کو مبارک ہو۔ ماہِ ربیع الاوّل کی چھٹی رات کو حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے انوار و تجلیات کو قطار اندر قطار چمکتے دمکتے دیکھا ــــــــ ربیع الاوّل کی ساتویں رات کو فرشتوں نے حضرتِ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کا طواف کیا اور انہیں اس سے اتنی خوشی ہوئی کہ وہ اس کی مستی میں گم ہو گئے ــــــــ آٹھویں شب کو فرحت و سُرور اور خوشی نے کائنات میں منادی کی کہ نورِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی ولادت کی گھڑی آیا ہی چاہتی ہے ــــ نویں رات، لُطف و کرم کی صدائیں لگانے والے نے کوچۂ محبت و شفقت سے یہ ندا کی اور خوشخبری دی۔ اس ندا کی برکت سے حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سارا غم اور دکھ درد دُور ہو گیا۔ جب دسویں رات آئی تو اس رات میں خَیف و منیٰ (دو وادیوں کا نام) کی بشارت سُنائی گئی ــــــــ گیارہ ربیع الاوّل شریف کو میلادِ مصطفےٰ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی آمد کی نوید کائناتِ ارض و سما میں رہنے والوں کو سُنائی گئی ؎

نصیب چمکے ہیں فرشیوں کے کہ عرش کے چاند آ رہے ہیں
جھلک سے جن کی فلک ہے روشن وہ شمس تشریف لا رہے ہیں
ہیں وجد میں آج ڈالیاں کیوں، یہ رقص پتوں کو کیوں ہے شاید
بہار آئی یہ مژدہ لائی، کہ حق کے محبوب آ رہے ہیں
زمانہ پلٹا ہے رُت بھی بدلی، فلک پہ چھائی ہوئی ہے بدلی
تمام جنگل بھرے ہیں جل تھل، ہرے چمن لہلہا رہے ہیں
خُوشی میں سب کی کھلی ہیں باچھیں، رچی ہے شادی مچی ہیں دُھومیں
چرند اِدھر کھلکھلا رہے ہیں، پرند اُدھر چہچہا رہے ہیں
نثار تیری چہل پہل پر، ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

ولادت کی شب

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ربیع الاوّل کی بارھویں شب آئی تو ہر طرف چاندنی پھیل گئی، اندھیرے کا نام و نشان تک نہ رہا۔ جناب عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو لیکر حرم پاک کی گری ہوئی دیواروں کو مرمت کرنے تشریف لے جا چکے تھے۔ مَیں گھر میں بالکل تنہا تھی۔ میرے پاس نہ کوئی عورت تھی اور نہ کوئی مرد۔ جب ولادت کا وقت آیا تو مَیں اپنی تنہائی محسوس کر کے رونے لگی اور کہنے لگی کہ اس موقع پر میرے پاس کوئی بھی نہیں ہے۔ میں بالکل اکیلی ہوں۔ اس گھڑی کوئی بھی ایسا نہیں جو اس مشکل وقت میں میرا ساتھ دے، نہ کوئی ہمسائی ہے جو میری تکلیف میں میرے کام آئے۔

حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی دائیاں

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اسی رنج و غم اور تکلیف میں تھی کہ میں نے دیکھا کہ اچانک کمرے کی دیوار پھٹی اور اس میں ایک شگاف پڑ گیا۔ میں نے دیکھا کہ اُس شگاف میں سے چار عورتیں برآمد ہوئیں۔ ان عورتوں کے قد لمبے لمبے تھے۔ یہ اتنی حسین و جمیل عورتیں تھیں کہ گویا چار چاند اس گھر میں اُتر آئے ہیں۔ اِن عورتوں کو انوار و تجلیات نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔ ان عورتوں نے سفید اور صاف و شفّاف لباس زیبِ تن کیا ہوا تھا اور ان کے کپڑوں میں سے مشک کی خوشبو کمرے میں بکھر رہی تھی۔ یہ عورتیں دیکھنے میں یوں لگتی تھیں جیسے بنو عبد مناف کی لڑکیاں ہیں۔ اُن میں سے پہلی عورت آگے بڑھی اور مجھ سے کہنے لگی، اے آمنہ! تو بے مثل ہے اس لیے کہ تو سیّد البشر، فخرِ بنی ربیعہ و مُضر یعنی حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی والدۂ محترمہ ہے۔ پھر وہ عورت آگے بڑھی اور میرے بائیں جانب بیٹھ گئی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے اُس عورت سے پوچھا کہ اے بزرگ خاتون! آپ کون ہیں؟ اُس نے جواب دیا اے آمنہ! میں انسانوں کی ماں اور ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام کی بیوی حوّا ہوں۔

Scanned with CamScanner

پھر دوسری عورت آگے بڑھی اور کہنے لگی: اے آمنہ! تو بے مثل و بے مثال ہے، اس لیے کہ تو اس ہستی کی ماں ہے، جس کو طہارت کے ذریعے طاہر بنا دیا گیا ہے، جو خوشنما علم اور بحرِ بے کراں کا جگمگاتا نور اور سرِّ کائنات ہے۔ پھر وہ عورت بھی آگے بڑھی اور میرے بائیں طرف بیٹھ گئی۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ آپ کا تعارف کیا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی بیوی سارہ ہوں۔ پھر تیسری عورت آگے بڑھی اور کہنے لگی: اے آمنہ! تیری مثال نہیں، اس لیے کہ تیرے حمل میں حبیب کردگار علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے جو کہ صاحبِ مدح و صد افتخار ہے۔ پھر وہ عورت میرے پیچھے بیٹھ گئی۔ میں نے اُس عورت سے نام پوچھا تو اُس نے بتایا کہ میں فرعون کی بیوی آسیہ بنت مزاحم ہوں۔ پھر چوتھی عورت آگے بڑھی، وہ کہنے لگی اے آمنہ! تیری مثل کون ہو سکتا ہے؟ تیرے شکمِ اطہر میں تو وہ ذاتِ مقدسہ ہے جس کے پاس معجزات، روشن نشانیاں اور دلائل ہیں اور وہ ذات آسمانوں اور زمین پر بسیرا کرنے والی تمام مخلوقات کی سردار اور اُس ذات پر رب العزت، کامل ترین درود پاک اور بہترین سلام بھیجتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں پھر وہ عورت میرے سامنے بیٹھ گئی اور کہنے لگی اے آمنہ! تو اپنے آپ کو میری طرف کر اور اپنے جسم کو میری طرف جھکا دے۔ میں نے اُس عورت سے دریافت کیا کہ اے بزرگ خاتون! تو کون ہے؟ اُس نے جواب دیا: میں عمران کی بیٹی مریم ہوں۔ اے آمنہ! ہم سب مل کر محبوب کبریا علیہ التحیۃ والثناء کی ولادت باسعادت کے اس پر مسرت موقع پر تیری دائیاں بن کر آئی ہیں، اور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے موقع پر اُن کا استقبال کرنے کے لیے حاضر ہوئی ہیں۔ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں اُن سے مانوس ہو گئی۔ پھر میں نے اُن بہت سے نورانی چہروں کو دیکھا جو جوق در جوق میرے گھر میں داخل ہو رہے تھے۔

پھر میرے گھر سے مختلف قسم کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یہ لوگ مختلف بولیاں بول رہے تھے اور ان بولیوں میں سُریانی بولی سب سے زیادہ صاف اور واضح سُنائی دے رہی تھی۔ (بحوالہ النعمۃ الکبریٰ علی العالم ص ۶۱ تا ۶۵)

نورانی مخلوق کی آمد

حضرت شیخ محقق شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت میں نے بہت سے عجائبات کو دیکھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک فرش زمین و آسمان کے درمیان کھینچا گیا ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ زمین و آسمان کے درمیان بہت سے لوگ کھڑے ہیں، جن کے ہاتھوں میں چاندی کے آفتابے ہیں پھر میں نے دیکھا کہ پرندوں کی ایک ڈار میرے سامنے آئی۔ یہاں تک کہ ان پرندوں سے میرا کمرہ بھر گیا۔ ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔ پھر اللہ کریم نے میری آنکھوں کے سامنے سے سارے حجابات کو دُور کر دیا تو میں نے شرق و غرب کی جانب نظر ڈالی۔ میں نے دیکھا کہ تین جھنڈے ہیں۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، اور ایک خانہ کعبہ کے اوپر لہرا رہا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر مجھے دردِ زہ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہو گئی۔ (خصائص الکبریٰ، ص ۴۸)

(شواہد النبوۃ ص ۵۵۔ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۶۔ (فارسی)

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ مجھ سے ایک ستارہ عالمِ ظہور میں آیا، جس سے ساری زمین روشن ہو گئی اور اس روشنی میں میں نے دیکھا کہ شام کے محلات، مجھے سامنے نظر آ رہے ہیں۔ اور میرا فرزند پاک و صاف پیدا ہوا ہے۔ کسی قسم کی آلائش اور پلیدی نہیں تھی۔

(الوفا ص ۹۵، شواہد النبوۃ ص ۵۵، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۵، خصائص الکبریٰ ص)

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ولادت کے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں اور دونوں شہادت کی انگلیاں آسمان کی جانب اُٹھائی ہوئی ہیں، لب ہل رہے ہیں اور تضرع وزاری کی مانند گریہ کناں ہیں۔
(شواہد النبوۃ ص ۵۵، مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۶ فارسی)

شرق وغرب کی سیر

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے ایک سفید بادل کو دیکھا جس نے میرے لال کو اپنی طرف اُٹھا کر میری نظروں سے اوجھل کر دیا اور میں نے یہ ندا سُنی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

"انہیں زمین کے مشرق ومغرب کی اور زمین کے شہروں کی سیر کراؤ تاکہ یہاں کے رہنے والے آپ کے اسمِ مبارک اور آپ کی نعت وصورت کو پہچان جائیں اور جان جائیں کہ آپ کی صفت ماحی (مٹانے والا) ہے۔ آپ اپنی اس صفت کے باعث شرک وضلالت کے آثار کو مٹا ڈالیں گے۔"
(خصائص الکبریٰ ص ۴۸، شواہد النبوۃ ص ۵۶)
(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۶ (فارسی) نشر الطیب ص ۱۸)

نکتہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سیر اس لیے کرائی گئی تھی کہ آپ اپنی حکومتِ نبوی کی حُدود کو ملاحظہ فرمالیں،

کعبہ مجرے کو جھکا

حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ مَیں ولادت باسعادت کی رات کعبے کے پاس تھا۔ آدھی رات ہوئی تو میں نے دیکھا کہ کعبہ شریف مقامِ ابراہیم کی جانب جُھک گیا اور سجدہ ریز ہوگیا۔ پھر اُس سے اللہ اکبر کی آواز بُلند ہوئی اور یہ آواز سُنائی دی:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ رَبُّ مُحَمَّدِ نِ الْمُصْطَفٰى اَلْاٰنَ

قَدْ طَهَّرَنِیْ رَبِّیْ مِنْ اَنْجَاسِ الْاَصْنَامِ وَاَرْجَاسِ الْمُشْرِكِیْنَ۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷ - فارسی)

ترجمہ: "اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ وہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پروردگار ہے۔ اب وہ مجھے بُتوں کی پلیدی اور مشرکوں کی نجاست سے پاک فرما دے گا۔"

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں ؎

جن کے سجدے کو محرابِ کعبہ جُھکی
اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

غیب سے یہ ندا آئی:
"ربِ کعبہ کی قسم! کعبہ کو عزت مل گئی ہے، ہوشیار ہو جاؤ کہ کعبے کو ان کا قبلہ اور مسکن ٹھہرا دیا گیا ہے۔" (شواہد النبوۃ ص ۵۶، مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷ فارسی)

بُت ٹوٹ گئے

حضرت عبد المطلب فرماتے ہیں کہ وہ بُت جو کعبہ کے گرد تھے، اُن کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے اور سب سے بڑا بُت ہُبل منہ کے بل گر پڑا۔ پھر یہ آواز آئی:

"سیدہ آمنہ نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دے دیا ہے اور ابرِ رحمت اُن پر سایہ فگن ہوچکا ہے۔"
(شواہد النبوۃ ص ۵۷ - مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷ - فارسی)

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جُھکا
تیری ہیبت تھی کہ ہر بُت تھر تھرا کر گر گیا
(اعلیٰ حضرت)

مُہرِ نبوّت

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ وہ بادل کا ٹکڑا جس میں میرا لاڈلا غائب ہوا تھا، وہ میری نظروں کے سامنے سے

Scanned with CamScanner

چھٹا، تو میں نے دیکھا کہ میرا لاڈلا سبز ریشمی لباس پہنے ہوئے لیٹا ہے اور اُس کی آنکھوں سے پانی کسی چشمے کی طرح ٹپک رہا تھا اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے ماشاءاللہ ماشاءاللہ! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کس شان سے زمین پر بھیجا گیا ہے۔ دنیا کی کوئی مخلوق نہیں ہے جس کو آپ کے تابع فرمان نہیں کیا گیا۔ تمام چیزوں کو آپ کے قبضۂ قدرت میں دے دیا گیا ہے۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ پھر جب میں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جانب دیکھا تو یوں محسوس ہوا جیسے چودھویں رات کا چاند چمک رہا ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مشک و عنبر کی لپٹیں آرہی تھیں، پھر مجھے تین آدمی دکھائی دیئے۔ اِن میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا ایک آفتابہ تھا۔ دوسرے آدمی کے ہاتھ میں سبز زمرد کا ایک طشت تھا اور تیسرے آدمی کے ہاتھ میں سفید حریر کا ٹکڑا تھا۔ اُن میں سے ایک آدمی نے ایک روشن اور چمکدار انگوٹھی نکالی۔ یہ ایسی انگوٹھی تھی کہ اسے دیکھنے سے آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ انہوں نے اس انگوٹھی کو سات مرتبہ دھویا اور پھر اس انگشتری کے ساتھ میرے لال محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں شانوں کے درمیان مہر لگادی۔ پھر اُس سفید ریشم کے ٹکڑے میں لپیٹ کر میرے بیٹے کو اٹھالیا۔ کچھ دیر اپنی آغوش میں رکھنے کے بعد انہوں نے میرے لال کو میرے حوالے کر دیا — اور واپس چلے گئے۔ (باختلافِ روایت شواہد النبوۃ ص ۵۷، مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷۔ فارسی)

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناف بُریدہ اور مختون آمد

حضور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم جب اس دُنیا میں تشریف لائے تو آپ کی ولادت دنیا کے دوسرے بچوں سے بہت مختلف تھی۔ معتبر روایات میں آتا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے، یعنی جب آپ

صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تو آپ کی ناف پہلے سے ہی کٹی ہوئی تھی اور آپ کے ختنے بھی قدرت کی طرف سے ہو چکے تھے اور اس بات پر اکثر سیرت نگاروں کا اتفاق ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

وُلِدَ النَّبِیُّ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) مَسْرُوْرًا مَخْتُوْنًا۔

ترجمہ: "نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بڑے ہشاش بشاش اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے"

(الدُّرُّ الْمُنْظَمُ فِی بَیَانِ حُکْمِ مَوْلَدِ النَّبِیِّ الْاَعْظَمِ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۵۱۔ الوفا، ص ۹۶، خصائص الکبریٰ، ص ۵۳، شواہد النبوۃ ص ۵۷)

حضرت شیخِ محقق، شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت بیان فرماتے ہیں — آپ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: "وہ عزت و عظمت جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ختنہ شدہ پیدا فرمایا اور میری شرم گاہ کو کسی نے نہیں دیکھا۔" (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷۔ فارسی)

(خصائص الکبریٰ، ص ۵۳، الوفا، ص ۹۷)

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ

Scanned with CamScanner

صلی اللہ علیہ وسلم

رضاعتِ مصطفیٰ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْشَأَ حَبِیْبَہٗ فِی الْاُمِّیِّیْنَ وَ اَرْضَعَہٗ مِنْ مُرْضِعَاتِ الصَّالِحَاتِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ ھُوَ عَادِلٌ حَتّٰی فِیْ رَضَاعَتِہٖ وَالسَّلَامُ عَلٰی اُمِّہِ الصَّالِحَۃِ وَ مُرْضِعَاتِہِ الطَّاھِرَاتِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعَلٰی مَنْ تَبِعَ دِیْنَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلَمْ یَجِدْکَ یَتِیْمًا فَاٰوٰی (پ۳۰ - سورۃ والضحیٰ)

ترجمہ: "کیا اُس نے تمہیں یتیم نہ پایا، پھر جگہ دی۔"

اس آیۂ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن کا تذکرہ فرمایا ہے، آج کے اس بیان میں مجھے رسولِ عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعت اور ایامِ رضاعت میں حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات و معجزات کو بیان کرنا ہے۔

رضاعت کے لغوی معنی

رضاعت کے لغوی معنی دُودھ پلانے کے ہیں۔ اسی حوالے سے شیرخوار بچے کو عربی زبان میں رضیع اور بچی کو رضیعہ کہا جاتا ہے اور دودھ پلانے والی دائی کو مُرضیعہ کہتے ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی رضاعی مائیں

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے ایامِ شیرخوارگی میں تین محترم بیبیوں کا دُودھ نوش فرمایا، ان میں سے اوّل حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی والدہ محترمہ ہیں۔ دوسرے نمبر پر حضرت ثُوَیبَہ یا ثُوبیہ ہیں، جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی تھیں۔ تیسری خوش قسمت خاتون جنہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دُودھ پلانے کا شرف حاصل ہوا ہے، وہ ہیں حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، ان کا تعلق عرب کے قبیلہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو سعد سے تھا۔ (سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۶ - مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹)

رضاعتِ اول

شیخ عبدالحق محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہورِ زمانہ سیرۃ النبی کی کتاب "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ وہ بختوں اور نصیبوں والی عورت جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دودھ پلانے کا سب سے پہلے شرف حاصل کیا، وہ ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثوبیہ ہے۔ جس رات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم اس جہانِ آب و گِل میں جلوہ گر ہوئے۔ اس رات ثوبیہ نے اپنے آقا ابولہب کو یہ خوشخبری سنائی کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے مرحوم بھائی کے گھر میں پھول سا ایک حسین و جمیل بیٹا عطا فرمایا ہے۔ ابولہب کو اپنے بھتیجے کی پیدائش کی بہت خوشی ہوئی۔ اُس نے اس خوشی میں اپنی اس لونڈی یعنی ثوبیہ کو اپنی انگلی سے اشارہ کرتے ہوئے کہا جا میں تجھے اس خوشی میں آزاد کرتا ہوں۔ اب تو جا کر میرے بھائی کے نوزائیدہ بیٹے کو دُودھ پلا۔ چنانچہ ثوبیہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سب سے پہلے دودھ پلایا (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۱۹ فارسی)

بعض روایات میں رضاعتِ اوّل کا تذکرہ اس سے مختلف بھی ملتا ہے۔ مثلاً "سیرتِ رسولِ عربی" میں مولانا علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ اس بارے میں لکھتے ہیں:

Scanned with CamScanner

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی والدہ ماجدہ نے کئی دن دودھ پلایا، پھر ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ نے چند روز ایسا ہی کیا۔ بعد ازاں حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے یہ خدمت اپنے ذمہ لے لی۔" (سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۶)

یہاں پر اگر ہم رضاعتِ اوّل سے مراد حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کے دودھ پلانے کے علاوہ دوسری عورتوں کی رضاعت لیں تو پھر یہ اختلاف اپنے آپ ختم ہو جاتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے علاوہ سب سے پہلے جس عورت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلایا وہ حضرت ثویبہ ہیں۔ شیخ محقق علیہ الرحمہ نے بھی آگے جا کر اس بات کو بیان کیا ہے، آپ فرماتے ہیں،

"حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات روز سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا دودھ نوش فرمایا اور چند دن ثویبہ کا دودھ پیا۔ اس کے بعد حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹، الوفا ص ۱۰۷)

بہرحال خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ولادتِ باسعادت کے بعد چند دن اپنی والدہ محترمہ کا دودھ نوش فرمایا۔ پھر کچھ دن ابولہب کی آزاد کردہ لونڈی ثویبہ کا بھی دودھ پیا اور یہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ پلانے سے پہلے کی بات ہے۔

حضرتِ ثویبہ کا ایمان

حضرت ثویبہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ دیکھا ہے اور آپ کے ایمان لانے کے سلسلہ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ کچھ محدثین کرام ان کو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحابیات میں شمار کرتے ہیں، لیکن سیرت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ثویبہ کی عزت اور احترام اُن کی رضاعت یعنی دودھ

پلانے کی وجہ سے کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں مدینہ منورہ سے کپڑے اور انعام و اکرام بھیجا کرتے تھے۔

حضرت ثویبہ جنگِ خیبر کے بعد ۸ھ میں فوت ہوئیں۔ فتح مکہ کے بعد جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ مکرمہ میں تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ثویبہ کے رشتہ داروں کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا، لیکن ان کا کوئی عزیز یا رشتہ دار تلاش کے باوجود نہ مل سکا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹، فارسی)

رضاعی بھائی

حضرت ثویبہ وہ خاتون ہیں جنہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دودھ پلایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے آپ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک طرف تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہیں اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی بھی ہیں۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹، فارسی، الوفا ص ۱۰۷)

دستورِ رضاعت

عربوں میں دستور تھا کہ وہ اپنے شیر خوار بچوں کو گرد و نواح کے دیہاتوں میں بھیج دیتے تاکہ یہ بچے ان دیہاتی علاقوں میں زندگی کے ابتدائی دن گزار سکیں اور دیہاتی لوگوں میں رہنے کی بدولت اُن کی ایک تو صحت اچھی ہو جاتی، دوسرا اُن کی زبان میں زیادہ فصاحت و بلاغت پیدا ہو جاتی اور اس فصاحت و بلاغت سے ان بچوں میں عربوں کی خاص خوبیاں بیدار ہو جاتی تھیں اور جس وقت بچہ دودھ چھڑانے کی عمر کو پہنچتا تھا تو اس کے وارث دودھ پلانے والی دائیہ کو معاوضہ ادا کر دیتے اور بچے کو واپس گھر لے آتے۔ یہی وجہ تھی کہ مکہ مکرمہ کے گرد و نواح کے دیہات کی عورتیں سال میں دو مرتبہ مکہ معظمہ میں آتی تھیں اور نوزائیدہ بچوں کو اُن کے ماں باپ سے حاصل کر کے اپنے ساتھ دیہاتوں میں لے جاتی تھیں۔

Scanned with CamScanner

جس سال مکۂ مکرمہ پر ہاتھیوں کا حملہ ہوا، یعنی ابرہہ نے ہاتھیوں کے لشکر کے ساتھ مکہ پر حملہ کیا۔ اس سال مکہ مکرمہ اور اس کے گرد و نواح میں سخت قحط سالی تھی سبزہ خشک ہو گیا پانی بمشکل ملتا تھا۔ انسانوں اور جانوروں کی حالت اس قحط سالی کی وجہ سے بہت پتلی تھی۔ اسی قحط سالی کے سال اور واقعۂ فیل کے تقریباً دو ماہ بعد رسولِ اعظم شفیعِ روزِ جزا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ولادت باسعادت ظہور میں آئی۔ اس سال کے موسمِ بہار میں قبیلہ بنی ہوازن کی شاخ بنو سعد کی دس عورتیں مکہ مکرمہ میں شیر خوار بچوں کی رضاعت کے سلسلہ میں آئیں۔

ان دس عورتوں میں ایک کا نام حلیمہ سعدیہ تھا۔

(سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۶، شواہد النبوۃ، ص ۶۱)

کاروانِ حلیمہ

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہ کا ننھا سا قافلہ ان نفوس پر مشتمل تھا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ، اُن کا ننھا سا شیر خوار بیٹا اُن کا شوہر حارث بن عبد العزیٰ سعدی اور ان کی ایک عدد دراز گوش (یعنی گدھی) اور ایک اونٹنی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹ – سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۶)

قافلے کی کیفیت

قحط نے اس قافلے کی حالت ناگفتہ بہ کر رکھی تھی۔ بھوک کے پیاسے رہنے کی وجہ سے اونٹنی کا دُودھ خشک ہو چکا تھا۔ وہ ایک گھونٹ دودھ بھی نہیں دیتی تھی۔ ان کی دراز گوش (یعنی گدھی) بھی نہایت ضعیف اور کمزور تھی اور بمشکل چلنے کی سکت رکھتی تھی۔ ادھر حضرت حلیمہ سعدیہ کی حالتِ زار یہ تھی کہ بھوکے پیاسے رہنے کی وجہ سے اُن کی چھاتیوں سے دودھ ختم ہو گیا تھا۔ یہاں تک کہ اُن کا اپنا بچہ بھی سیر حاصل دُودھ نہ پی سکتا تھا۔ اس لیے بھوکا ہی رہتا تھا اور ہر وقت بھوک کی وجہ سے بے چین و بے قرار رہتا تھا۔ الغرض سارے قافلے کی بھوک کے باعث حالت بہت ابتر تھی۔

(سیرتِ رسولِ عربی ص ۴۶ – مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۹ (فارسی) شواہد النبوۃ ص ۶۱)

قافلے کی کہانی حضرت حلیمہ کی زبانی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنے اس قافلے کی کیفیت خود بیان کرتی ہوئی فرماتی ہیں:

"میں قبیلہ بنی سعد بن بکر کی عورتوں کے ساتھ دُودھ پلانے کیلئے بچے کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئی۔ یہ زمانہ شدید قحط سالی کا تھا۔ آسمان سے زمین پر پانی کا ایک قطرہ تک نہیں برستا تھا۔ ہماری ایک گدھی تھی جو لاغری اور کمزوری کی وجہ سے چل بھی نہیں سکتی تھی اور ایک اونٹنی تھی جو دودھ کی ایک بوند بھی نہیں دیتی تھی۔ اس سفر میں میرا شوہر اور میرا بچہ تھا۔ ہماری تنگ دستی کا یہ عالم تھا کہ رات آرام سے گزرتی نہ دن چین سے۔"

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا مزید فرماتی ہیں:

"میرے قبیلے کی عورتیں جب مکہ پہنچیں تو بچوں کی تلاش میں لگ گئیں اور اُن تمام نے اپنے اپنے حصے کے بچے حاصل کر لیے سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے، کیونکہ جب وہ سنتیں کہ وہ یتیم ہیں، تو اُن کے یہاں جاتی ہی نہ تھیں۔ پھر یہ ہوا کہ تمام عورتوں نے امراء کے بچے حاصل کر لیے اور ایک میں ہی رہ گئی۔ مجھے اس دُرِّ یتیم کے سوا کوئی اور بچہ نظر نہ آتا تھا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ خدا کی قسم بچہ حاصل کیے بغیر واپس جانا مجھے بالکل پسند نہیں ہے، لہٰذا اگر کوئی بچہ نہیں ملتا تو میں ابھی جاتی ہوں اور اسی یتیم بچے کو ہی لے آتی ہوں۔" (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۰)

(شواہد النبوۃ ص ۱۶۱، الوفا ص ۱۰۸)

نکتہ: حقیقت حال یہ ہے کہ اس دُرِّ یتیم کو دائیاں چھوڑ کر نہیں گئی تھیں بلکہ خود سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی ان کا دودھ نوش فرمانا پسند نہیں فرمایا تھا۔

Scanned with CamScanner

حضورنبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو اُس دائی کا انتظار تھا، جس کا انتخاب پروردگارِ عالم نے اپنے محبوب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضاعت کے لیے پہلے سے فرما رکھا تھا، اس لیے کہ نبی جب پیدا ہوتا ہے، وہ اس وقت بھی نبی ہی ہوتا ہے۔ صرف اظہارِ نبوت یا اعلانِ نبوت اپنے مخصوص وقت پر کرتا ہے اور اس کو خدا تعالیٰ کے خبر دینے سے علم ہوتا ہے کہ اسے دودھ کس نے پلانا ہے اور کس کا دُودھ اُس نے نہیں پینا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بچپن میں جب فرعون کے محل میں پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ نے وہاں اُن کو قرار عطا فرما دیا تو فرعون نے بہت سی عورتوں کو بلایا کہ اس بچے کو دُودھ پلائیں، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان تمام عورتوں کا دودھ پینے سے انکار کر دیا اور اپنی والدہ کا انتظار فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ کی والدہ محترمہ دوسری دائیوں کی طرح ایک دودھ پلانے والی دائی بن کر تشریف لے آئیں تو پہلے آپ اپنی والدہ ماجدہ کا دُودھ نوشِ جاں کرنا شروع کر دیا۔ یعنی انہیں حکم تھا کہ تم نے دودھ پینا ہے تو صرف اپنی والدہ کا۔ اسی طرح حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی علم تھا کہ میری دائی حلیمہ سعدیہ ہے۔ اس لیے آپ نے کسی دوسری دائی کو پسند ہی نہ فرمایا اور انہیں باہر سے واپس بھیج دیا اور کسی دائی کا اندر آنا بھی پسند نہ فرمایا۔

وہ موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام تھے، جن کو دائیوں نے دودھ پلانا چاہا، مگر آپ نے اپنی والدہ کے پاکیزہ دودھ کے علاوہ کسی ناپاک عورت کے دودھ کا ایک قطرہ تک نہ پیا ـــــــ اور یہ حبیب خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں، جنہوں نے کسی دائی کو اپنے دروازے سے اندر آنے ہی نہ دیا اور پاکیزہ دائیوں کے علاوہ کسی اور دائی کا نہ دودھ پیا اور نہ ہی ایسا موقع فراہم کیا۔ معلوم ہوا کہ نبی بچپن میں بھی اپنی نگاہِ بصارت سے ملاحظہ فرماتا ہے ۔ اس لیے کہ نبوت وہبی یعنی عطائی ہے کسبی نہیں اور نبی کا معنی ہی غیب کی خبریں دینے والا ہے۔ نبی کا بچپن ہو یا شباب، وہ ہر دور میں کائنات کا مشاہدہ فرماتے ہیں ؎

جس نوں حاصل کرن دی خاطر پیاں مکّے وِچ دھاباں

اعظم لال حلیمہ لے گئی ہتھ ملدیاں رہ گئیاں دائیاں

درِ آمنہ پر حاضری

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے درِ اقدس پر حاضری دی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ دُودھ سے زیادہ سفید اُونی کپڑے میں لپیٹے ہوئے ہیں اور میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے مشک و عنبر کی خوشبو آ رہی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سبز ریشمی بستر پر لیٹے ہوئے ہیں اور ایک ننھا سا تکیہ آپ کے مبارک سر کے نیچے ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس حال میں لیٹے آرام فرما رہے ہیں اور ہلکے ہلکے خراٹے بھر رہے ہیں۔

دُرِ یتیم کے خراٹے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوتے میں ہلکے ہلکے خراٹے بھرا کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادتِ مبارکہ زندگی کے آخری ایام تک جاری رہی ـــ ہلکے ہلکے اور مدھم آواز میں خراٹے بھرنا مستحسن ہے اور اگر یہ عادت اس کیفیت کے متضاد ہو تو خلافِ سنت ہے۔ (شواہد النبوۃ ص۶۱، مدارج النبوۃ ج۲ ص۲)

حضور، حلیمہ کی گود میں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیدار کرنا چاہا تو اچانک میری نظر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال پر پڑی تو میں اُسی میں گم ہو گئی۔ پھر میں آہستہ سے آپ کے قریب ہوئی اور جھک کر دُرِ یتیم کو بڑے پیار اور نرمی کے ساتھ اپنے بازوؤں پر اٹھا لیا۔ پھر میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینۂ مبارک پر رکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چشمانِ کرم کو کھول دیا اور میری جانب نظرِ شفقت فرمانے لگے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی چشمانِ نوربار سے نُور کی ایک کرن پھُوٹی، اور آسمان کی طرف اٹھتی چلی گئی۔ میں نے یہ منظر دیکھا تو جوشِ محبت کے ساتھ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان سے چوم لیا اور آپ کو اپنی گود میں بٹھا لیا اور نبی کریم

Scanned with CamScanner

صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دُودھ پلانے کی تیاری کی۔

(بحوالہ مدارج النبوّۃ ج ۲، ص ۲۰، شواہد النبوّۃ ص ۶۱)

عالمِ شیرخوارگی میں انصاف

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے کہ میں نے جب حضور سرورِ کائنات صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دودھ پلانے کا ارادہ کیا تو سب سے پہلے اپنا دایاں پستان آپ کو پیش کیا۔ آپ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے دُودھ پینا شروع کر دیا۔ جب دائیں پستان سے دُودھ پی چکے تو میں نے آپ کو بایاں پستان پیش کیا، لیکن حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اس میں سے نہ پیا۔ (شواہد النبوّۃ ص ۶۱، مدارج النبوّۃ ج ۲ ص ۲۰ (فارسی)

طِفلی میں بھی انصاف ہی سے دُودھ پیا ہے
نِصف آپ لیا، نِصف برادر کو دیا ہے

نکتہ: حضور سرورِ عالم صلّی اللہ علیہ وسلّم سراپائے عدل وانصاف ہیں اور عدل آپ کی فطرتِ ثانیہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایامِ شیرخوارگی میں بھی عدل وانصاف کو قائم رکھا اور اپنے رضاعی بھائی کا حق مارنے سے پرہیز کیا۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس نازک عمر میں بھی اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ سے آپ کو الہام فرما دیا گیا تھا کہ اے حبیب! آپ عدل وانصاف کو قائم کرنے کے لیے تشریف لائے ہیں، لہٰذا دوسروں کا حق لینے سے اِجتناب فرمائیں۔

آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو علم تھا کہ میری اس رضاعی والدہ کے ذمہ دو بچّوں کو دودھ پلانا ہے۔ لہٰذا جب آپ دودھ نوش فرماتے تو صرف ایک ہی پستان استعمال میں لاتے اور دوسرا پستان اپنے رضاعی بھائی کے لیے بطورِ حصہ محفوظ چھوڑ دیتے تھے۔

(شواہد النبوّۃ ص ۶۲، مدارج النبوّۃ ج ۲، ص ۲۰ (فارسی)

(بحوالہ سیرت رسولِ عربی (صلّی اللہ علیہ وسلّم)، ص ۴۶ - ۴۷)

کاروانِ حلیمہ کی خوشحالی

پھر جناب حلیمہ سعدیہ نے حضرت آمنہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کی اجازت سے حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو حاصل کیا اور اپنے سینۂ مبارک سے لگا کر اپنے ڈیرے پر واپس لوٹ آئیں۔ ڈیرے پہنچ کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے اپنے فرزند اور حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو پھر دودھ پلایا۔ دونوں بچّوں نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر نے جب حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا تو آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے بے مثال حُسن وجمال پر فریفتہ ہو گیا اور اُس نے اس نعمتِ عظمیٰ کے ملنے پر سجدۂ شکر ادا کیا۔ پھر جب وہ اپنی اونٹنی کے پاس گیا تو اُس نے دیکھا کہ اُونٹنی کے تھن جن سے دُودھ کا ایک گھونٹ بھی برآمد نہ ہوتا تھا، اب وہ دُودھ سے بھرے ہوئے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا، اُس نے اونٹنی کا دُودھ دوہا اور اس دُودھ کو دونوں میاں بیوی نے خوب سیر ہو کر نوشِ جان کیا اور رات خوب آرام اور سیری کے ساتھ گزاری۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا شوہر حضرت حلیمہ سے کہنے لگا، اے حلیمہ! تجھے مبارک ہو کہ تم نے ایک مبارک اور عظیم ہستی کو حاصل کر لیا ہے۔ دیکھو اس مقدس ہستی کی بدولت قدرت نے ہمیں کتنی نعمتوں اور انعام واکرام سے نوازا ہے۔ مجھے امید ہے کہ یہ خیر وبرکت آئندہ بھی ہمیں نصیب ہوتی رہے گی۔ (شواہد النبوّۃ ص ۶۲، نشر الطّیب، ص ۲۲)

(مدارج النبوّۃ ج ۲، ص ۲۰ (فارسی) سیرتِ رسولِ عربی ص ۴۶ - ۴۷)

پلایا دُودھ جب اس طِفل کو تو ہو گئی حیراں!!
کہ چھاتی بن گئی تھی دُودھ کی ایک نہرِ بے پایاں

عجائبات کا ظہور

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات میں نے دیکھا کہ ایک نور حضور سرورِ عالم شفیعِ اعظم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو گھیرا ڈالے ہوئے ہے اور ایک سبز پوش شخص آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

سرہانے کھڑا ہے۔ میں نے جلدی سے اپنے شوہر کو بیدار کیا اور اس سے کہا کہ اٹھو اور اس منظر کو دیکھو۔ میرا شوہر کہنے لگا اے حلیمہ! خاموش رہو اور اپنی اس کیفیت کو پوشیدہ رکھو، اس لیے کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ جس رات یہ بچہ دنیا میں جلوہ گر ہوا تھا، اُس رات علماء و احبار نے کھانا پینا چھوڑ دیا تھا اور وہ بے چین و بے قرار پھر رہے تھے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۰ (فارسی) شواہد النبوۃ ص ۶۲)

قافلے کی واپسی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز وہ گھڑی اور وہ دن آگیا، جب ہم مکہ مکرمہ سے روانہ ہو رہے تھے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ہمیں رخصت کیا۔ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر دراز گوش پر سوار ہو گئی۔ جب میں سوار ہوئی تو اُس کی ناتوانی و کمزوری سرے سے غائب ہو گئی اور وہ نہایت چست و چالاک ہو گئی اور اس نے اپنی گردن کو بلند کیا اور بڑے فخر و ناز سے چلنا شروع کر دیا۔ جب ہم کعبہ کے قریب پہنچے تو اُس نے تین دفعہ قبلہ رُو ہو کر سجدۂ شکر ادا کیا اور پھر اپنے سر کو اوپر ہوا میں بلند کر لیا اور تیز رفتاری سے بھاگنا شروع کر دیا یہاں تک کہ قبیلہ کے باقی تمام جانوروں سے آگے نکل گئی۔ حالانکہ جب یہ مکہ آئی تھی تو نہایت نحیف و کمزور تھی اور اس ناتوانی کی وجہ سے سب جانوروں سے پیچھے رہ جاتی تھی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۰ — سیرت رسول عربی، ص ۴۷)

مگر اُس نے آج دکھلائی کچھ ایسی تیز رفتاری
جو آگے چل رہی تھیں اب وہ پیچھے رہ گئیں ساری
یکایک ہمرہوں کے پاس سے جس دم گزرتی تھی
تو ہر عورت تعجب کا وہیں اظہار کرتی تھی

(حفیظ جالندھری)

سواری کی برق رفتاری

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی سواری کی رفتار قافلے کی تمام سواریوں سے تیز تھی اور وہ اُن تمام سے آگے آگے جا رہی تھی۔ قافلے کے لوگ سواری کی اس رفتار کو دیکھ کر بہت حیرت زدہ تھے۔ وہ سوچ رہے تھے کہ یہ سواری پہلے تو بہت کمزور اور ناتواں تھی۔ قافلے کے تمام جانوروں کے پیچھے چلتی تھی۔ اب اچانک اس میں یہ بجلیاں کیسے بھر گئیں؟ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ قبیلہ کی عورتیں مجھ سے پوچھنے لگیں: اے ذویب کی بیٹی! کیا یہ وہی جانور ہے جس پر سوار ہو کر تو ہمارے ساتھ مکہ آئی تھی اور یہ تمہارے بوجھ کو اٹھانے میں بھی مشقت محسوس کرتا تھا اور اس کے لیے چلنا دوبھر ہو جاتا تھا۔ جواب دیا گیا: خدا کی قسم یہ وہی جانور ہے، وہی سواری ہے اور یہ وہی دراز گوش ہے، لیکن اس فرزندِ عظیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی بدولت اللہ تعالیٰ نے اس میں برکت ڈال دی ہے۔ (سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۷)

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۰ (فارسی) نشر الطیب ص ۲۲)

سواری کا شکرانہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے سُنا ہے کہ میری دراز گوش بارگاہِ رب العالمین میں شکرانے کا اظہار کر رہی تھی اور کہہ رہی تھی:

"مجھے میرے پروردگار کی قسم ہے میری شان بلند ہو گئی، میں مردہ تھی، مجھے اللہ تعالیٰ نے زندگی عطا فرمائی، میں لاغر اور نحیف تھی مجھے اللہ تعالیٰ نے قوت اور طاقت سے نوازا۔ اے بنی سعد کی عورتو! تعجب ہے تم پر کہ تمہیں خبر ہی نہیں ہوئی کہ میری پشت پر کون سواری کر رہا ہے اور کون سی ہستی میری پُشت پر جلوہ فرما ہے؟ میری پُشت پر سید المرسلین، خیر الاولین والآخرین، حبیب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہے۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۰ — دیکھئے سیرتِ رسولِ عربی ص ۴۷)

میں آج اپنے پیارے کو لے کر چلی ہوں — خدا کے دُلارے کو لے کر چلی ہوں
نصیبہ مرا ناز کرتا ہے مجھ پر — کہ روشن ستارے کو لے کر چلی ہوں
ہیں سب انبیا اُن کا منہ تکنے والے — میں کُل کے سہارے کو لے کر چلی ہوں
ہوئے دو جہاں جس کے جلووں سے روشن — اُسی ماہ پارے کو لے کر چلی ہوں
چلی رقص کرتی وہ یہ کہہ کے اکبر — مَیں آج اپنے پیارے کو لے کر چلی ہوں

ہاتفِ غیبی

آماں حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب ہم حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شیر خوارگی کے زمانہ میں مکہ مکرمہ سے اپنی بستی کی طرف لے جا رہی تھیں، تو راستے میں ہمارے دائیں بائیں سے یہ آوازیں سُنائی دیتی تھیں:

"اے حلیمہ! تو دولت مند ہوگئی ہے اور تو اپنے قبیلے کی سب سے زیادہ برگزیدہ ہستی بن گئی ہے ——— حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں بکریوں کے جس ریوڑ کے قریب سے گزرتی، اُس ریوڑ کی بکریاں میرے سامنے آ کر مجھے کہتیں: اے حلیمہ! کیا تجھے معلوم ہے کہ تیرا دودھ پینے والا کون ہے؟ یہ محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) ربّ السمٰوٰت والارض کے رسول اور تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔" پھر فرماتی ہیں:

"ہم جس جگہ بھی قیام کرتے، وہ جگہ سرسبز و شاداب ہو جاتی حالانکہ یہ زمانہ سخت قحط سالی کا تھا۔ جب ہم اپنی بستی میں پہنچے تو ہماری بستی میں بدحالی اور ویرانی تھی، ہر طرف خشک سالی اور قحط نے رونق مفقود کر دی تھی۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۰ (فارسی) معارج النبوۃ ص ۵۵ (فارسی)
(الوفا، ص ۱۰۹، نشر الطیب، ص ۲۳)

بستی کا مقدّر جاگ اُٹھّا

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بستی ویران اور اُجاڑ تھی۔ چراگاہیں خشک ہو چکی تھیں، جانور بھوکے رہتے تھے۔ بکریاں دودھ نہ دیتی تھیں، لیکن جونہی حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اس بستی میں آمد ہوئی تو حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر کی اور اس بستی کی قسمت بیدار ہو گئی۔ قبیلے کے لوگ خوش بخت تھے، اُن کا مقدّر جاگ اٹھا اور اُن کی قسمت کھُل گئی، نصیبہ نے یاوری کی اور خاص طور پر حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تو بہار آ گئی۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مویشی صبح کو چرنے کے لئے جاتے اور شام کو پیٹ بھر کر واپس گھر لوٹتے۔ بکریوں نے بہت زیادہ دودھ دینا شروع کر دیا، اتنا زیادہ دُودھ تھا کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر والے اس دودھ کو خوب سیر ہو کر پیتے اور اپنے آس پاس کے لوگوں کو بھی بھیجتے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے جانوروں کے مقابلے میں باقی لوگوں کے جانور شام کو بھوکے لوٹتے۔ ان جانوروں کے مالکوں نے اپنے چرواہوں سے کہنا شروع کر دیا کہ تم بھی اپنے جانوروں کو اُن ہی چراگاہوں میں لے جایا کرو جن میں حلیمہ سعدیہ کے جانور چرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ بھی اپنی بھیڑ بکریوں کو حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے جانوروں کے ساتھ چرانے لگے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اُن کے جانوروں میں بھی برکت ڈال دی، وہ بھی پیٹ بھر کر کھانے لگے اور خوب دودھ دینے لگے۔ اس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے اس بستی کی بدحالی خوشحالی میں بدل گئی اور بہار نے اس بستی میں ڈیرے ڈال دیئے (مدارج النبوۃ ج ۲ ص ۲۰ بحوالہ مواہب لدنیہ و زرقانی وغیرہ)
(الوفا ص ۱۰۹، معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۵ فارسی، نشر الطیب ص ۲۳)

ایہہ کون آیا جیہدے آیاں بہاراں مُسکرائیاں — کھِڑے نے پھُل تے کلیاں ہزاراں مُسکرائیاں
بڑی خوش بخت سی او سواری کھلی والے دی — حلیمہ سنہہ جد پھڑیاں مہاراں مُسکرائیاں

شیر خوارگی میں تسبیح

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میرے مدنی سرکار صلی اللہ علیہ وسلم میٹھی باتیں کرنے کی عمر کو پہنچے تو میں اکثر سنتی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یہ تسبیح فرمایا کرتے تھے: اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ سُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا ○

ترجمہ: "اللہ سب سے بڑا ہے، سب تعریف کے لائق وہی ذات ہے جو سب جہانوں کی پالنہار ہے اور اللہ تعالیٰ کو صبح بھی اور شام بھی پاکی ہے۔"

اور فرماتی ہیں کہ رات کے وقت میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب انور سے اکثر یہ آواز سنتی:

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُیُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّ لَا نَوْمٌ۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ پاک ہے۔ آنکھیں سوگئی ہیں، لیکن اُس رحمٰن ورحیم کو نہ نیند آتی ہے اور نہ ہی اُونگھ اُس پر غلبہ کرتی ہے۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی) معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۶ فارسی)

خوش نصیب قبیلہ

کس قدر خوش نصیب تھا وہ قبیلہ بنی ہوازن کا، اُس کا محلہ اُس کا وہ گھر جہاں اللہ تعالیٰ کی رحمت، نعمتِ عظمیٰ بن کر نازل ہوئی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بچی شیما اِس جوہر قابل کی قدر و منزلت کو پاگئی، اس لیے اُس نے اِس لال کو محبت میں جھوم کر سینے سے چمٹالیا۔ دونوں ماں بیٹی اب دیوانہ وار حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی اس امانت پر نثار ہوئی جاتی تھیں۔

365

حفیظ جالندھری اس منظر کی عکاسی ان الفاظ میں کرتے ہیں:

حلیمہ سعدیہ اس لال کی ایسی ہوئی شیدا
کہ اب اس کے سوا اس کو دکھائی کچھ نہ دیتا تھا
اگر دل شاد تھا اس سے تو گھر آباد تھا اس سے
بصارت تھا وہ آنکھوں کی کلیجہ کی وہ ٹھنڈک تھا
کھلاتی تھی، پلاتی تھی، رُلاتی تھی، ہنساتی تھی
بچھونا قلب تھا اس کا تو آنکھیں اس کا پنگوڑا تھا
نثار ہوتی تھی چہرے پہ فدا ہوتی تھی صورت پر
کبھی قربان پاؤں پر کبھی ہاتھوں پر پروانا
بلائیں چاند سے مکھڑے کی لے کر پیار کرتی تھی
نہ تھی فکر پینے کی نہ تھا کچھ ہوش کھانے کا
رضاعی بہنیں شیما اور انیسا بس یہی دو تھیں
عفیفہ تھیں، محبت کرنے والی تھیں دعاگو تھیں
رضاعی بھائی دو تھے جن میں عبد اللہ ہم سن تھا
یہ سب نگران تھے جب اللہ کا محبوب کم سن تھا
(شاہنامہ اسلام)

حضرت حلیمہ کی لوریاں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا خوب لوریاں دے دے کر اس لال گودڑی کے لال کو سلایا اور جگایا کرتی تھیں۔ اُن کے پیار بھرے گیت سرکار علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نیند کی میٹھی وادیوں میں لے جاتے اور پیاری پیاری لوریاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوابوں کی دنیا سے واپس کھینچ لاتیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حضور پُرنور شافع یوم النشور صلی اللہ علیہ وسلم کو سُلانے اور مدبھرے نغمے سنانے کا منظر حفیظ جالندھری نے اس طرح پیش کیا ہے:

گلے سے خوب چمٹا کر سلاتی لوریاں دیتی
یہ کہتی سو مرے بالے مرے نورِ نظر سو جا
اُجالا میرے گھر کا ہے میرا بھولا میرا بالا
میرے اس گھر کا گھر والا مرے لختِ جگر سو جا
جوانی کھیلتی آئی تو نندیا مالتی آئی
وہ اب آنکھ میں آئی میرے رشکِ قمر سو جا
امانت آمنہ کی ہے تو خدمت ہے حلیمہ کی
رہوں میں سرخرو مولا مرے خوشیوں کے گھر سو جا

پھر جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیدار کرتیں، تو بھی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو میٹھی میٹھی لوریاں سُنائیں اور پیار اور محبت کے ساتھ بیدار کرتیں،

اور یوں پیاری پیاری سُر کے ساتھ لوری سُناتیں ،

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی یَا مُحَمَّدْ — قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامْ
عَجَبًا لِلْمُحِبِّ کَیْفَ نَامْ — قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامْ
مَالِکُ الْمُلْکِ لَا یَنَامْ — قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامْ
طَالِبُ الْجَنَّۃِ لَا یَنَامْ — قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامْ
اَللَّوْحُ وَالْقَلَمُ لَا یَنَامْ
قُمْ قُمْ یَا حَبِیْبِیْ کَمْ تَنَامْ

کھلونا نُور کا

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچپن میں جب پنگوڑے میں لیٹے ہوتے، تو چاند کے ساتھ باتیں کرتے اور اس کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی کے ساتھ جس طرف اشارہ فرماتے چاند اُسی طرف کو جھک جایا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نورانی فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھُولے کو جھولایا کرتے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہ العزیز اس موقع پر جھُوم گئے اور فرمانے لگے ؎

چاند جُھک جاتا جدھر انگلی اُٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نُور کا

ایک اور شاعر حضرت جبریل علیہ السلام کے جھُولا جھولانے کے منظر کو یوں پیش کرتا ہے ؎

جبریل آئے جھُولا جھُلانے لوری دے ذیشان
سوجا سوجا رحمتِ عالم دوجگ کے سُلطان
نبی جی اللہ اللہ لَا اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ

حافظ ابوالقاسم تیمی رحمۃ اللہ علیہ نے "دلائل النبوۃ" میں بیان کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے نشاناتِ نبوت

میں سے جن باتوں نے مجھے اسلام کی طرف مائل کیا، اُن میں سے ایک یہ کہ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے بچپن میں پنگھوڑے میں لیٹے ہوئے تھے اور چاند آپ کے ساتھ کھیل رہا تھا۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام انگلی سے اشارہ کرتے۔ جس طرف آپ اشارہ کرتے، چاند اُسی طرف جھک جاتا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا، اے چچا جان ہم آپس میں باتیں کیا کرتے تھے۔ وہ مجھے رونے سے روکتا اور میرے پنگھوڑے کے پائے پر سجدہ کیا کرتا تھا اور میں اُس کی آواز بھی سُنا کرتا تھا۔ (شواہد النبوۃ ص ۶۸)
(معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۶ (فارسی) (الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۵۳ (عربی)

؎ چاند جُھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نُور کا

؎ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن — اُس خدا بھاتی صُورت پہ لاکھوں سلام

عالمِ شیر خوارگی میں طہارت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑوں میں بول و براز کیا ہو، بلکہ آپ کے بول و براز کا ایک وقت مقرر تھا، لہٰذا میں اس وقت آپ کو رفع حاجت کروا دیا کرتی تھی ـــــ کبھی ایسا ہوتا کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک پر دودھ وغیرہ کے نشانات رہ جاتے، میں ان نشانات کو صاف کرنے کے لیے جب بھی آگے بڑھتی، تو عالمِ غیب سے کوئی مجھ پر سبقت لے جاتا اور میرے صاف کرنے سے پہلے ہی وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دہنِ مبارک کو صاف کر دیتا۔"

مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی)، شواہد النبوۃ، ص ۶۳)

جبلّی حیا داری

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت میں حیا کا مادہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خود بھی بہت حیا دار تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین فرمایا کرتے تھے۔ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالی شان ہے:

فَاِنَّ الْحَیَاءَ مِنَ الْاِیْمَانِ ۰ (مشکوٰۃ شریف ص ۴۳۱ باب الحیاء)

ترجمہ: "بے شک حیا، ایمان کا حصہ ہے۔"

چنانچہ ایامِ شیر خوارگی میں جب کبھی آپ کا ستر کھل جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حرکت فرماتے اور رو رو کر اس بات کا احساس دلاتے کہ میرا ستر کھل گیا ہے، اسے ڈھانپ دو۔ چنانچہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اس حرکت سے مجھے معلوم ہو جاتا اور میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر ڈھانپ دیا کرتی تھی۔ اگر کبھی میری طرف سے اس کام میں تاخیر ہو جاتی تو کوئی غائب سے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ستر کو ڈھانپ دیا کرتا تھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی)

لڑکپن کی حیا داری

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کم سن بچے ہی تھے کہ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہم عمر لڑکوں کے ساتھ پتھر اٹھانے لگے —— اور انہیں ایک جگہ سے دوسری جگہ ڈھونے لگے۔ اس عمر کے بچوں کا یہ طریقہ ہوتا تھا کہ اپنی تہبند کی چادر اتار کر کندھے پر گدی بنا کر رکھ لیتے تاکہ پتھر جسم پر نہ چبھیں۔ کم عمری کی وجہ سے یہ بچے ننگے پھرنے میں کوئی عار محسوس نہیں کرتے تھے، لیکن حضور سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس موقع پر اپنے ننگے کندھوں پر ہی پتھروں کو اٹھا اٹھا کر لاتے رہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جبلّی حیا داری نے آپ کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ آپ بھی دوسرے بچوں کی طرح تہبند کی چادر اتار کر اسے کندھوں پر بطورِ گدی استعمال کر لیں۔ دوسرے بچوں نے بہت اصرار کیا کہ اپنی چادر اپنے کندھوں پر ڈال لو، ان پتھروں سے کہیں آپ کے کندھے زخمی نہ ہو جائیں، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے صاف

انکار کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی شیر خوارگی کی عمر میں اپنے ستر کے کھل جانے کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں فرماتے تھے۔

(نشر الطیب ص ۲۴۴، بحوالہ تواریخ حبیب اللہ، سیرت ابن ہشام)

نشو و نما کی کیفیت

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نشو و نما دوسرے بچوں سے بہت نرالی تھی۔ ایک دن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشو و نما اتنی ہوتی تھی کہ عام بچوں کی ایک ماہ میں ہوتی ہے اور ایک ماہ میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام اتنے پھلتے پھولتے جتنا کہ ایک عام بچہ ایک سال میں۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی) شواہد النبوۃ ص ۶۳)

علامہ کاشفی کا بیان

علامہ کاشفی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق کتاب "معارج النبوۃ" میں امام مروزی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "مناظر" کے حوالے سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نشو و نما کے متعلق لکھتے ہیں:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب دو ۲ ماہ کے ہوئے تو بچوں کے ساتھ ہر طرف لڑھکتے جاتے تھے۔ جب تین ۳ ماہ کے ہوئے تو اٹھ کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ چار ۴ ماہ کی عمر میں دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھ کر ہر طرف چلتے تھے۔ پھر پانچ ۵ ماہ کی عمر میں چلنے پھرنے کی پوری توانائی حاصل کر لی۔ جب چھ ۶ ماہ کی عمر کو پہنچے تو تیز تیز چلنا شروع کر دیا۔ جب سن مبارک سات ماہ کو پہنچا تو ہر طرف بھاگتے پھرتے تھے۔ آٹھ ۸ ماہ کی عمر میں اتنی صاف باتیں کرنا شروع کر دیں کہ انہیں بخوبی سمجھا جا سکتا تھا اور نو ۹ ماہ کی عمر میں فصیح کلام کرنا شروع کر دیا اور پھر جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دس ۱۰ ماہ کو پہنچی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیر اندازی میں دوسرے بچوں سے آگے ہوتے تھے اور فرمایا کرتے تھے:

لِلّٰهِ دَرُّكَ يَا نَفْسُ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ (معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۵ (فارسی)

ترجمہ: "یعنی اے نفس! تیری خیر ہو، میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں۔"

لب کشائی

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جو بات ارشاد فرمائی اور میں نے جو پہلی کلام آپ کے پیارے منہ سے سنی۔ وہ یہ تھی،

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ قُدُّوْسًا قُدُّوْسًا نَامَتِ الْعُيُوْنُ وَالرَّحْمٰنُ
لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس قابل نہیں کہ اس کی عبادت کی جائے۔ وہ ذات پاک ہے۔ آنکھیں سو گئی ہیں، لیکن اس ذاتِ رحمٰن کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔" (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی)، معارج النبوۃ رکن ۲، ص ۵۵ (فارسی))

نورِ خدا کی کرنیں

سورج کی روشنی کی مانند ایک نور ہر روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اُترتا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ نور اپنے اندر چھپا لیتا۔ پھر کچھ دیر کے بعد وہ نور بکھر جاتا۔ روزانہ دو سفید پرندے اور ایک روایت کے مطابق دو سفید پوش نورانی مرد آتے اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گریبان میں داخل ہو کر غائب ہو جاتے۔ اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ روتے اور نہ ہی بدخلقی کا اظہار فرماتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کیفیت شروع سے ہی اس طرح رہی تھی۔ اس روایت کو شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت ملا کاشفی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتابوں مدارج النبوۃ اور معارج النبوۃ میں نقل کیا ہے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی) معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۶ (فارسی))

سایۂ ابر

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو گھر سے زیادہ دور نہیں جانے دیتیں تھیں۔ ایک دن اُن سے اس معاملہ میں ذرا غفلت ہو گئی اور حضور اکرم دوپہر کے وقت اپنی رضاعی بہن شیما کے

ساتھ بھیڑوں کے ریوڑ میں تشریف لے گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کو اس بات کی خبر ہوئی تو وہ تلاش میں نکلیں۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کیا دیکھتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بہن شیما کے ساتھ بھیڑوں کے ریوڑ میں ہیں۔ ماں نے بیٹی کو اس پر ڈانٹا اور کہا، اے شیما! تو اتنی تیز دھوپ میں میرے اس لاڈلے کو باہر لے کر کیوں آئی ہے؟ شیما نے عرض کی: اماں جان! میرے اس ننھے سے پیارے بھیا کو دھوپ کی تیزی کچھ نہیں کہتی، اس لیے کہ بادل کا ایک ٹکڑا اس دھوپ میں ان پر سایہ کیے رہتا ہے جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہرتے ہیں وہاں بادل بھی ٹھہر جاتا ہے اور جب چلنے لگتے ہیں تو بادل بھی چلنا شروع کر دیتا ہے۔

(سیرتِ رسولِ عربی ص ۷۴ — مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی) نشر الطیب ص ۲۲)
(الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۵۸ — معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۸ (فارسی))

ثانی ترا کونین کے کشور میں نہیں ہے
بس حد ہے کہ سایہ بھی برابر میں نہیں ہے (اکبر وارثی)

کہیں گر دھوپ میں محبوب جاتا تھا
تو ابر آکر وہیں چھاتا لگاتا تھا (اکبر وارثی)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر بادل کا سایہ فگن رہنا بچپن ہی سے تھا۔ علماء فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ سایہ دائمی نہیں تھا، بلکہ یہ صورتِ حال ضرورت کے وقت سامنے آتی تھی۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۱ (فارسی)، نشر الطیب، ص ۲۲)

عَنْ ذَكْوَانَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَكُنْ يُرٰى لَهٗ ظِلٌّ فِيْ شَمْسٍ وَلَا قَمَرٍ۔ (رواه الترمذی، خصائص الکبری ص ۶۸)

ترجمہ: "حضرت ذکوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ چاند سورج کی روشنی میں کبھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔"

Scanned with CamScanner

ظہورِ نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عالمِ کفر پر اثرات

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْحَقِّ اِلٰی عِبَادِہٖ وَنَجَّاھُمْ مِنَ الْبَاطِلِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنْ جَآءَ بِالْحَقِّ لِیُزْھِقَ الْبَاطِلَ وَھُوَ سَیِّدُنَا وَمَوْلَانَا وَنَبِیُّنَا مُحَمَّدٌ وَالسَّلَامُ عَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَعُلَمَآءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○ اَمَّا بَعْدُ ط

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ○ (پ ۱۵، سورۃ بنی اسرائیل، آیت ۸۱)

ترجمہ: ”اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بے شک باطل کو مٹنا ہی تھا۔“

اس آیۂ کریمہ میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد اور باطل قوتوں کی تباہی و بربادی کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام دنیا میں تشریف لائے تو ایران کا آتش کدہ بجھ گیا۔ کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے اور عالمِ کفر میں ہلچل مچ گئی ——— جب نورِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم بشکلِ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اس جہانِ آب و گِل میں ظاہر ہوا تو دنیائے کفر پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس کی تباہی و بربادی کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو گئے، اس لیے کہ بارگاہِ خداوندی سے اعلان ہو رہا تھا،

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَھَقَ الْبَاطِلُ ط اِنَّ الْبَاطِلَ کَانَ زَھُوْقًا ط (پ ۱۵۔ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۸۱)

ترجمہ: ”اور فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا، بیشک باطل کو مٹنا ہی تھا۔“

مولانا حالیؔ ”مسدس“ میں فرماتے ہیں ؎

یکایک ہوئی غیرتِ حق کو حرکت — بڑھا جانبِ بوقبیس ابرِ رحمت
ادا خاکِ بطحا نے کی وہ ودیعت — چلے آتے تھے جس کی دیتے شہادت
ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا
ہوئے محو عالم سے آثارِ ظلمت — کہ طالع ہوا ماہِ برجِ سعادت
نہ چٹکی مگر چاندنی ایک مدت — کہ تھا ابر میں ماہتابِ رسالت
یہ چالیسواں سال لطفِ خدا سے
کیا چاند نے کھیت غارِ حرا میں

چنانچہ بہت سے ایسے واقعات ظاہر ہوئے جن سے عالمِ کفر کو خبردار کر دیا گیا کہ اب تمہاری زندگی کا چراغ گُل ہونے والا ہے۔

محلّاتِ کسریٰ پر لرزہ

ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ جس وقت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو شہنشاہ کسریٰ کے محلّات پر لرزہ طاری ہوا اور وہ کانپنے لگے، جس کی وجہ سے کسریٰ کے ایک محل کی چھت کے اوپر بنے ہوئے چودہ کنگرے اپنی جگہ سے ٹوٹ کر زمین پر آ گرے (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۷ فارسی)

عجیبہ

بعض علماء نے اس چودہ کے عدد سے یہ اشارہ اخذ کیا ہے کہ چودہ کنگروں کا گرنا اس بات کی علامت تھی کہ خاندانِ

کسریٰ کی حکومت اب صرف چودہ بادشاہوں تک محدود رہ گئی تھی اور ان چودہ بادشاہوں کے بعد اس خاندان کی حکومت اپنے انجام کو پہنچنے والی تھی ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے بعد اگلے چار سالوں میں اس تخت پر یکے بعد دیگرے دس بادشاہ آئے اور بقیہ چار بادشاہوں نے حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے زمانے تک باری باری حکومت کی ۔ (بحوالہ المذاہب) ۔ روضۃ الاحباب میں بھی یہی لکھا ہے کہ ان چار بادشاہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہ تک ہی حکومت کی ۔

(مدارج النبوۃ ، ج ۲، ص ۱۷ (فارسی)

مختصر یہ کہ ولادتِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ملک ایران پر صرف چودہ بادشاہوں نے حکومت کی ۔ ان چودہ بادشاہوں کے بعد ایران پر کافر بادشاہوں کی حکومت ختم ہو گئی اور مسلمان ایران کے تاج و تخت پر قابض ہو گئے ۔

دریائے ساوی خشک ہو گیا

ان واقعات میں سے ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ دریائے ساوی اچانک خشک ہو گیا اور اس کا سارے کا سارا پانی زمین نگل گئی ۔ دوسری طرف ایک پہاڑی نالہ جس کو وادیٔ سماوی کہا جاتا تھا اور یہ کہ یہ نالہ ایک ہزار سال سے خشک پڑا تھا ، جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو یہ پانی سے بھر گیا اور اس وادی میں پانی بہنا شروع ہو گیا (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۸ (فارسی)

آتش کدۂ فارس بجھ گیا

ایران کے اندر چونکہ مجوسی مذہب کو ماننے والے لوگوں کی کثرت تھی اور مجوسی لوگ آگ کے پجاری ہوتے ہیں ، اس لیے ایران کے لوگوں نے جگہ جگہ آگ کے الاؤ جلا رکھے تھے ۔ یہ لوگ اس کے ارد گرد بیٹھ کر اپنے طریقے کے مطابق عبادت کرتے تھے ۔ ان

آگ جلانے کی جگہوں کو آتش کدہ کہا جاتا تھا ۔ ان آتشکدوں میں ایک ایسا آتش کدہ بھی تھا جو باقی تمام آتشکدوں میں بڑا اور قدیم تھا ۔ اس آتش کدے میں ہزاروں سال سے آگ روشن تھی اور یہ لوگ اس آتش کدے سے کبھی بھی آگ کو بجھنے نہیں دیتے تھے لیکن جب حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارک ہوئی ، تو ایران کا یہ سب سے بڑا اور پرانا آتش کدہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے اپنے آپ اچانک بجھ گیا اور اس کی آگ جلنا بند ہو گئی تھی ۔ اس آتش کا بجھ جانا ان مجوسی لوگوں کے لیے ایک بہت بڑے خطرے اور بُرے وقت کی علامت تھی ، چنانچہ وہ اس کے بجھ جانے پر ہراساں ہو گئے ۔

(بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۸ (فارسی)

حوبدان نے خواب دیکھا

جب ان واقعات و حالات کی خبر شہنشاہ ایران بادشاہ کسریٰ کو پہنچائی گئی تو وہ بہت پریشان ہوا ، لیکن اُس نے اپنی پریشانی کا اظہار دوسرے لوگوں پر نہیں ہونے دیا ، بلکہ اس پریشانی کو اپنے دل میں رکھا ۔ اسی دوران ایران کے سب سے بڑے قاضی حوبدان نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا ۔ اُس نے دیکھا کہ موٹے موٹے تندرست و توانا اونٹ اور چُست و چالاک عربی گھوڑے دوڑتے چلے آ رہے ہیں ۔ ان گھوڑوں نے دریائے دجلہ کو عبور کیا اور ایران کے شہروں میں پھیل گئے ۔

یہ خواب دیکھ کر قاضی بہت گھبرایا اور اس کی تعبیر معلوم کرنے کے لیے اس نے ملک کے تمام ماہر تعبیر دانوں کو جمع کر کے اپنا خواب سنایا ۔ انہوں نے خواب کی تفصیلات معلوم کر کے اس پر غور و فکر کیا اور پھر بتایا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ عرب کے علاقوں میں کوئی ایسا واقعہ وقوع پذیر ہونے والا ہے کہ جس کے باعث عرب متحد ہو کر اپنی قوت کو یکجا کر لیں گے اور پھر وہ ہمارے ان علاقوں کو فتح کر لیں گے اور ہمارے ان علاقوں پر عربوں کا قبضہ ہو جائے گا ۔" (بحوالہ مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۸ (فارسی)

Scanned with CamScanner

شہنشاہِ ایران نے جب اِن حالات کو دیکھا اور سُنا تو ان واقعات کی وجہ معلوم کرنے کے لیے اپنے آدمیوں کو اس زمانے کے ماہر کاہنوں یعنی نجومیوں کے پاس بھیجا اور کچھ لوگوں کو خاص طور پر اُس زمانے کے سب سے بڑے کاہن سطیح کے پاس بھیجا۔

سطیح

سطیح اس زمانے کا سب سے بڑا اور ماہر کاہن یعنی نجومی تھا۔ اس شخص کے بارے میں بڑی عجیب و غریب قسم کی باتیں مشہور تھیں۔ کہتے ہیں کہ اس شخص کے جسم میں کوئی جوڑ نہیں تھا، اس لیے وہ اپنے آپ کھڑے ہونے پر قدرت نہیں رکھتا تھا اور اسی طرح نہ ہی وہ خود بخود بیٹھ سکتا تھا۔ اس کا کھڑا ہونا اس طرح تھا کہ جب اُسے غصہ آجاتا تو غصے کے عالم میں اس کا جسم مشک کی طرح پھول جاتا اور اس کے ساتھ ہی وہ اُٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔ اسی طرح اس کے بارے میں یہ بھی مشہور تھا کہ انگلی کے پوروں کی ہڈیوں اور سر کی ہڈیوں کے سوا اس کے جسم میں کوئی ہڈی نہیں تھی۔ لہٰذا جب لوگ اسے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا چاہتے، تو کپڑے میں لپیٹ کر گٹھڑی کی طرح اٹھا لیتے اور جہاں لے جانا ہوتا لے جاتے۔ بعض روایات میں آیا ہے کہ نہ اُس کا سر تھا اور نہ اُس کی گردن، بلکہ اس کا منہ اُس کے سینے میں تھا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۸ (فارسی)

سطیح کی عمر

کہا جاتا ہے کہ سطیح کی عمر چھ سو سال تھی۔ جب اس سے کہانت کی اور اَن دیکھی باتیں معلوم کرنا مقصود ہوتا تو اس کے جسم کو اس طرح ہلایا جاتا جیسے لسی کے برتن کو ہلایا جاتا ہے۔ ایسا کرنے سے اُس کا سانس پھول جاتا اور اُس سے جو باتیں پوچھی جاتیں، وہ ان کا جواب دینا شروع کر دیتا۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۱۸ (فارسی)

سطیح کی کہانت

جب شہنشاہ کسریٰ کے بھیجے ہوئے آدمی سطیح کاہن کے پاس آئے تو اُس وقت اس پر سکراتِ موت کا عالم طاری تھا۔ آنے والوں نے اسے اپنے مذہب اور طریقے کے مطابق سلام کیا اور اپنے

بادشاہ کا سلام بھی اُسے پہنچایا، لیکن سطیح کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر ان لوگوں نے کچھ شعر پڑھے، جن میں بادشاہِ کسریٰ یعنی شاہِ ایران کے سوالات بیان کیے گئے تھے اور ملک کے اندر پیدا ہونے والے عجیب و غریب حالات کا تذکرہ کیا گیا تھا۔ ان میں سے چند اشعار درج ذیل ہیں ۔

اصم ام یسمع غطریف الیمن — ام فاد فازلم به شاو العنن
یا فاصل الخطة اعیت من ومن — وكاشف الكربة عن وجه غضن
اتاك شيخ الحي من آل سنن — وامه من آل ذئب بن حجن
ازرق بهم الناب صرار الاذن — ابيض فضفاض الرداء والبدن
رسول قيل العجم يسري بالرسن — لا يرهب الرعد ولا ريب الزمن
تجوب بي الارض علنداة شزن — ترفعني وجنا وتهوي بي وجن
حتى اتى عاري الجآجي والقطن — تلفه في الريح بوغاء الدمن
كانما حثحث من حضني ثكن

(دلائل النبوۃ ج ۱، ص ۱۲۸)

مفہوم: ”کیا تو بہرہ ہو گیا ہے کہ سُنتا نہیں یا ملک الموت کے قبضہ میں چلا گیا ہے اور تیری رُوح کا پرندہ قالب کے پنجرہ سے اُڑنے والا ہے۔ اے مخلوقات کی مشکل کشائی کرنے والے اور اے باریکیوں کی گرہیں کھولنے والے، وقت ہے کہ دیدۂ عبرت کو کھول اور ان مختلف راستوں میں سے سیدھا راستہ دکھا۔ جان لے اور آگاہ ہو کہ عجیب صورتیں اور معانی پردۂ غیب سے عالمِ شہود میں ظہور پذیر ہو رہے ہیں اور ان حقائق کے استفسار کے لیے شاہِ عجم کسریٰ کی طرف سے تیری جانب آیا ہوں۔“

جب سطیح نے اُس آدمی (جس کا نام عبدالمسیح تھا) کے یہ اشعار سُنے تو اُس نے اپنا سر اوپر اٹھایا، جیسا کہ اُس کا طریقہ تھا اور عبدالمسیح کے جواب میں کہنے لگا:

عَبْدُ الْمَسِيحِ عَلٰى جَمَلٍ مُسِيحٍ، اِلٰى سَطِيحٍ، وَقَدْ اَوْفٰى عَلَى الضَّرِيحِ بَعَثَكَ مَلِكُ بَنِيْ سَاسَانَ لِارْتِجَاسِ الْاِيْوَانِ، وَخُمُوْدِ النِّيْرَانِ وَرُؤْيَا الْمُوْبِدَانِ، رَأٰى اِبِلًا صِعَابًا، تَقُوْدُ خَيْلًا عِرَابًا قَدْ قَطَعَتْ دِجْلَةَ وَانْتَشَرَتْ فِيْ بِلَادِهَا يَا عَبْدَ الْمَسِيحِ، اِذَا كَثُرَتِ التِّلَاوَةُ وَظَهَرَ صَاحِبُ الْهِرَاوَةِ وَفَاضَ وَادِي السَّمَاوَةِ وَغَاضَتْ بُحَيْرَةُ سَاوَةَ، خَمَدَتْ نَارُ فَارِسٍ۔ فَلَيْسَ الشَّامُ لِسَطِيحٍ شَامًا، يَمْلِكُ مِنْهُمْ مُلُوْكٌ وَمَلِكَاتٌ عَلٰى عَدَدِ الشُّرُفَاتِ، وَكُلُّ مَا هُوَ اٰتٍ اٰتٍ۔ ثُمَّ قَضٰى سَطِيحٌ مَكَانَهُ۔ (دَلَائِلُ النُّبُوَّةِ ج ۱، ص ۱۲۸ (عربی)

(معارج النبوۃ رکن دوم ص ۴۹ (فارسی)

ترجمہ و مفہوم: "عبدالمسیح سطیح کی طرف اُس وقت آیا کہ سطیح عالمِ آخرت کی طرف سفر کرنے کے لیے رختِ سفر باندھ رہا ہے اور بہ شہنشاہِ نوشیرواں کا قاصد بن کر اُن چند واقعات کے بارے میں پوچھنے آیا ہے کہ جو دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں مثلاً شاہِ کسریٰ کے محلات پر زلزلہ طاری ہونا اور اُس کے کنگروں کا گرنا' آتش پرستوں کی آگ کا ٹھنڈا ہو جانا، مؤبد مؤبدان (قاضی القضاۃ) کا خواب دیکھنا کہ سرکش و تند خو اُونٹ عربی گھوڑوں کو ہانکے لیے جاتے ہیں' یہاں تک کہ اُنہیں دجلہ کے پار لے گئے ہیں اور انہیں ایران کے شہروں میں پھیلا دیا ہے۔ اے عبدالمسیح جب دریائے ساوی عاشقانِ مشتاق کے جگر کی طرح آتشِ فراق کی تپش سے خشک ہو جائے گا اور وادیٔ سماوی دیدۂ عشاق کی طرح شوق کی آگ کی جلن سے پانی سے

بھر جائے گی' تو کلامِ ربّانی کی کتاب کی آیتیں تلاوت کرنے والے اور گلشن سرائے قرآن کی بلبلیں قرأتِ قرآن اور تلاوتِ فرقان میں مگن ہو جائیں گی اور صاحبِ عطا یعنی محمّد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی بعثت کا جھنڈا علی الاعلان عوام الناس کے سروں پر بلند ہو گا۔ عالمِ شہود کے مغنّی' اُس پیاری ہستی کے درد کے گیت کو چمنِ فلک اور ملائکہ کی بزم میں عشق و مستی کی لے سے گائیں گے۔ بابل جو اہلِ فارس کا مقام ہے اور شام جو سطیح کی آرام گاہ ہے' نہیں رہے گا۔ مراد یہ کہ بابل سے عجمی لوگوں کی حکومت ختم ہو جائے گی اور سطیح اس دارِ فانی سے کوچ کر جائے گا۔ اس کے بعد محل کے گرے ہوتے کنگروں کی تعداد کے برابر ساسانی خاندان کے مرد و عورت حکومت کریں گے اور پھر حکومت ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی اور جو کچھ ہونے والا ہے' وہ ہو جائے گا' یہ کہہ کر وہ کاہنِ اعظم گرا اور اُس کی رُوح اس دارِ فانی سے کوچ کر گئی۔"

عبدالمسیح نے سطیح کے بتائے ہوئے جوابات کو قلمبند کیا اور شہنشاہِ ایران نوشیرواں کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے ان تمام احوال سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے کہا: جب تک ہمارے چودہ افراد حکومت کریں گے' اُس میں تو ایک طویل عرصہ ابھی باقی ہے اس کے ذہن میں پہلے بادشاہوں فریدوں' ضحاک اور افراسیاب وغیرہ کی طویل عرصہ کی حکومتیں تھیں' لیکن اُسے کیا معلوم تھا کہ اگلے چار سالوں میں دس افراد کی حکومت اپنے انجام کو پہنچ چکی ہو گی۔ اور ان تمام میں سے صرف دو بادشاہ شان و شوکت والے ہوں گے۔ یعنی ہرمز اور پرویز اور اس کے بعد عجم کے شہروں میں فتنہ و فساد برپا ہو جائے گا۔

ان چودہ بادشاہوں میں سے آخری بادشاہ یزدگرد بن شہریار تھا اور یہ بادشاہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ حکومت میں اس دُنیا سے رخصت ہوا۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے جب اس کے ملک کو فتح کر لیا تو یہ شکست کھا کر بھاگا اور اس نے

اپنے گھوڑے کا رُخ خراسان کی طرف کر دیا۔ مَرو میں ایک آسیابان کے ہاتھ چڑھ گیا جس نے اسے قتل کر دیا اور یہ ۳۱ھ کا زمانہ تھا اور اس کے بعد کوئی بادشاہ اس قوم سے نہ آیا۔

کجا شد فریدوں وضحاک وجم   شہانِ عرب خسروانِ عجم
ہمہ خاک دارند بالین وخشت   خوش آنکس کہ جز تخمِ نیکی نہ کِشت

ترجمہ ومفہوم "کہاں ہیں فریدوں اور ضحاک جیسے عظیم بادشاہ اور کہاں ہیں شاہانِ عرب اور خسروانِ عجم کے وہ بدن جن پر اطلس وکمخواب کے لباس زیبِ تن رہتے تھے۔ وہ سارے کے سارے زمین میں تہِ خاک ہو گئے۔ خوش قسمت تو وہ شخص ہے جو اس دنیا میں نیکی کا بیج بوئے بغیر نہیں گیا۔ یعنی جب دنیا سے گیا، تو وہ نیکی کا رختِ سفر اس کے ساتھ تھا۔"

(بحوالہ معارج النبوّۃ رُکنِ دوم، ص ۵۰ فارسی)

کہانت کا خاتمہ

جس رات حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ اُس رات قریش کے کاہنوں یعنی نجومیوں کو شیطان کی طرف سے خبریں ملنا بند ہو گئیں اور ان لوگوں کی مجلسوں سے شیطانی تعلیم وتربیّت کا سلسلہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گیا، لیکن اکثر علماء اور محدثین نے اس نشانی کو بعثت کی علامتوں میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ حدیث پاک میں آتا ہے:

لَا كَهَانَةَ بَعْدَ النُّبُوَّةِ (معارج النبوّۃ رکنِ دوم، ص ۷۴ فارسی)

ترجمہ: "نبوّت کے بعد کوئی کہانت نہیں ہے۔"

اس حدیث پاک میں نبوّت، یعنی اعلانِ نبوت کے بعد کہانت کے خاتمے کا اعلان کیا گیا ہے۔

مُہرِ سکوت ثبت تھی شاہانِ وقت پر

علامہ معین الدین کاشفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس شب حضور سرورِ دوعالم شفیعِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیائے فانی میں آمد ہوئی اس رات تمام رُوئے زمین کے بادشاہ اور شہنشاہ قوّتِ گویائی سے محروم کر دیئے گئے۔ اور یہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے انتہائی جاہ وجلال اور آپ کی عظمت وشان کی علامت تھی، اس لیے کہ خالقِ ارض وسما نے اپنے حبیب کو شہنشاہِ ارض وسما بنا کر دنیا میں بھیج دیا تھا، اس لیے غرور وتکبّر اور اپنی بڑائی کی باتیں کرنے والے لوگوں کی زبانوں پر تالے لگا دیئے گئے تھے۔ (معارج النبوّۃ رکنِ دوم، ص ۷۴ (فارسی)

اختتامِ رضاعت

سِنِّ انفطام

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دُودھ چھڑانے کے زمانے میں ہم فراخی، تازگی اور خیر وبرکت سے مالا مال تھے۔ جب حضور اکرم شفیعِ معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دو سال ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قد وقامت اور جسامت میں چار سال کے لڑکوں کے برابر تھے۔ دو سال کی عمر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دُودھ چھڑا دیا گیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے خاوند کے ہمراہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ کے پاس لے گئے، جبکہ ہمارے دل آپ کی جدائی برداشت کرنے کا حوصلہ نہ رکھتے تھے، کیونکہ حضور نبیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبّت والفت اور انس وپیار ہمارے دلوں میں گھر کر چکا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب جُدائی کی گھڑی آئی تو ہمارے دل بہت بے چین ہو گئے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ہمارے لیے ایک عظیم مصیبت تھی

ان دنوں شہرِ مکہ میں ایک مہلک وبا پھیلی ہوئی تھی اور اس وبا کی زد میں آکر بہت سے لوگ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکے تھے۔ بہت سے سُورما جنہیں اپنی جوانیوں اور بازوؤں کی قوت پر گھمنڈ تھا، وہ بھی اس سیلابِ وبا میں تنکے کی طرح بہتے چلے گئے تھے۔ یہ وہی زمانہ تھا جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمرِ مبارک دو سال کی ہوئی تھی اور حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آپ کی والدہ محترمہ کے پاس واپس لے کر آئی تھیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے خاوند کے ہمراہ مکہ معظمہ میں داخل ہوئیں اور حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر پہنچیں۔ مکہ معظمہ پہنچ کر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو مکہ مکرمہ میں پھیلی ہوئی اس وبا کا علم ہوا جس پر وہ بہت گھبرائیں اور انہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر و عافیت کی فکر دامن گیر ہوئی۔ دوسری طرف انہیں اس بات سے کچھ تسکین بھی ہوئی کہ اس وبا سے بچاؤ کے بہانے وہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مزید کچھ عرصہ کے لیے مانگ سکتی ہیں۔ چنانچہ جب وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُن کی امانت اُن کے سپرد کر دی اور ساتھ ہی عرض کرنے لگیں: "اے آمنہ! یہ مکہ میں پھیلی ہوئی اس بیماری سے بہت خوفزدہ ہوں۔ مجھے اس لال کی فکر دامن گیر ہے کہ کہیں یہ بھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہو جائے۔ اگر آپ پسند فرمائیں، تو میں اس بچے کو واپس اپنے قبیلے میں لے جاؤں اور جب تک اس بیماری کا زور ہے، میں اس بچے کو اپنے ہی پاس رکھوں تاکہ یہ اس مہلک بیماری سے محفوظ رہے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو بھی اپنے لختِ جگر کی فکر ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو اجازت مرحمت فرما دی کہ وہ حضور سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس گاؤں واپس لے جائیں۔ اس پر حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بہت خوش ہوئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر پھر اپنے قبیلے میں

خوشی خوشی واپس لوٹ گئیں۔ اس طرح حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پھر دوبارہ قبیلۂ بنو سعد میں واپس چلے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دوبارہ آمد کی خبر سُن کر تمام لوگوں کی خوشی اور مسرت کی کوئی انتہا نہ رہی۔ اس واپسی کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کم و بیش ایک سال تک اس قبیلے میں قیام پذیر رہے اور واقعہ شقِ الصدر کے بعد آپ کی مکہ معظمہ کی طرف واپسی ہوئی۔ (بحوالہ معارج النبوۃ رکنِ دوم، ص ۷۵ (فارسی)

(سیرت رسولِ عربی، ص ۴۸ — مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۲ (فارسی)

عیسائیوں نے پہچان لیا

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر آمد پہلی اُمتوں کو آپ کے متعلق بتائی گئی نشانیوں کی مدد سے ہو چکی تھی۔ ان عیسائیوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت سی نشانیوں کا علم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اہلِ کتاب ان نشانیوں کی بدولت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہچان لیا کرتے تھے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہمارا گزر حبشہ کے عیسائیوں کے پاس سے ہوا۔ اُن کی نظر جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ انور پر پڑی تو اُن کی حالت عجیب و غریب ہو گئی — وہ لوگ جس کام میں لگے ہوئے تھے اسے چھوڑ دیا اور تیز تیز نظروں سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے لگے اور پھر ہمارے گرد جمع ہو کر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق سوالات کرنے لگے۔ کچھ دیر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے کندھوں کو غور سے دیکھتے رہے۔ پھر حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی سرخی اُن کی توجہ کا مرکز بن گئی۔ وہ لوگ مجھ سے پوچھنے لگے: اے بی بی! کیا اس بچے کی آنکھیں خراب ہیں؟ میں نے جواب دیا: نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ اے محترم خاتون! ہم سے جتنا چاہے مال لے لے اور ہم پر یہ احسانِ عظیم کر دے کہ یہ بچہ ہمارے حوالے کر دے، ہم اس بچے کو اپنے وطن حبشہ لے جانا چاہتے ہیں — یہ بچہ یقیناً اللہ تعالیٰ کا ایک برگزیدہ بندہ اور اُس کا آخری پیغمبر ہے اور یہ بچہ بڑی عظمتوں

Scanned with CamScanner

اور نعمتوں کا مالک ہے۔ ہم نے اپنی کتابوں میں اس بچّے کی تمام علامتیں لکھی ہوئی دیکھی ہیں ——— حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں مجھے ان لوگوں سے بہت خوف آیا۔ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا اور ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر پیچھے سے وہاں سے نکل آئے۔

(شواہد النبوۃ ص ۶۴، دلائل النبوۃ ص ۶۲ ج ۱، معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۶ فارسی)

بکریوں کی رعیّت

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سُستی اور کاہلی سے بے حد پرہیز کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ عادت مبارکہ بچپن ہی سے تھی۔ چنانچہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک دو ۲ سال سے اوپر ہوئی، جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے خاصے بڑے ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم رضاعت کی عمر سے بھی گزر چکے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا سے کہا، امّی جان! کیا بات ہے کہ میرے بھائی سارا دن مجھے گھر میں نظر نہیں آتے۔ صرف رات کو گھر میں آتے ہیں اور صبح پھر کہیں چلے جاتے ہیں۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: بیٹے! تمہارے بھائی بھیڑ بکریاں چرانے کے لیے باہر چلے جاتے ہیں اور شام کو گھر واپس آتے ہیں، اس لیے وہ دن کے وقت تمہیں گھر میں دکھائی نہیں دیتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رضاعی والدہ سے عرض کیا: اماں جان! آپ لوگوں نے مجھے گھر کے اس تنگ و تاریک ماحول میں کیوں محدود کر رکھا ہے؟ میں بھی اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگل میں بکریاں چرانے کے لیے جایا کروں گا اور جنگل میں جا کر جنگل کی کھلی آب و ہوا سے لُطف اندوز ہوا کروں گا۔ یہ کہتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مازاغ البصر والی پیاری پیاری چشمِ مبارک سے آنسوؤں کے موتی لڑھکے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری رخساروں پر بہتے چلے گئے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اس کو مناسب خیال نہیں کرتی تھیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

گھر سے دُور تشریف لے جائیں، اس لیے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کسی قسم کی تکلیف میں مبتلا نہیں دیکھ سکتی تھیں، چنانچہ وہ جتنی معذرت کرتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا اتنا ہی شدّت اختیار کرتا آخر کار حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصرار کے سامنے بے بس ہو گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے بچّوں کے ہمراہ چراگاہ میں بھیجنے پر رضا مند ہو گئیں۔

اگلی صبح حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ انور میں کنگھی کی، سُرمہ لگایا، اچھے کپڑے پہنائے اور نظرِ بد سے حفاظت کی خاطر ایک یمنی تعویذ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں باندھ دیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس تعویذ کو توڑ کر پھینک دیا اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں ایک چھڑی اُٹھائی اور اپنے رضاعی بھائیوں کے ساتھ خوشی خوشی باہر تشریف لے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم روزانہ ہی جنگل میں تشریف لے جاتے، اپنے بھائیوں کے ساتھ بکریاں چراتے اور جنگل کی سیر کرتے۔ یہ سلسلہ کچھ عرصہ تک جاری رہا۔ (معارج النبوۃ، رکن دوم، ص ۵۷ (فارسی)

شقّ الصدر

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بھائیوں کے ساتھ جنگل میں تشریف لے جاتے دو تین ماہ گزر گئے تو ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ دوپہر کا وقت تھا حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا فرزند ضمرہ روتا ہوا بھاگتا ہوا، پسینہ میں شرابور ہانپتا اپنی والدہ محترمہ کے پاس آیا اور کہنے لگا، امی جان! میرا قریشی بھائی اس وقت بہت مشکل میں ہے۔ اتنی مصیبت میں ہے کہ مجھے اس کے زندہ بچنے کی بھی توقع نہیں ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے یہ خبر سنی تو بہت حیران ہوئیں اور ازحد گھبرائیں اور اپنے بیٹے سے دریافت کرنے لگیں کہ اس میرے لال کو کیا ہوا ہے؟ بیٹے نے جواب دیا کہ ہم سب

Scanned with CamScanner

بھائی جنگل میں کھیل رہے تھے اور بکریاں چرا رہے تھے، اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ دو سبز پوش آسمان سے اترے، انہوں نے ہمارے قریشی بھائی کو اٹھا لیا اور پہاڑ پر لے گئے۔ پہاڑ پر لے جا کر انہیں لٹا دیا اور چھری سے پیٹ چاک کر دیا۔ وہ لوگ ابھی تک اس جگہ موجود ہیں۔ اب مجھے معلوم نہیں کہ وہ کس حال میں ہے، زندہ ہے بھی یا نہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بہت گھبرائیں اور یہ ساری باتیں سن کر از حد پریشان ہوئیں وہ اور اُن کا شوہر دونوں اُس پہاڑ کی طرف بھاگے، جس کا تذکرہ اُن کے بیٹے نے کیا تھا۔ جب وہ جنگل میں اُس پہاڑ کے قریب گئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بہت سکون و اطمینان سے پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہیں اور ٹکٹکی باندھ کر آسمان کی جانب دیکھ رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹوں پر تبسم بھی کھیل رہا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ روشن ہے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا جب پہاڑ پر پہنچیں، تو انہوں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں اور آپ کی پیشانی مبارک کے بوسے لیے اور فرمانے لگیں: اے میری جان! مجھے حسرت کی تپش میں جلا کر خود مسکرا رہے ہو: تمہارا کیا حال ہے؟ تمہیں کس نے تکلیف پہنچائی ہے؟ —— حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، امی جان! میں بالکل خیریت سے ہوں۔ ہوا یہ کہ جب میں اپنے بھائیوں کے ساتھ اپنے گھر کے قریب جنگل میں کھیل رہا تھا تو اچانک تین سبز پوش شخص ظاہر ہوئے (ایک روایت میں دو سفید پوش بھی آیا ہے) ایک آدمی کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا، دوسرے کے ہاتھ میں سنہری سبز رنگ کا طشت تھا اور وہ سبز طشت برف سے بھرا ہوا تھا۔ وہ آدمی مجھے اُٹھا کر اس پہاڑ پر لے گئے۔ ایک آدمی نے مجھے بڑے پیار کے ساتھ زمین پر لٹا دیا۔ پھر انہوں نے میرے سینے سے لے کر ناف تک شگاف کر دیا۔ مجھے اس سے کچھ تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ میں اس منظر کو با ہوش و حواس اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔

پھر اُن میں سے ایک نے میرے پیٹ میں ہاتھ ڈالا اور میری انتڑیوں کو باہر نکال لایا۔ ان انتڑیوں کو سفید برف کے ساتھ غسل دیا اور پھر دوبارہ پیٹ کے اندر اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر دوسرا آدمی آگے بڑھا اور پہلے آدمی سے کہنے لگا: اٹھو! تم اپنے کام کو انجام دے چکے ہو۔ پھر اُس آدمی نے اپنا ہاتھ شگاف میں داخل کیا اور میرے دل کو باہر نکالا، دل کے دو ٹکڑے کیے۔ ان ٹکڑوں میں سے ایک کے اندر سے ایک سیاہ رنگ کی چیز کو باہر نکالا اور پھینک دیا اور ساتھ ہی کہنے لگا: اے اللہ کے حبیب! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر میں یہ حصہ شیطان کا وسوسہ تھا جس کو میں نے نکال کر پھینک دیا ہے اور آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شیطان کے وسواس سے بے پرواہ کر دیا ہے۔ پھر اُس آدمی نے اپنے پاس سے کسی چیز کے ساتھ میرے دل کو بھر دیا۔ وہ چیز اتنی نرم اور شیریں تھی کہ اس طرح کی نرم و نازک اور میٹھی چیز میں نے نہیں دیکھی —— ایک دوسری روایت کے مطابق وہ اپنے ساتھ سکینہ لائے تھے اور اس کے ساتھ میرے دل کو بھر دیا —— اور پھر دل کو جسم کے اندر اپنی جگہ پر رکھ دیا اور اس پر ایک نورانی مُہر ثبت کر دی۔ میں اُس مہر کی چاشنی اور لذت کو ابھی تک اپنے دل اور اعصاب میں محسوس کر رہا ہوں —— پھر ان تینوں میں سے ایک اور یعنی تیسرا آدمی آگے بڑھا اور اپنے دونوں ساتھیوں سے کہنے لگا کہ تم دونوں نے اپنے حصے کا کام پورا کر دیا ہے، لہٰذا اب تم دونوں ایک طرف ہو جاؤ اور مجھے اپنا فرض ادا کرنے دو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ آدمی میرے پاس آیا اور اس نے اپنا ہاتھ میرے جسم پر رکھا جس سے میرے سینے کا پیدا شدہ شگاف بند ہو گیا۔ ان سبز پوشوں میں سے دوسرے نے کہا کہ انہیں اُمت کے دس افراد کے ساتھ وزن کرو۔ جب وزن کیا گیا، میں بھاری نکلا۔ پھر ایک سو آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا، میں پھر بھاری نکلا۔ پھر ہزاروں آدمیوں کے مقابلے میں میرا وزن کیا گیا، میں تب بھی بھاری نکلا۔ ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا انہیں

چھوڑ دو، اگر تمام امت کے افراد کے ساتھ بھی ان کا وزن کیا گیا تو یہ تب بھی بھاری نکلیں گے ۔ چنانچہ مولانا روم علیہ الرحمہ اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں ؎

چوں درکفِ سُلطاں شدم　　یکہبہ بُودم کاں شدم
گر در ترازو دیم نہی　　مىداں میزاں بشکنم

ترجمہ: "جب میں بادشاہ کے ہاتھ میں چلا گیا، تو میں ایک دانہ تھا کان ہو گیا
اگر مجھے ترازو میں رکھ دو، تو ترازو کے پلڑے کو میں توڑ دوں گا"

حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ پھر اُس آدمی نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے بٹھایا ۔ تینوں آدمیوں نے میرے سر اور چہرے کو بوسہ دیا اور کہا اے اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب! آپ ہرگز نہ ڈریں ۔ اگر آپ کو یہ معلوم ہو کہ آپ کے لیے کیا کچھ سعادتیں ہیں اور کون کون سی رحمتوں کے دسترخوان سجائے گئے ہیں، تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آنکھوں کی روشنی یقیناً اور بڑھ جائے اور آپ خوشی سے جھُوم جائیں ۔ پھر اُن لوگوں نے مجھے یہ کہہ کر اسی جگہ چھوڑا اور خود آسمانوں کی بلندیوں میں گم ہو گئے ۔ میں انہیں کو دیکھ رہا تھا ۔ اگر آپ کہیں تو اے میری امی جان! میں آپ کو بھی وہ جگہ دکھا دوں جہاں وہ لوگ گم ہوئے ہیں (شواہد النبوۃ ص ۶۵ ــ معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۸ (فارسی)
(الوفا ص ۱۱۰ ــ نشر الطیب از اشرف علی تھانوی ص ۴۲)

حقیقت یہ ہے کہ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے سینہ مُبارک سے ناف تک اس شق الصدر کا نشان موجود تھا اور آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے خاص خاص صحابہ کرام اس نشان کو دیکھنے کا شرف حاصل کیا کرتے تھے اور اس واقعہ کی کیفیت حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی زبانِ اقدس سے سُنا کرتے تھے ۔ (بحوالہ معارج النبوۃ رکن دوم ص ۵۹ (فارسی)

دشمن کاہن

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ جب میں نے حضور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کے یہ احوال دیکھے

اور واقعہ شق الصدر کی تفصیلات سنیں تو میں بہت پریشان ہوئی ۔ میں نے اس کا ذکر قبیلہ کے ایک آدمی سے کیا ۔ اُس نے مشورہ دیا کہ کسی کاہن کے پاس لے جاؤ اس لیے کہ اس بچّے پر کسی جن بھوت کا سایہ ہو گیا ہے ۔ حضرت حلیمہ فرماتی ہیں کہ میں آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ایک کاہن کے پاس لے گئی اور اسے ساری صورتِ حال کہہ سنائی ۔ میری باتیں سُن کر وہ کاہن اپنی جگہ سے اُٹھا، آگے بڑھا اور حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اپنے سینے سے چمٹا کر چلّانے لگا: اے آلِ عرب! آؤ اور اپنے اوپر نازل ہونے والی مصیبت کو ٹال دو، اس بچّے کو قتل کر دو ۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا اور اس بچّے کو زندہ چھوڑ دیا، تو کل جوان ہو کر یہ تمہارے اندر فتنہ پیدا کر دے گا ۔ یہ ایک نیا دین پیش کرے گا، ایسا دین جو نہ تمہارے دیکھنے میں آیا ہو گا نہ سنتے ہیں، اور یہ بچہ تمہارے دین کو مٹا ڈالے گا، اس لیے اس بچّے کو ہرگز زندہ نہ چھوڑو ـــــــ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے اُس ملعون کاہن کی یہ حرکتیں دیکھیں اور اس طرح کی باتیں سُنیں، تو میں نے آگے بڑھ کر حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو اُس سے چھین لیا اور اُس سے کہا مجھے تو یوں لگتا ہے جیسے تم پاگل ہو گئے ہو جو اس طرح کی بے ہودہ باتیں کرتے ہو اور احمقوں اور پاگلوں جیسی حرکتیں کرتے ہو ۔ چاہیے تو یہ کہ تجھ کو کسی کاہن کے پاس لے جایا جائے اور تمہارا علاج کروایا جائے ۔ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تو اس طرح کی بکواس کرے گا، تو میں کبھی تیرے پاس نہ آتی ـــــــ میں ہرگز کسی کو اس بات کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ میرے لال کو قتل کر ڈالے ۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ کوئی تیرا بیٹا ہو اور وہ تجھے قتل کر ڈالے ۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم کو ساتھ لے کر واپس گھر تشریف لے آئیں ۔
(شواہد النبوۃ ص ۶۶ ۔ معارج النبوۃ رکن دوم، ص ۵۹ (فارسی)

امانت سیدہ آمنہ کے سپرد

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس عجیب و غریب واقعہ کے بعد میرے خاوند اور میرے رشتہ داروں نے مجھ سے کہا کہ اس سے پہلے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کوئی تکلیف پہنچے، تم اسے اس کے دادا جان حضرت عبد المطلب کے پاس واپس چھوڑ آؤ۔ میں نے اس بات پر بہت غور کیا اور یہی نتیجہ نکالا کہ اس بچے کا مزید میرے پاس رہنا اچھا نہیں ہے۔ چنانچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ ماجدہ کے پاس چھوڑ آنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

دُرِّ یتیم کھو گیا

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن ہم نے ننھے بچے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنے ساتھ لیا اور انہیں ان کی والدہ محترمہ کے پاس واپس پہنچانے کی غرض سے مکہ مکرمہ کی طرف سفر پر روانہ ہو گئے۔ جب ہم مکہ معظمہ کے قریب پہنچے، تو ایک مقام پر کچھ دیر قیام کیا۔ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بٹھا کر قضائے حاجت کے لیے کچھ دور چلی گئی۔ واپس آئی تو کیا دیکھتی ہوں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر موجود نہیں ہیں۔ میں نے اِدھر اُدھر دیکھا مجھے کہیں دکھائی نہ دیئے۔ پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آوازیں دیں، لیکن ان کا بھی کوئی جواب نہ ملا۔ میں بہت پریشان ہوئی۔ پھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کرنے نکلی، میرے منہ سے بار بار نکلتا وَا مُحَمَّدَاہ، وَا مُحَمَّدَاہ (ہائے محمد، ہائے محمد، صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے قرب و جوار میں ہر جگہ تلاش کیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ ملے۔ جب میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ملنے سے مایوس ہو گئی، تو میں نے اُونچی آواز میں آہ و بکا کرنا شروع کر دی۔

(شواہد النبوۃ ص ۶۷۔ معارج النبوۃ رکن دوم ص ۶۰ (فارسی))

شیخ محقق شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "مدارج النبوۃ" میں لکھتے ہیں کہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مجھے نہ ملے تو میں نے اپنے سر کو پیٹ لیا اور وا محمدا، وا محمدا ——— ہائے محمد، ہائے محمد کہہ کر پکارنے لگی ——— اتنے میں ایک بوڑھا شخص لاٹھی ٹیکتا ہوا میرے پاس آیا اور مجھے پوچھنے لگا، اے سعدیہ! (یعنی اے قبیلۂ بنو سعد کی عورت) تجھ پر کونسی مصیبت آ پڑی ہے؟ جو تو یوں آہ و بکا کر رہی ہے؟ میں نے جواب دیا ——— میں نے محمد بن عبد اللہ کو ایک عرصہ تک دودھ پلایا ہے، اب میں اُسے لے کر اُس کے دادا عبد المطلب اور اُس کی والدہ کے پاس واپس کرنے آئی تھی کہ وہ اس مقام پر مجھ سے کھو گیا ہے اور تلاشِ بسیار کے باوجود مجھے نہیں مل رہا۔ میں اسی وجہ سے رو پیٹ رہی ہوں۔ اُس بوڑھے نے جواب دیا، اے خاتون! تو مت رو اور نہ ہی غمگین ہو۔ میں تجھے تیرے کھوئے ہوئے بچے کا پتہ معلوم کرنے کے لیے ایک ہستی کے پاس لے جاتا ہوں جو تیرے بچے کا پتہ بتا دے گی۔ میں نے پوچھا وہ ہستی کونسی ہے؟ اُس نے کہا وہ صنمِ اعظم یعنی ہُبل ہے۔ یعنی وہ بہت بڑے مرتبے والا ہے، اُسے پتہ چل جائے گا کہ تیرا بچہ کدھر ہے؟ میں نے اُس بوڑھے سے کہا تیرا ستیاناس ہو، تجھے پتہ نہیں کہ یہ بچہ تو وہ ہے کہ جس کی ولادت پر سارے بُت تھرتھرا کر گر گئے تھے اور ٹوٹ پھوٹ گئے تھے۔ تیرا بُت ہُبل کیسے اس کا سامنا کر سکتا ہے اور اس کا پتہ بتا سکتا ہے؟ بوڑھا زبردستی مجھے ہُبل کے پاس لے گیا۔ اس نے میری مصیبت کا تذکرہ اُس کے سامنے کیا۔ کہنے لگا، اے میرے آقا! تمہارا لُطف و کرم اور فضل و عنایت ہمیشہ سے قریش پر رہا ہے اور کوئی حاجت مند تمہاری بارگاہ سے بے نیل و مرام نہیں لوٹا۔ اُس عورت کا بچہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کہیں گم ہو گیا ہے اور مِل نہیں رہا، جس کی وجہ سے اس نے رو رو کر اپنے آپ کو بے حال کر لیا ہے۔ اگر آپ اسے اس کے بچے کی طرف راہنمائی کر دیں تو تمہاری بہت مہربانی ہو گی۔ ہُبل اور اُس کے قریب کے دوسرے بُتوں نے جب حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم کا نامِ نامی اسمِ گرامی محمد سُنا تو وہ سب کے سب منہ کے بل زمین
پر آگرے۔ اور اُن کے اندر سے یہ آواز سنائی دی، اے بے وقوف بوڑھے!
ہمارے سامنے سے دُور ہٹ جا اور اُس فرزندِ عظیم کا نام ہمارے سامنے نہ لے تجھے
پتہ نہیں کہ یہ وہ ذات ہے کہ جس کے ہاتھوں ہماری سطوت و شوکت کا شیرازہ بکھرنے
والا ہے، اس کی بدولت ہم بھی تباہ و برباد ہو جائیں گے۔ اس فرزندِ ارجمند کا پالنہار
ہرگز ہرگز اسے گم نہیں ہونے دے گا۔ وہ ہر حال میں اس کا محافظ و نگہبان ہے۔

(بحوالہ شواہد النبوۃ ص ۶۷ — مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳ (فارسی)
(معارج النبوۃ رکن دوم، ص ۶۰ (فارسی) — الوفا ص ۱۶)

اُس بوڑھے نے جب یہ باتیں سُنیں تو اُس پر لرزہ طاری ہو گیا اور اُس نے مجھ سے
کہا اے سعدیہ! تیرے بیٹے کا پروردگار اُسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا۔
لہٰذا تو اس کے لیے پریشان نہ ہو اور خاموشی کے ساتھ اُسے تلاش کر۔

دُرِّ یتیم کی تلاش

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ حالات دیکھ کر میں بہت زیادہ خوفزدہ ہوئی، میں سیدھی
حضرت عبد المطلب کے پاس پہنچی۔ اُن کو پہلے ہی اس سارے واقعہ کی اطلاع مل چکی
تھی۔ میں نے اس واقعہ کی مزید تفصیلات سے آگاہ کیا ـــــ میں نے کہا، اے
ابو حارث! میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو بڑے دھیان اور دیکھ بھال کے ساتھ
آپ کے پاس لا رہی تھی۔ جب مکہ مکرمہ کے قریب پہنچی تو اُسے ایک جگہ بٹھا کر میں
قضائے حاجت کے لیے کچھ دُور چلی گئی، جب واپس آئی تو اُسے وہاں موجود نہ پایا۔
جب حضرت عبد المطلب نے مجھ سے یہ واقعات سنے تو آپ اُٹھے اور کوہِ صفا پر تشریف لے
گئے اور پکار کر کہنے لگے؛ اے آلِ غالب! سب میرے پاس جمع ہو جاؤ۔ آپ کی
پکار پر سب لوگ جمع ہو گئے اور کہنے لگے؛ اے ہمارے سردار کیا بات ہے؟ خیر تو

ہے جو ہمیں یُوں پکارا ہے؟ انہوں نے کہا، میرا بیٹا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
گم ہو گیا ہے، اُس کو تلاش کرنا ہے۔ یہ سُن کر سب قریشی حضرت عبد المطلب کے ساتھ
حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳ (فارسی) شواہد النبوۃ ص ۶۸ — الوفا ص ۱۱۶)

حضرت عبد المطلب اپنے قبیلے کے لوگوں کے ساتھ ہر طرف جنگلوں، پہاڑوں
اور ریگستانوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے، لیکن حضور نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ پتہ نہ چلتا تھا۔ حضرت عبد المطلب جب حضور اکرم صلی اللہ
علیہ وسلم کو تلاش کر رہے تھے، ان کی زبانِ مبارک پر یہ اشعار جاری تھے ـــ

أَلْقِي عَسَاكِرًا قُوَّادِي ثَمَّهُ
كَيْ أَنْظُرَ فِي أَهْلِ وِدَادِي ثَمَّهُ
أَمَّا قَدَمِي تُوَصِّلُنِي مَقْصُودِي
وَأَتْرُكُ رَأْسِي كَفُؤَادِي ثَمَّهُ

(معارج النبوۃ رکن دوم، ص ۶۱ (فارسی)

ترجمہ: "میں نے لشکر کو اس جگہ بھیجا، جہاں میرا دل تھا تاکہ میں دیکھوں
کہ میری محبت والوں میں وہ کہاں ہے؟ اس لیے کہ میرے قدم مجھے
میری منزل تک پہنچا دیں اور میں اپنے دل کی طرح اپنے سر (دماغ)
کو بھی وہیں چھوڑ دوں۔"

جان و دل ہوش و خرد سب تو مدینے پہنچے
تم نہیں چلتے رضا سارا تو سامان گیا (اعلیٰ حضرت)

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کچھ پتہ نہ چلا تو حضرت عبد المطلب نے اپنے
ساتھیوں کو وہیں چھوڑا اور خود بیت اللہ شریف کی طرف آ گئے اور بارگاہ

Scanned with CamScanner

ربّ العزت میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پانے کی التجائیں ان الفاظ میں کرنے لگے ؎

یَا رَبِّ رُدَّ رَاکِبِی مُحَمَّدًا
رُدَّ اِلَیَّ وَاتَّخِذْ عِنْدِیْ یَدًا
اَنْتَ الَّذِیْ جَعَلْتَہٗ لِیْ عَضُدًا
اَنْتَ الَّذِیْ سَمَّیْتَہٗ مُحَمَّدًا
لَا یُعْبُدُ الدَّھْرُ بِہٖ فَیُعْبَدُ
یَا رَبِّ اَنَّ مُحَمَّدًا لَمْ یُوْجَدُ

(الوفا ص ۱۱۶ — معارج النبوۃ رکن دوم ص ۶۱ (فارسی)

ترجمہ: "اے میرے پروردگار! میرے سوار محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لوٹا دے میری طرف لوٹا دے اور اسے میرے سامنے لے آ۔ تو ہی وہ ذات ہے کہ جس نے اُسے میرا سہارا بنایا ہے اور تو نے ہی اس کا نام محمّد رکھا ہے۔ اس کے باوجود کہ زمانہ اُس کی تعظیم نہیں کرتا، پھر بھی اُس کی تعظیم کی جاتی ہے۔ اے میرے پروردگار! بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نہیں مل رہے"۔

حضرت عبدالمطلب انہی مناجات میں تھے کہ اچانک غیب سے آواز آئی کہ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:

"محمّد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا پروردگار اُس کا محافظ ہے، وہ اُسے ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گا۔"

(معارج النبوۃ رکن دوم ص ۶۱ (فارسی) مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳۔ (فارسی) (شواہد النبوۃ (مترجم) ص ۶۸ — الوفا، ص ۱۱۶)

حضرت عبدالمطلب نے پوچھا، اے ہاتفِ غیبی! یہ بتا کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ جواب ملا کہ وہ اس وقت وادیٔ تہامہ میں یمنی درخت کے پاس ہے۔ چنانچہ

ایک روایت کے مطابق ندا آئی کہ وہ اس وقت کیلے کے درخت کے پاس ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے سمتہ بار لگائے اور وادیٔ تہامہ کی طرف چل دیئے۔ راستے میں ورقہ بن نوفل، جس نے بعد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وصحبہٖ وسلم کی نبوت کی خبر دی تھی وہ بھی مل گیا، پھر دونوں مل کر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں وادیٔ تہامہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وادی میں پہنچے تو دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ایک درخت کے نیچے آرام فرما ہیں اور اس کے پتوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ دوسری روایت کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیلے کے درخت کے نیچے کھڑے اس کی ملائم ملائم شاخوں پر ہاتھ پھیر رہے ہیں۔ (بعض نے یمنی درخت، بعض نے کیلے کا درخت اور بعض نے کھجور کا درخت کہا ہے)

حضرت عبدالمطلب نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، تو بہت خوش ہوئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم چونکہ بچپن میں اکثر قبیلہ بنو سعد میں رہے تھے اور وہیں اپنا زیادہ تر وقت گزارا تھا، اس لیے انہیں حضرت عبدالمطلب کی پہچان نہ تھی۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے حضرت عبدالمطلب نے پوچھا:

مَنْ اَنْتَ یَا غُلَامُ ؟

ترجمہ: "اے لڑکے تو کون ہے؟"

آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے جواب دیا:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

ترجمہ: "میں محمّد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔"

حضرت عبدالمطلب نے فرمایا، اے بیٹے! تجھ پر میری جان قربان ہو جائے میں تمہارا دادا عبدالمطلب ہوں۔ پھر جناب عبدالمطلب نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کو سواری پر اپنے آگے بٹھایا اور خوشی خوشی مکّہ مکرّمہ واپس آ گئے۔ مکّہ معظمہ پہنچ کر

Scanned with CamScanner

بہت سا سونا، بہت سے اونٹ صدقہ میں دیئے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو طرح طرح کے انعامات سے نوازا اور انہیں مالا مال کر دیا۔ پھر وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کا غم لے کر اپنے قبیلے میں چلی گئیں۔"

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳ (فارسی) معارج النبوۃ رکن دوم ص ۶۲ (فارسی)

(شواہد النبوۃ ص ۶۸ (مترجم) الوفا لاحوال المصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ص ۱۱)

نکتہ: حضرات محترم! خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ اس گمشدگی میں کیا راز تھا، بہر حال اکثر مفسرین نے اس آیت مبارکہ:

وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (سورۃ الضحیٰ آیت ۷)

ترجمہ: "اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو راہ دی۔"

کی تفسیر یہی کی ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بچپن میں گم ہو گئے تھے۔ پھر قدرت نے حضرت عبدالمطلب کے ذریعے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہنمائی فرمائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم بخیر و خوبی اپنی والدہ ماجدہ کے پاس واپس تشریف لے آئے۔

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳ (فارسی) معارج النبوۃ رکن دوم ص ۶۲ (فارسی)

(تفسیر روح البیان ص ۴۵۷ جلد ۱۰، تفسیر کبیر ج ۳۱، ص ۲۱۶)

بنو سعد میں گزرا ہوا عرصہ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کتنا عرصہ گزارا اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ ایک روایت کے مطابق یہ ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ دودھ چھڑانے کے بعد دو سال کی عمر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی والدہ کے پاس لے کر آئیں، تو ان کی خواہش تھی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن کے ساتھ دوبارہ بھیج دیں تاکہ وہ ان کی برکتوں کو مزید حاصل کر سکے جو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے

انہیں نصیب ہوئی تھیں۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے کیا، تو انہوں نے بھی اس وبا کے خوف سے جو ان دنوں مکہ میں پھیلی ہوئی تھی اور انسانوں کو ہلاک کر رہی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو اجازت دے دی کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے قبیلے میں واپس لے جائے۔ اس مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو یا تین سال حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں اُن کے قبیلہ بنو سعد میں رہے اور اس عرصہ کے اختتام پر واقعہ شق الصدر پیش آیا۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۲۳ (فارسی)

واقعاتِ شق الصدر

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ مبارک چار بار شق کیا گیا۔ پہلی دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں، جس کا واقعہ ابھی بیان ہوا ہے۔ یہ شق الصدر اس لیے تھا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شیطان کے اُن وسوسوں سے محفوظ رہیں، جن میں عام طور پر بچے مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دوسری مرتبہ شق الصدر کا واقعہ دس برس کی عمر میں پیش آیا۔ یہ شق الصدر اس لیے تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اچھے اخلاق کے ساتھ جوانی میں قدم رکھیں۔ تیسری مرتبہ یہ واقعہ بعثت یعنی پہلی وحی کے نزول کے وقت پیش آیا اور اس کا مقصد یہ تھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں۔ اور چوتھی دفعہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق الصدر شب معراج میں ہوا۔ اور یہ شق الصدر اس لیے ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اندر جلوۂ حق تعالیٰ کو برداشت کرنے کی قوت و ہمت حاصل کر سکیں۔ (سیرتِ رسولِ عربی، ص ۴۸ - ۴۹)

(باختلافِ روایت تفسیر روح البیان ص ۴۲۶)

قرآن حکیم میں ارشادِ خداوندی ہوتا ہے،

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ۙ وَوَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ۙ الَّذِیْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ۙ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ؕ

(پ ۳۰ ۔ سورۃ الم نشرح)

ترجمہ: "کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہ کیا اور تم پر سے تمہارا وہ بوجھ اتار لیا، جس سے تمہاری پیٹھ توڑی تھی اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔"

اس آیتِ مبارکہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شق الصدر کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور اس شق الصدر کی وجہ یہ بیان کی گئی کہ اس شق الصدر یعنی سینے کو کھولنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ کے دل پر وحی اور فرائضِ نبوت کی انجام دہی کے حکم سے جو خوف طاری ہوا ہے، اس کو دُور کر دیا جائے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل اس ذمہ داری کے بوجھ کو برداشت کرنے کے قابل ہو جائے۔

(تفسیر رُوح البیان جلد ۱۰، ص ۴۶۲ ۔ تفسیر کبیر زیرِ آیت)

مکہ مکرمہ میں پرورش

حضراتِ گرامی! جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم قبیلہ بنو سعد سے واپس اپنے خاندان میں پہنچ گئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش آپ کی والدہ محترمہ اور اُمِّ ایمن لونڈی کے زیرِ سایہ ہونے لگی۔ امِّ ایمن ایک حبشیہ عورت تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے والدِ محترم حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے وراثت میں ملی تھی۔ (مدارج النبوۃ ج ۲، ص ۴۴)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِيْنُ ٥

Scanned with CamScanner